ان من البیان لسحرا (الحدیث)

خطباتِ حکیم العصر

افادات

حکیم العصر، محدث دوران

ولی کامل، مخدوم العلماء

حضرت اقدس

مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم

کہروڑپکا ضلع لودھراں

جلد چہارم

ترتیب

استاذ العلماء

حضرت مولانا مفتی ظفر اقبال

ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ باب العلوم

حضرت حکیم العصر کی ذاتی لائبریری اور وہ مسند جہاں آپ مطالعہ فرماتے ہیں

حکیم العصر، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید دامت برکاتہم العالیہ کے

علمی خطبات کا حسین مجموعہ

خطبات حکیم العصر

جلد چہارم

مکتبہ شیخ لدھیانوی

باب العلوم کہروڑ پکا ضلع لودھراں

ضابطہ

نام کتاب: .... خطبات حکیم العصر (جلد چہارم)

خطیب: .... حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

اہتمام: .... استاد العلماء مولانا مفتی ظفر اقبال مدظلہ

ترتیب: .... مولانا محمد عمران

تخریج: .... ایضاً

تصحیح: .... مولانا مفتی محمد عارف

ضخامت: .... **298** صفحات

تعداد 1100

اشاعت اول: .... جنوری 2007

قیمت: .... 200 روپے

واحد تقسیم کنندگان

مکتبہ شیخ لدھیانوی باب العلوم کہروڑ پکا ضلع لودھراں

فون: 0300-6804071

برائے رابطہ مولانا اقبال صاحب 0306-4181660

مولانا شریف صاحب 0300-7807639

انتساب

پیر طریقیت و پیر شریعت

حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی

حضرت اقدس نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہ العالی

کے نام

گر قبول افتد زہے عز و شرف

ناشر

اجمالی فہرست

فہرست مضامین

کلمات تشکر

تحریر استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی ظفر اقبال صاحب

میرے حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ

استاذ محترم حضرت حکیم العصر مدظلہ سے میرا تعلق بچپن سے شروع ہو کر لڑکپن اور اب تقریباً ادھیڑ عمر تک پہنچ چکا ہے۔ عمر بھر کے اس تعلق میں میں نے ہمیشہ اپنے دل و دماغ میں حضرت حکیم العصر مدظلہ کی عظمت اور قدر و منزلت کو بڑھتے ہوئے پایا ہے۔ جو ہر لمحہ اور موقع پر حضرت حکیم العصر کے ساتھ میرے اعتقاد میں اضافہ ہوا ہے۔

استاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کے ساتھ میرے تعلق کی ابتداء دارالعلوم کبیر والا سے شروع ہوئی جب استاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ دارالعلوم کو خیر آباد کہہ کر باب العلوم تشریف لائے تو بندہ ناچیز بھی حضرت کے ساتھ آیا۔ حضرت دامت برکاتہم نے میری پوری سرپرستی فرمائی اور بلکہ یوں کہا جائے کہ سرپرستی کا حق ادا کر دیا تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ میں نے ساری تعلیم استاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کے سایہ شفقت میں مکمل کی۔

۱۳۹۸ھ میں دورہ حدیث سے فراغت کے بعد حضرت نے اپنی سرپرستی میں میٹرک کا امتحان دلوایا۔

۱۹۸۰ء ۱۴۰۰ھ میں استاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ نے مجھے فقیہ العصر امام المجاھدین حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی (جو اس وقت اشرف المدارس کے نام سے معروف تھا) میں افتاء کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے بھیجا۔ جب میں افتاء کی تعلیم سے فارغ ہو کر واپس آیا تو

مجھے جامعہ میں تدریسی اور انتظامی خدمات سرانجام دینے کیلئے مامور فرمایا اور افتاء کی خدمت بھی سپرد فرمائی اور افتاء کے سلسلہ میں عملی طور پر میری سر پرستی فرمائی اور آج تک پیچیدہ مسائل میں حضرت الاستاذ دامت برکاتہم سے مراجعت کرتا ہوں یہ میرے اوپر اللہ کا فضل وکرم رہا ہے کہ میری طبعیت حضرت حکیم العصر کے ساتھ بہت مانوس تھی۔اور اس کی ادنیٰ سی مثال یہ ہے کہ میں نے کئی مواقع پر اپنی رائے کواستاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کی رائے کے مطابق پایا استاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کا شمار اس وقت ملک کی عظیم شخصیات میں ہوتا ہے آپ کے انداز تربیت نے سینکڑوں انسانوں کی کایا پلٹ دی ہے اور ایسے واقعات موجود ہیں ۔کہ لوگ خود اعتراف کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں کہ اگر مجھ پراستاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کا دست شفقت نہ ہوتا تو شاید میں اس مقام تک نہ پہنچ سکتا۔حکیم العصر مدظلہ کا مثالی کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے تصنیف وتالیف کی بجائے خلق خدا کی راہنمائی کیلئے شخصیات اور رجال تیار فرمائے ہیں جو اس وقت ملک اور بیرون ملک میں رشدوہدایت کے چراغ روشن کئے ہوئے ہیں۔

اور ہزاروں افراد امت ان سے اصلاح لے رہے ہیں استاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں صفات اور کمالات سے مزین فرمایا ہے آپ کی ذات میں

- زہدوتقوٰی
- مروت واخلاق
- فقاہت وریاضت
- دانش مندی، سلیقہ مندی
- قیادت وسیادت
- ظاہروباطن کی پاکیزگی

- گفتگو کی چاشنی
- دلوں پر حکمرانی و بادشاہی
- چھوٹوں پر شفقت بڑوں کی عزت
- خندہ پیشانی وحسن اخلاق

اور اس طرح کی بیسیوں صفات آپ کی ذات میں پنہاں ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ ہر آدمی جو بھی آپ کے ساتھ ملتا ہے وہ آپ پر دیوانہ ہو جاتا ہے ۔اور متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

اور جس قدر آپ سے قرب اختیار کرتا ہے اسی قدر آپ کی عظمت دل و دماغ میں پیوست ہوتی چلی جاتی ہے ۔کسی نے کیا خوب کہا۔

یزیدون وجھہ حسنا اذاما ذدتہ نظرا

ترجمہ ممدوح کے چہرے کا حسن اتنا ہی بڑھتا ہے جتنا کہ اس کو دیکھتے جاؤ

آدمی جس قدر آپ سے قرب اختیار کرتا ہے اسی قدر آپکی عظمت دل و دماغ میں پیوست ہوتی چلی جاتی ہے اور پھر آپ اپنے قریب ہونیوالے کو ایسی عزت عطاء فرماتے ہیں کہ وہ سرتاپاؤں آپ کے سامنے بچھتا چلا جاتا ہے ۔اور یہی آپکی خوبی ہے جس نے آپ کو اوج ثریا تک پہنچا دیا ہے ۔عزت وقدر و منزلت کے اعتبار سے آپ کے قد کو بہت اونچا کر دیا ہے ۔ میں نے استاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ سے سنا؛

آپ فرماتے ہیں کہ دنیا میں عزت حاصل کرنے کا سب سے بہترین نسخہ یہ ہے کہ دوسروں کی عزت کرنا شروع کردو ۔عزت کرو اور عزت پاؤ ۔

اخلاص:

اخلاص کی صفت استاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کی ذات میں نمایاں پائی جاتی ہے یہ ان کے اخلاص ہی کی برکت ہے ۔کہ آج جامعہ باب العلوم کا

شمار ملک کے عظیم دینی اداروں میں ہوتا ہے۔استاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ نے جاہ ومنصب اور علومرتبہ کے حصول سے بالکل بے نیاز ہوکر شب وروز جامعہ کی خدمت میں اپنی پوری زندگی لگا دی جامعہ کی ترقی ہی آپ کی زندگی کا سرمایہ ہے

عامل بر علم:

علم پر عمل ایسا کہ شریعت محمدیہ ﷺ پر پابند نظر آتے ہیں آپ کے پیش نظر سنت نبوی ﷺ پر عمل رہتا ہے۔ بدعات سے نفرت اور سنت سے محبت آپکا وتیرہ ہے

یہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ حضرت حکیم العصر ہر وقت اللہ کریم سے یہ دعا کیا کرتے ہیں کہ ائے اللہ مجھے ایسی خالص اور شفاف شریعت عطا فرما جو ہر قسم کی بدعت اور قباحت سے پاک ہو۔

چنانچہ استاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ نے یہ واقعہ خود سنایا ہے کہ میں جب بھی مدینہ منورہ حاضر ہوتا ہوں تو منبر رسول ﷺ کے سامنے بیٹھ کر ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا تھا کہ ائے اللہ مجھے ایسی خالص شریعت عطا فرما کہ جس کی اشاعت اس (منبر کی طرف اشارہ کر کے) منبر سے ہوئی ہے۔

چنانچہ حضرت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مسجد نبوی میں تھا کہ میری آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں نے بہت لمبی قمیص پہنی ہوئی ہے جب میں بیدار ہوا تو فوراً میرے ذہن میں حضرت عمرؓ کی وہ حدیث آئی کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کی قمیص پاؤں تک لمبی ہے۔ سرور کائنات سے اس کی تعبیر پوچھی تو آپ ﷺ نے اس کی تعبیر علم سے فرمائی حضرت حکیم العصر فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو قبول فرمالیا ہے۔

حضرت حکیم العصر کا انداز تفہیم:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہترین انداز تفہیم عطا فرمایا ہے مشکل سے مشکل اور پیچیدہ

سے پیچیدہ بات کو چٹکیوں میں سمجھا دیتے ہیں۔ اور ایسا بھی نہیں کہ بات طول پکڑ جائے کیونکہ طوالت بھی بسا اوقات تفہیم میں مخل بن جاتی ہے۔ اس لئے آپ کی گفتگو مختصر مگر جامع ہوتی ہے اور نتیجتاً سامعین کے تمام اشکالات کا جواب ان کو حضرت کی گفتگو میں ہی مل جاتا ہے۔ مجھے فقہی مسائل میں جب بھی دقت پیش آتی ہے تو حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر اپنی الجھن پیش کرتا ہوں تو حضرت استاذ محترم فوری اس کا جواب مرحمت فرمادیتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ پہلے ہی سے اس مسئلے کو دیکھ رہے تھے۔

اکابر کے ساتھ محبت:

اکابر کے ساتھ محبت آپ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور اکابر کے واقعات پڑھ کر آپ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوجاتی ہے آپ نے اپنے زمانے میں موجود تقریباً سب اکابر کی زیارت کی ہے۔ اور بسا اوقات اس کیلئے آپ نے میلوں تک پیدل سفر بھی کیئے ہیں۔ آپ کے گاؤں میں بھی علماء اور اکابر بکثرت تشریف لاتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ بچپن ہی سے علماء کی زیارت کے مشتاق رہتے تھے اور بچپن سے ہی آپ کے دل میں اکابر کی محبت جاگزیں تھی۔ بچپن میں اکابر کے ساتھ محبت کا ایک واقعہ حضرت نے خود سنایا کہ ایک دفعہ گاؤں میں ہمارے ایک بزرگ حضرت اقدس مولانا محمد عبداللہ صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ تشریف لائے ہم اس وقت چھوٹے بچے تھے ہم کئی سارے بچے ملکر کھیل رہے تھے کہ اچانک ہماری نظر ان پر پڑی تو ہمارے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ ان کے ساتھ مصافحہ کرنا چاہیے لیکن صورت حال یہ تھی کہ اس وقت ہم نے صرف نیکریں پہنی ہوئی تھیں اور قمیص نہیں تھی۔ تو ہم نے ننگے بدن مصافحہ کرنے میں شرم محسوس کی ہم میں سے ایک بچے نے قمیص پہنی ہوئی تھی تو ہم نے یہ ترتیب بنائی کہ باری باری اس قمیص کو پہن کر حضرت سے مصافحہ کرتے ہیں چنانچہ اس طرح باری باری ہم سب نے مصافحہ کرلیا۔ استاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کی معیت میں بہت سارے بزرگوں کی خدمت میں حاضری کا موقع نصیب ہوا

اکابر بزرگوں کے ساتھ استاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کا تعلق ان کا ادب واحترام ان کے سامنے تواضع آپ ہی کا خاصہ ہے حضرت استاذ جی کا بزرگوں سے تعلق دیکھ کر استاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کے متوسلین اور تلامذہ اپنے اکابر سے محبت اور ان کا ادب واحترام تصوف اور حصول علم کا حصہ سمجھتے ہیں مجال ہے کہ حضرت استاذ جی کی مجلس میں کسی بزرگ کے بارے میں سوءِ ادبی کا احتمال ہو یہی وجہ ہے کہ آپ کے تلامذہ اور متوسلین کے دلوں میں اکابر کی محبت اور عظمت راسخ ہے آپ اکثر اکابر پر اعتماد اور ان سے عقیدت ومحبت کا درس دیتے رہتے ہیں

حالات حاضرہ سے باخبری:

حضرت حکیم العصر مدظلہ حالات حاضرہ سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں۔ اور موجودہ دور میں پیش آنے والے واقعات پر آپ کا تبصرہ حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے آپ کی سوچ میں حالات حاضرہ کے مطابق مستقبل کی پیش بندی کی اعلیٰ صلاحیت موجود ہے۔ کئی سارے مواقع ایسے آئے کہ ان میں آپ نے جو تبصرہ فرمایا آئندہ وقت' (مستقبل میں) ہم نے اس کو ویسا ہی پایا یہاں پر اس کی تفسیر کا موقع نہیں ورنہ میں چند مثالیں عرض کرتا۔

بہر حال گردو پیش اور حالات حاضرہ سے باخبری نے آپ کی شخصیت کو جامع بنا دیا ہے۔

دو تہذیبوں کی جنگ

موجود زمانہ میں جس طرح سے عالمی حالات جارہے ہیں پوری دنیا میں ہر جگہ مغرب اور یورپ مسلمانوں کو کچلنے کیلئے معاشی واقتصادی دروازے بند کرنے اور ان کے مذہبی اداروں اور عبادت گاہوں کو ختم کرنے کیلئے سرگرم عمل ہے۔ بہت سے لوگ اس کو مادیت کی جنگ قرار دیتے ہیں کہ یورپ ہمارے مادی وسائل پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ بات بھی اپنی جگہ پر درست ہے۔ لیکن حضرت حکیم العصر مدظلہ اس کو

مادیت سے زیادہ دو تہذیبوں کا مذہبی ٹکراؤ اور تصادم قرار دیتے ہیں کہ عیسایت اور یہودیت پوری دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کیلئے پر مار رہی ہے اور اگر ٹھنڈے دل سے حالات پر غور کیا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے اسی لئے حضرت حکیم العصر اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہمیں اپنی صفوں میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنا چاہیے اور آپس کے اختلاف کو ایک طرف رکھ کر ڈٹ کر پوری طاقت کے ساتھ ان باطل تہذیبوں کا مقابلہ کرنا چاہیے اور اس کے مقابلے میں اسلامی تہذیب و ثقافت کو زیور عمل سے آراستہ کرکے دنیا کے سامنے کھڑا ہو جانا چاہیے اور یقیناً فتح و نجات اسی میں ہے۔

اسلامی تہذیب و کلچر کی حفاظت

آپ اسلامی تہذیب و کلچر کی حفاظت اور اس سلسلہ میں مدارس اور ان کی اہمیت پر بڑا زور دیتے ہیں حضرت کا نظریہ یہ ہے کہ اسلامی تہذیب و ثقافت اور مزاج و مذاق کی بقاء مدارس کی بقاء پر موقوف ہے اور یہ مدارس ہی ہیں جہاں پر کامل انسان تیار ہوتے ہیں اور یہیں پر انسان کو صحیح معنوں میں دین کی تشریح و تفہیم حاصل ہوتی ہے۔

اصلاح امت کی فکر

آپ کے دل میں ہر وقت اصلاح امت کی فکر موجزن رہتی ہے اور آپ اس کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور بے حد سجدہ ریزی کرتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں کہ یا اللہ امت مسلمہ کو ہدایت نصیب فرما یہی وجہ ہے کہ آپ جب بھی کوئی ایسی خبر یا واقعہ سنتے ہیں جو مسلمانوں کو زوال اور انحطاط کی طرف لے کر جا رہا ہو تو اس پر انتہائی افسردگی کا اظہار فرماتے ہیں اور فوراً زبان سے یہ جاری ہوتا ہے یا اللہ فضل فرما۔

امراء سے بے نیازی

امراء سے بے نیازی علماء دیوبند کا وصف رہا ہے۔ اکابر دیوبند کے مزاج و مذاق پر چلتے ہوئے استغناء اور امراء سے بے نیازی آپ کی زندگی کا جزو لاینفک بن گیا ہے اور فقیری میں بادشاہی صحیح معنوں میں آپ کی زندگی کے اندر ملتی ہے آپ کو کھرے کھرے پکا کے

اس پس ماندہ علاقے میں جو جاگیرداروں اور وڈیروں کا علاقہ ہے تقریباً ۳۵ سال یا کم و بیش عرصہ ہو چکا ہے اس قدر طویل عرصہ میں آپ کبھی بھی کسی جاگیردار یا خان صاحب کے ہاں بالکل تشریف نہیں لے گئے بلکہ یہ آپ کے مزاج کے سراسر خلاف ہے اور ان کے مال و دولت اور جاہ و منصب کو دیکھ کر کبھی ذرا برابر بھی دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ ان سے کچھ راہ و رسم بڑھانی چاہیے مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ طلبا میں دعا کی اہمیت کے بارے میں وعظ فرمایا اور اس بات پر زور دیا کہ ہمارے اندر یہ کمی پائی جاتی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے مانگتے نہیں بلکہ آج کل تو یہ حال ہو چکا ہے کہ جب بھی کوئی مشکل پیش آتی ہے تو ہماری نظر ظاہری اسباب و وسائل پر ہوتی ہے اور جب تمام ممکنہ ذرائع استعمال کرنے کے بعد ہر طرف سے مایوس ہو جاتے ہیں تو پھر ہم اللہ تعالیٰ سے مانگنا شروع کر دیتے ہیں اور ایک دو دن دعا کر کے اللہ پر احسان جتلانا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی لیکن اللہ نے میری دعا قبول ہی نہیں فرمائی لیکن جہاں تک ممکنہ ذرائع کا استعمال ہے یہ اپنی جگہ درست ہے لیکن ذرائع بھی اسی وقت مفید اور کارگر ہوتے ہیں جب اللہ کی نصرت و مدد شامل حال ہو۔ اس لیے وسائل کے ساتھ رجوع الی اللہ انتہائی لازمی و ضروری ہے۔ اور پھر فرمایا میری یہی عادت ہے کہ میں اللہ کی ذات سے مانگتا ہوں اور دعائیں کرتا ہوں اسی کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہوں اسی کے سامنے آنسو بہاتا ہوں تو وہ ذات عالی میرے تمام کاموں کو حل فرما دیتی ہے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ علاقے کا ایک زمیندار مدرسہ دیکھنے کے لئے جامعہ میں آیا۔ جامعہ دیکھنے کے بعد استاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت حکیم العصر مدظلہ نے انتہائی خندہ پیشانی کیساتھ اس کو خوش آمدید کہا اور مختلف قسم کی باتیں ہوتیں رہیں دوران گفتگو حضرت سے اس نے کہا کہ میری دعوت قبول فرمائیں اور میرے ہاں تشریف لائیں اللہ اللہ قربان جائے حضرت کی شان بے نیازی پر .... ہم جیسا کوئی عام مولوی ہوتا تو اس موقع کو اپنے لئے سنہری موقع

(Golden Chance) سمجھتا۔ کہ خان صاحب کا قرب حاصل ہو رہا ہے اور اس بہانے سے مزید راہ وسم بڑھانے کی کوشش کرتا لیکن استاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ نے انتہائی استغناء کے ساتھ جواب دیا کہ میں امراء اور بڑے لوگوں کی دعوتوں پر نہیں جایا کرتا۔

فرق مراتب۔

استاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کی ذات میں یہ صفت سب سے زیادہ نمایاں ہے اور میرے خیال میں فرق مراتب کچھ آسان کام نہیں اس میں ہر شخص کی ذات کے متعلق صحیح معلومات کا ہونا ضروری ہے۔ میرے سامنے بہت سے مواقع ایسے آئے ہیں کہ میں ان پر پریشان ہو جاتا کہ اس شخص کا کیسے اکرام کرنا چاہیے اور کونسی چیز اس کے مرتبہ کے مطابق ہے اور کونسی چیز اس کے مرتبہ کے مطابق نہیں ہے۔ اور ایسے مواقع پر جب میں استاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کا برتاؤ دیکھتا ہوں تو میں کیا .... وہاں پر موجود ہر شخص دل کی گہرائیوں سے اس بات کا قائل ہو جاتا ہے کہ ہاں اس شخص کے مرتبے کے مطابق یہی لائق تھا حتیٰ کہ وہ شخص خود بھی محسوس کیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میرے مرتبہ سے بڑھ کر مجھے اعزاز واکرام دیا گیا ہے۔

لایعنی باتوں سے احتراز:

آپ کی مجلس میں ہر بات با مقصد، بامعنی اور مفید ہوتی ہے۔ خاص طور پر جب اہل علم حضرات موجود ہوتے ہیں تو آپ مسائل اور حالات حاضرہ پر خوب تبصرہ فرماتے ہیں مجلس میں آپ کی گفتگو محققانہ اور حکیمانہ ہوتی ہے اہل علم حضرات خوب محظوظ ہوتے ہیں آپ کی گفتگو سے کوئی نہ کوئی علمی، عملی، اخلاقی سبق ضرور نکلتا ہے یہ اور بات ہے کہ سننے والا اس پر توجہ نہ کرے تو یہ اس کی اپنی محرومی ہے حتیٰ کہ آپ جو مزاح بھی فرماتے ہیں وہ بھی نتیجۃً فائدہ سے خالی نہیں ہوتا۔ میں نے بارہا دیکھا کہ آپ مزاح مزاح میں بھی پیچیدہ اور مشکل مسائل حل فرما دیتے ہیں بلا شبہ میں اس نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ مجلس

میں موجود سامعین کے ذہنوں میں لاشعوری طور پر اخلاقی' دینی' مذہبی اور عقائد کی پختگی آتی چلی جاتی ہے اور یہ ایسی چیز ہے کہ بسا اوقات بڑے بڑے درسوں اور وعظوں سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔

کچھ کتاب کے بارے میں

اب تک جو خطبات اور مواعظ وغیرہ پر مشتمل مجموعے اور کتابیں مارکیٹ میں دستیاب ہیں وہ عام طور پر چار قسم کی ہیں

۱۔ ایک تو وہ مواعظ ہیں جن کا انداز خالص علمی اور مفکرانہ ہے۔اس قسم کے مواعظ علمی نکات سے تو مالا مال ہوتے ہیں لیکن ان میں عام لوگوں کیلئے دعوتی مواد بہت کم ہوتا ہے۔ الغرض یہ کہ اس قسم کے مواعظ صرف مطالعہ کیلئے ہوتے ہیں۔ اور مطالعہ کے ذریعے سے بھی ان سے تقریباً صرف علماء ہی استفادہ کر سکتے ہیں عام لوگوں کی دسترس سے باہر ہوتے ہیں۔

۲۔ ایسے مواعظ کہ جن کا طرز تحریر اور طریق تکلم تو کچھ سہل ہوتا ہے مگر ان میں ہر قسم کی غلط' شاذ' ضعیف موضوع روایات غرضیکہ ہر قسم کا رطب و یابس موجود ہوتا ہے۔ اور اکثر اوقات ایسے مواعظ میں اسرائیلی روایات کو مخصوص اور پختہ عقیدہ کے انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ نتیجتاً ایسے مواعظ کو پڑھنے سے علماء کو تو کیا فائدہ ہوتا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ ان کے ذریعے سے عام انسانوں کا عقیدہ خراب ہو جاتا ہے۔

۳۔ تیسری قسم ان مواعظ و خطبات کی ہے جن میں عام مشہور معروف عوامی خطیبوں کے خطبات ہیں ان خطبات میں علمی مواد اور ذخیرہ معلومات بھی ہوتا ہے اور سہل الفاظ میں ہوتا ہے لیکن ان خطباء کا طرز بیاں کچھ اپنا ہی ہوتا ہے۔ اس لئے بسا اوقات دوسرا خطیب مناسب نہیں سمجھتا کہ اپنے بیانات اور خطبات میں اس کے انداز کو اپنائے اس لئے وہ سمجھتا ہے کہ لوگ مجھے نقال کہیں گے اور

چونکہ ان خطبات میں خطیب کا اپنا ایک خاص انداز ہوتا ہے کوئی شخص ہو اس کی نقل کیئے بغیر اس میں رنگ نہیں بھر سکتا۔

۴۔ چوتھی قسم کے مواعظ وہ ہیں جو مستند اور کامل بزرگوں اور ارباب ارشاد و تلقین کے مواعظ پر مشتمل ہیں ان خطبات میں علمی مواد بھی ہوتا ہے سہل انداز بھی ہوتا ہے اور طرز بیاں بھی کوئی مخصوص Style کا نہیں ہوتا۔ اس لئے ایسے خطبات سے عوام و خواص سب مستفید بھی ہو سکتے اور اپنے اپنے انداز میں اس کو بیان بھی کر سکتے ہیں۔ جیسے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور شیخ العرب و العجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات وغیرہ۔

اس وقت جو مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کا تعلق خطبات کے ان مذکورہ بالا اقسام اربعہ میں سے چوتھی قسم کے ساتھ ہے۔ اور کیوں نہ ہو حضرت حکیم العصر ان مذکورہ بالا شخصیات کے سچے عاشق زار ہیں۔

الحمد اللہ ان خطبات کا انداز بھی بالکل سادہ اور سہل ہے اور علمی مواد بھی بھر پور ہے اور اس میں ہر بات مستند ہے بلکہ کوشش کی جارہی ہے کہ اس کتاب کو حوالہ جات سے بھی مزین کر دیا جائے تاکہ قارئین کو ان کے تمام سوالات کا جواب کتاب کے اندر ہی مل جائے اس لئے یقیناً یہ خطبات عوام الناس علماء۔ مبلغین ۔ مدرسین حضرات اور غرضیکہ کہ تمام وہ اشخاص جو کسی بھی شعبہ سے تعلق رکھتے ہیں یہ خطبات ان کیلئے یکساں مفید اور سامان ہدایت ہیں۔ کیونکہ کسی بھی عالم کی زبان میں تاثیر اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ ان تین صفات سے ضرور متصف ہو۔ (۱) اخلاص۔ (۲) علم پر عمل (۳) میدان علم میں قرآن و سنت کی روشنی میں مخصوص تحقیق ۔ اللہ کے فضل و کرم سے میرے شیخ حضرت لدھیانوی مدظلہ میں یہ تینوں صفات بدرجہ اتم پائی جاتیں ہیں۔

کتاب میں مذکورہ خطبات عقیدہ معاد کی حقیقت و اہمیت ۔ قبر اور برزخ کا مفہوم

اہل برزخ کو عذاب وثواب قبر میں ہوتا ہے۔ موت کی کیفیت مسئلہ ایصال ثواب

علامات قیامت ۔دخان مبین دجال کی سواری یا جوج ماجوج

ان خطبات میں سے کچھ کا تعلق معاد سے ہے (مرنے کے بعد جی اٹھنا) اور کچھ کا تعلق علامات قیامت سے ہے۔سب سے پہلے وعظ میں استاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ نے اس کی اہمیت بیان کی ہے کہ عقیدہ معاد ہمیں شریعت میں کیوں عطا فرمایا ہے اس کا کیا فائدہ ہے۔جن میں سرفہرست یہ ہے کہ یہ عقیدہ انسان کو عمل پر برانگیختہ کرتا ہے۔

دوسرے وعظ میں قبر کا مفہوم اور معنی بیان فرمایا ہے کیونکہ قبر کے بارے میں بہت سے لوگ ۔ بہت سے مفاہم بیان کرتے ہیں حالانکہ وہ مسلک جمہور کے خلاف ہیں۔تو ان سب سے ہٹ کر قرآن وسنت کے عین مطابق قبر اور برزخ کا مطلب اور مفہوم بیان فرمایا ہے۔

تیسرے وعظ میں آپ نے اس بات کو بیان فرمایا کہ مرنے کے بعد جنت وجہنم کا فیصلہ ہونے سے قبل بھی ارواح کو قبر میں عذاب وثواب ہوتا ہے۔ اس بارے میں مسلک حقہ' مسلک علماء دیوبند کی پوری پوری وضاحت فرمائی ہے۔

چوتھے وعظ میں موت کی کیفیت کو بیان فرمایا کہ جب انسان پر موت طاری ہوتی ہے تو اس وقت انسان کی کیا حالت ہوتی ہے اور کس قسم کی صورت حال سے انسان دو چار ہوتا ہے اس مضمون کو حضرت نے بتفصیل بیان فرمایا ہے۔

اس کے بعد بیان نمبر پانچ میں ایصال ثواب کا مسئلہ بیان فرمایا ہے اور ایصال ثواب کے پیچیدہ مسئلہ کو انتہائی سادہ الفاظ میں بیان فرما دیا ہے اس میں جہاں آپ نے شریعت حقہ کے اس مسئلہ کو صاف و شفاف انداز میں بیان فرمایا ہے کہ ایصال ثواب تو مردہ اور زندہ دونوں کو کیا جاتا ہے اور ایصال ثواب بدنی ہوتا ہے۔ اور مالی بھی ہوتا ہے

جس طرح سے ایصال ثواب کریں درست ہے۔ مثلاً آپ نفل پڑھیں تسبیحات پڑھیں۔ یا آپ اسی طرح سے کوئی صدقہ خیرات کریں عام ہے کہ وہ رقم یا نقدی کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں ایصال ثواب میں سب طریقے جائز اور شریعت کے مطابق ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ اس میں جاہل ملاں اور بدعتی لوگوں کی بھی تردید کی ہے کہ جنہوں نے ہماری عوام کو یہ مسئلہ بتایا ہوا ہے کہ ایصال ثواب کرنے کیلئے ہمارا واسطہ ضروری ہے۔ اوراس طرح سے انہوں نے اپنا پیٹ پالنے کے مختلف ڈھنگ نکالے ہوئے ہیں۔آپ نے واشگاف الفاظ میں ان کی تردید کی ہے اور فرمایا کہ ایصال ثواب کرنے کیلئے کسی مولوی۔کسی عالم کو بلانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔آپ خود بیٹھ کر نیت کریں کہ اے اللہ میرے اس عمل کا ثواب فلاں کو پہنچا دے تو وہ پہنچ جاتا ہے۔ اس سے بدعتیوں کی پیٹ پوجا کا دروازہ بند ہوتا ہے۔اور پیٹ کی چوٹ بڑی سخت ہوتی ہے۔

چھٹے بیان میں آپ نے علامات قیامت کو بیان فرمایا ہے۔سرور کائنات ﷺ نے بہت ساری علامات قیامت بیان فرمائی ہیں آپ نے احادیث کی روشنی میں ان میں سے بڑی بڑی علامات قیامت کو بتفصیل بیان فرمایا ہے۔

ساتویں بیان میں آپ نے علامات قیامت میں سے ایک بہت بڑی علامت دخان مبین کو بیان فرمایا ہے اور اس موضع کو نہایت عرق ریزی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ قرآن، حدیث، فقہ اور سائنس سب حوالوں سے اس کو مزین کیا ہے۔اور خصوصیات کے ساتھ اس کے وقوع پر بحث کی ہے کہ یہ واقعہ ہو چکا ہے یا ابھی نہیں ہوا اور میرے خیال میں اس بارے میں تمام ممکنہ حقائق حضرت نے اپنے اس وعظ میں بیان فرما دیئے ہیں۔

آٹھویں بیان میں دجال اور اس کی سواری کا تذکرہ کیا ہے قرآن حدیث اور تاریخ کے اوراق میں یہ مضمون مختلف مقامات پر منتشر ہے۔آپ نے دجال کے بارے میں ممکنہ تمام معلومات کو اپنے اس بیان میں ذکر کر دیا ہے۔اب دجال کے متعلق لمبی لمبی کتب میں تتبع اور تلاش کی ضرورت نہیں رہی۔گویا کہ آپ نے دریا کو کوزے میں بند

کر دیا ہے۔

اور نویں بیان میں آپ نے قوم یاجوج ماجوج کا ذکر کیا ہے ان کے حالات و مقام و سرگرمیاں اور ان کے متعلق سرور کائنات ﷺ کی پیش گوئیاں ان کے خروج کا وقت اور اس قسم کی بے شمار معلومات اس میں جمع فرما دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت ان خطبات سے ہم سب کو فائدہ اٹھانے اور مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

آخر میں میں نہایت ہی عجز و انکساری کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں سجدہ ریز ہوں اور ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے خطبات کی چوتھی جلد تیار کر کے قارئین کے ہاتھوں میں مطالعہ کے لئے پیش کرنے کی توفیق عطاء فرمائی میں اس بات پر بھی اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ حضرت استاذ جی کے ان خطبات کے ذریعے مسلک حقہ اور عقائد صحیحہ کی اشاعت کا ذریعہ بن رہا ہوں اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اور میرے معاونین جنہوں نے اس جلد کی تیاری میں مجھ سے تعاون کیا ان کی سعی جمیلہ کو قبول فرما کر ان خطبات کو دنیا میں ہدایت پھیلنے اور آخرت میں نجات کا سبب بنا دے جن حضرات نے خطبات حکیم العصر کی چوتھی جلد کی تیاری میں میری معاونت کی میں ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں اللہ تعالیٰ بہت ہی ان کو جزائے خیر عطاء فرمائے خصوصاً عزیز مولانا محمد شفیق صاحب جنہوں نے استاذ جی کے بیانات کی کیسٹیں مہیا کیں مولانا مفتی سجاد صاحب جنہوں نے کیسٹوں سے ان کو اتارا مفتی محمد عارف اور مولانا محمد عمران صاحب جنہوں نے کمپوزنگ تصحیح اور ترتیب اور تخریج میں خوب محنت فرمائی عزیز مولوی شبیر حیدر کے لئے بھی دعا گو ہوں کہ ان کی تحریک سے یہ سلسلہ شروع ہوا اللہ تعالیٰ بہت درجات بلند فرمائیں میرے اساتذہ کرام کے۔ ان کی دعائیں ہر وقت میرے شامل حال ہیں اس کام کے سلسلہ میں انہوں نے میری بہت حوصلہ افزائی فرمائی خصوصاً میرے استاذ محترم مولانا منیر احمد صاحب

جنہوں نے بہت مفید مشورے دیئے اور مفصل مقدمہ تحریر فرمایا برخودار مفتی صہیب ظفر نے رات دن ایک کرکے اس کتاب کو چھپائی کے مراحل سے گزار کر آپ کے سامنے پیش کیا'

گزارش

استاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کے یہ خطبات طلباء کے اجتماعات میں ہوئے ہیں لہذا آپ مدظلہ کے پیش نظر زیادہ تر زور ابنائے امت کی ذہن سازی اور ان کی اصلاح رہی؛ لیکن اس کے باوجود حضرت استاذ جی کے ملکہ تفہیم نے ان کو عوام کے لئے بھی انتہائی سہل اور عام فہم بنا دیا ہے۔

چونکہ یہ خطبات مکمل طور پر اصلاحی اور تربیتی ہیں اس لئے ان کا اسلوب عام تقاریر و خطبات سے مختلف ہے اور یہ کافیہ بندی اور جوش خطابت اور اشعار و لطائف وغیرہ کی بھرمار سے خالی ہیں۔

تقریر و تحریر کا فرق اہل علم سے پوشیدہ نہیں چنانچہ جملوں کی ساخت اور تقدیم و تاخیر' مکررات' استفسارات اور کہیں کہیں ربط و نظم کا اتار چڑھاؤ کو اسی پر محمول کیا جائے۔

استاذ محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کے یہ خطبات ٹیپ ریکارڈ سے لیئے گئے ہیں حد درجہ احتیاط کے باوجود کوئی کمی رہ سکتی ہے جو باقاعدہ تحریر میں نہیں ہوتی۔

لہذا قارئین سے گزارش ہے وہ بھی درج بالا نکات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ان خطبات کا مطالعہ ثواب اور اصلاح کی نیت کے ساتھ فرمائیں۔

حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر وھو علیٰ شئی قدیر

ابوطلحہ ظفر اقبال غفرلہ

ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

قسط نمبر۲

اکابر کے نسبتوں کے امین

ہم صاحب نسب اور صاحب نسبت ہیں

حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کے نزدیک اکابر کے ساتھ علمی عملی اور روحانی نسبت کی بڑی اہمیت ہے آپ نے اپنے متعدد بیانات اور متعدد مجالس میں اس اہمیت کو خوب واضح کیا ہے گزشتہ سے پیوستہ سال مدرسہ اشاعت القرآن میلسی میں اتحاد اہل سنت والجماعت کے زیر اہتمام تقریری مقابلہ کے لئے ایک پر وقار تقریب منعقد ہوئی جس میں مختلف مدارس اسلامیہ کے طلبہ نے حصہ لیا۔

موضوع تھا کہ (تقلید کیا ہے اور غیر مجتہد لوگوں کے لئے تقلید کیوں ضروری ہے ؟) رات گئے تک تقریروں کا سلسلہ جاری رہا صبح کو حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ نے انعامات بھی تقسیم فرمائے اور نہایت عمدہ ناصحانہ اور مصلحانہ اختتامی بیان بھی فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے۔ آپ نے فرمایا دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کو اپنا نسب معلوم نہیں وہ کہتے ہیں انسان اصل کے اعتبار سے. بندر تھا پھر ترقی کر کے انسان بن گیا وہ اپنے آپ کو ترقی یافتہ بندر اور بندر کی نسل سمجھتے ہیں اور آدم علیہ السلام تک اپنا کوئی نسب نامہ نہیں بتا سکتے جب کہ ہمیں یقین ہے کہ ہم آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں ہمیں اپنا نسب معلوم ہے اور ہم اپنا نسب بتا بھی سکتے ہیں اسی طرح علم وعمل کی دنیا میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو اپنا نسب معلوم نہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنے علم وعمل کا واسطہ نہ جانتے ہیں نہ سناتے ہیں ان کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم شخصیت پرست نہیں ہم شخصیات یعنی اکابر واسلاف کے واسطہ کے بغیر از خود قرآن وحدیث کو سمجھتے ہیں اور اکابر کے واسطہ

کے بغیر براہ راست قرآن وحدیث سے علم وعمل حاصل کرتے ہیں۔ان کو بھی علم وعمل کے جہان میں اپنا نسب معلوم نہیں اور جیسے جسمانی رشتہ کے لحاظ سے نسب کی ضرورت ہے ایسے ہی علمی،عملی اور روحانی رشتہ کے اعتبار سے بھی نسب بہت ضروری ہے پس جس طرح آباء واجداد کے واسطہ سے ہمارا جسمانی رشتہ آدم علیہ السلام سے جڑا ہوا ہے اسی طرح علم وعمل اور روحانیت کے اعتبار سے بھی ہمارا رشتہ اپنے علمی وروحانی آباء واجداد کے واسطہ سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جڑا ہوا ہے اس لئے الحمد للہ جس طرح جسمانی رشتہ کے لحاظ سے ہم صاحب نسب ہیں اسی طرح علمی وروحانی رشتہ کے لحاظ سے بھی صاحب نسب ہیں اور جو لوگ اکابر اسلاف کے واسطہ کے بغیر براہ راست قرآن وحدیث سمجھنے کا دعویٰ کر کے اپنے علم وعمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں شریعت میں اور اہل علم کے معاشرہ میں ان کی وہی حقیقت ہے جو آباء واجداد کے واسطہ کے بغیر آدم علیہ السلام کے ساتھ جسمانی رشتہ جوڑنے والوں کی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے علمی وعملی اور روحانی سلسلہ میں ہمارے اکابر ہمارے آباء اجداد ہیں اور ان آباء واجداد کے واسطہ سے ہمارا نسب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے اور ہماری نسبت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ اس لئے ہم صاحب نسب بھی ہیں اور صاحب نسبت بھی ہیں تقلید آدمی کو صاحب نسب اور صاحب نسبت بنا دیتی ہے جب کہ غیر مقلدیت آدمی کو مفقود النسب اور مقطوع النسبت بنا دیتی ہے اس لئے یہ لوگ نہ صاحب نسب ہیں اور نہ صاحب نسبت ہیں۔

اکابر کے واسطہ کے بغیر براہ راست قرآن وحدیث سے علم وعمل سیکھنے کے ان دعویدار لوگوں کی مثال ایسے ہے جیسے کسی سے پوچھا جائے کہ تو کس کا بیٹا؟ وہ کہے آدم کا ۔تیرا باپ کون؟ وہ کہے آدم آپ جانتے ہیں کہ جو شخص آدم سے نیچے اپنا باپ نہ بتا سکے وہ یہ نہ بتا سکے کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں فلاں میرا باپ ہے بلکہ وہ یوں کہے کہ میں آدم کا بیٹا ہوں آدم میرا باپ ہے تو شریعت میں اور ہمارے معاشرہ میں ایسے مفقود النسب کو کیا

کہا جاتا ہے؟ (ولدالزنا اور حرامی) اور جس آدمی کا سلسلہ نسب آدم علیہ السلام کے ساتھ اپنے آباواجداد کے واسطہ سے جڑا ہوا ہو اسکو کہا جاتا ہے حلالی اور صاحب نسب۔ آپ نے ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ امت محمدیہ کو قرآن کریم عطا کیا آپ نے ۲۳ سالہ دور نبوت میں قرآن کریم کا علم صحابہ کرام کو سکھایا اور اس پر عمل کر کے دکھایا ویعلمہم الکتاب والحکمۃ یعنی وہ رسول ان کو کتاب اللہ کا علم اور اس پر عمل کا طریقہ سکھاتا ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جو علم و عمل سکھایا ہے اسی کا نام دین اسلام ہے پھر صحابہ کرامؓ نے جو علم و عمل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا وہی تابعین کو سکھایا تابعین نے وہ علم و عمل تبع تابعین کو سکھایا اسی طرح ہر پہلے طبقہ نے اس علم و عمل کو اپنے بعد والے طبقہ کی طرف منتقل کیا حتیٰ کہ علم و عمل کا وہ سلسلہ جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا تھا وہ ہر زمانہ کے منعم علیہ طبقہ کے ذریعہ سلسلہ بسلسلہ منتقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا۔ لہذا وہ دین اسلام جو علم و عمل کی صورت میں ہمارے پاس موجود اور محفوظ ہے اسکا ایک سرا ہمارے پاس ہے تو اسکا دوسرا سرا ہر زمانہ کی منعم علیہ شخصیات کے واسطہ سے علم نبوت اور عمل نبوت کے ساتھ جڑا ہوا ہے الحمدللہ اکابر واسلاف کے ذریعہ جو علم و عمل ہمیں نصیب ہوا اکابر کے اس سلسلۃ الذہب کی برکت سے اس کی نسبت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و عمل کے ساتھ قائم ہے اور وہی علم و عمل قابل اعتماد ہے جسکی نسبت اکابر کے ساتھ جڑی ہوئی ہو ہم اسی علم و عمل کو قابل اعتماد سمجھتے ہیں اور اسی کو قبول کرتے ہیں جو اس نسبت سے حاصل ہو اور جس علم و عمل کے ساتھ یہ نسبت قائم نہ ہو وہ علم و عمل نہ قابل اعتماد ہے نہ ہم اس کو قبول کرتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے براہ راست قرآن کریم سے یہ بات سمجھی ہے اور بلا واسطہ حدیث سے یہ بات سمجھی ہے ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ ہم قرآن وحدیث کے علاوہ کسی اور کی بات کو سنیں اور اس پر عمل کریں اور اسے آگے نقل کریں۔ لیکن یاد رکھیئے جس عمل کی نسبت اکابر سے ثابت نہیں وہ عمل ہمارے نزدیک قابل قبول نہیں اور جو علم بے نسبت ہے ہم اسکو نہ قبول کرتے ہیں اور نہ قابل

اعتماد سمجھتے ہیں اکابر کے واسطہ کے بغیر حاصل ہونے والا علم وعمل بے کار ہے وہ کاغذی پھولوں کی طرح ہے جیسے کاغذی پھول زیبائش ونمائش کے کام تو آسکتے ہیں لیکن پھولوں کے حقیقی اور اصلی ثمرات ان سے حاصل نہیں کیئے جا سکتے اسی طرح اکابر کے واسطہ اور اکابر کی نسبت کے بغیر براہ راست قرآن وحدیث سے حاصل ہونے والا علم اپنی علمی دکان چلانے چمکانے اور نمود ونمائش دکھانے کے کام تو آسکتا ہے لیکن اس پر علم وعمل کے اصلی اور حقیقی ثمرات مرتب نہیں ہوسکتے اس لئے اللہ کے فضل وکرم سے ہم اپنے علم وعمل کے اعتبار سے صاحب نسب اور صاحب نسبت ہیں بلکہ حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کے نزدیک امت میں دینی زوال کا اصل سبب سرور کائنات ﷺ سے نسبت کا انقطاع ہے آپ نے ایک بیان میں فرمایا کہ ماہنامہ الخیر میں ایک سوال شائع کر کے اسکا جواب طلب کیا گیا تھا سوال یہ تھا کہ امت میں دین اور برکات دین کے زوال کا سبب کیا ہے۔؟ جن لوگوں نے جوابات لکھے ان میں سب سے اچھا اور معیاری جواب حضرت مولانا زاہد الحسینیؒ کا تھا جو حضرت لاہوریؒ کے خلیفہ تھے انہوں نے فرمایا اس امت کے اندر جو دینی زوال آرہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نسبت رسول ﷺ کٹتی جا رہی ہے نسبت کمزور ہوتی جارہی ہے جب نسبت کمزور ہوجائے گی تو جس فیضان نے وہاں سے آنا ہے وہ آنا بند ہو جائیگا اور جب فیضان آنا بند ہو جائیگا تو بے دینی نہیں آئیگی تو اور کیا ہوگا۔؟۔

باطنی نسبت کے ثمرات

خوش نصیب ہے وہ شخص جس کا علم، عمل، اخلاق اور روحانیت کے اعتبار سے اپنے اسلاف اور اکابر کے ساتھ باطنی تعلق مضبوط ہے اور باطنی نسبت مستحکم ہے۔جس کا دل ودماغ، روح وقلب اور ظاہر وباطن اکابر کے علم وعمل اور روحانیت کے سانچہ میں ڈھلا ہوا ہے۔ حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کے ہاں اکابر کے ساتھ باطنی نسبت کی پختگی بڑی نعمت ہے جو قدرت کی طرف سے آپ کو بچپن سے حاصل تھی اور

اکابر کے حالات کے کثرت مطالعہ سے مزید پختہ ہوگئی

ذیل میں اکابر کے ساتھ اس عمدہ نسبت کے چند درخشندہ ثمرات ملاحظہ فرمائیں۔

ظاہر و باطن میں مماثلت

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین یہود اور مشرکین مکہ کا پہلے ایک شرکیہ قول اور عقیدہ ذکر کیا ہے اس کے بعد انکا ایک مطالبہ نقل کر کے فرمایا تشابہت قلوبہم کے دل ایک دوسرے کے مشابہ ہیں ۔پس ان کے درمیان فکری وقولی مماثلت ان کی باطنی اور قلبی مماثلت کا پرتاؤ اور عکس ہے اس سے ایک تو یہ اصول معلوم ہوا کہ انسان کے باطن کا اس کے ظاہر پر اثر پڑتا ہے یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ دل میں غم ہو تو چہرہ بھی غمگین ہو جاتا ہے دل میں خوشی ہو تو چہرہ بھی خوش خوش اور ہشاش بشاش نظر آتا ہے ۔سو جس طرح دل کی خوشی اور غمی کے آثار چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں اسی طرح دل کی نیکی اور بدی کے اثرات انسان کے چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں جو اہل اللہ کو چہروں پر اس طرح نظر آتے ہیں جس طرح ہمیں خوشی اور غمی کے آثار نظر آتے ہیں۔

آج سے ۳۰ /۳۲ سال پہلے کی بات ہے حضرت اقدس مولانا عبد العزیز صاحب سرگودھویؒ کہروڑ پکا میں بزرگان دین کے عاشق صادق جناب غلام محمد عباسی صاحب (مہتمم جامعہ اسلامیہ باب العلوم) کے والد محترم جناب شیخ خورشید علی عباسی صاحبؒ کے کوٹھی پر قیام پذیر تھے مغرب کے بعد حضرت اقدس نفلوں کے اندر اپنی تلاوت میں مشغول ہو جاتے اور باب العلوم کے طلبہ و متعلقین سلسلہ قادریہ کے مطابق اس طرح ذکر کرتے کہ درودیوار بھی لا الہ الا اللہ اور اللہ اللہ کی صدا سے گونجتی تھیں ایک روز جناب راؤ حمایت اللہ صاحب حضرت اقدس کے پاس بغرض زیارت حاضر ہوئے حضرت نے ان کو اپنے پاس بٹھایا جب مجلس برخواست ہوئی تو حضرت اقدس نے استاذ محترم حضرت حکیم العصر کو فرمایا مولانا مجھے اس شخص کے چہرے پر اخلاص کے اثرات نظر آتے ہیں واقعی راؤ صاحب بڑے مخلص، باب العلوم کی خدمت میں فنا اور باب العلوم

کے اساتذہ وطلبہ کے ساتھ بڑی محبت کرنے والے تھے رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃ باطن کے دوسرے اثرات وہ ہیں جو بھلے برے' نیک و بد افکار اور اقوال و افعال کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ پس جیسے ظاہر کی نیکی باطنی نیکی کا' ظاہری تقویٰ باطنی تقویٰ کا عکس ہوتا ہے اسی طرح ظاہری فسق وفجور باطنی فسق و فجور کا ظہور ہوتا ہے اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا **ان فی الجسد لمضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ و اذا فسدت فسد الجسد کلہ الا و ھی القلب** (بے شک جسم میں ایک لوتھڑا ہے جب وہ ٹھیک ہوتو جسم کے سارے اعضاء ٹھیک رہتے ہیں اور جب وہ خراب ہو جائے تو جسم کے سارے اعضاء خراب ہو جاتے ہیں اور وہ لوتھڑا دل ہے

دوسرا اصول یہ معلوم ہوا کہ جن مختلف لوگوں کے درمیان قلبی اور باطنی مماثلت ہوتی ہے ان کے ظاہر میں بھی مماثلت ہوتی ہے مشرکین یہود اور مشرکین مکہ کے قلوب میں مماثلت ہے تو ان کے افکار اور اقوال و افعال میں بھی مماثلت ہے اگر قلبی مماثلت برائی میں ہو تو وہی مماثلت ان کی ظاہری زندگی میں ظاہر ہوتی ہے اور اگر نیکی و تقویٰ میں قلبی مماثلت ہو تو ظاہری زندگی میں وہی نیکی اور تقویٰ نظر آتا ہے اکابر کے ساتھ باطنی نسبت کا مطلب یہی ہے کہ روح اور قلب کو اکابر کی روح و قلب کے ساتھ مضبوط درجہ کی مشابہت اور مماثلت پیدا ہو جائے اور اپنا باطن اکابر کے باطنی رنگ میں اس طرح رنگا جائے کہ دونوں ہم رنگ ہو جائیں اپنے باطن کو اکابر کے باطن کے سانچہ میں اس طرح ڈھالا جائے کہ یک جان اور دو قالب نظر آئیں

من تو شدم تو من شدی
من جان شدم تو تن شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں
من دیگرم تو دیگری

جب اکابر کے ساتھ اتنی مضبوط نسبت قائم ہو جائے گی تو اس باطنی وحدت کا ثمرہ

یہ ہوگا کہ اکابر کے ساتھ فکر وعقیدہ اور قول وفعل میں یکسانیت کا رنگ نظر آئیگا یہی وہ خوش نصیب حضرات ہیں جو اکابر کی ظاہری و باطنی نسبت کے امین اکابر کے جانشین اور نمونہ اسلاف ہیں اور جس کی جتنی باطنی نسبت کامل اور مستحکم ہوگی اس کی اپنے اکابر کے ساتھ ظاہر اور باطن کے لحاظ سے اتنی مماثلت اور مشابہت کامل ہوگی یہ مضمون حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کا ارشاد فرمودہ ہے جو آپ نے دارالعلوم کبیر والا میں تفسیر قرآن کے سبق میں ارشاد فرمایا تھا۔۔

مماثلت ظاہری اور باطنی کی مثال

صحابہ کرامؓ کو سرور کائنات ﷺ کے ساتھ جو باطنی نسبت حاصل ہوئی اس باطنی نسبت کی وجہ سے ظاہر کے اعتبار سے بھی صحابہ کرام کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ مماثلت و مشابہت حاصل تھی قرآن کریم میں ایک تفسیری قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کی مشترکہ صفت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا محمد رسول اللہ جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں یعنی صحابہ کرامؓ کافروں پر سخت اور آپس میں مہربان ہیں رسول اور اصحاب رسول میں شدت و رحمت کے اعتبار سے وحدت صحابہ کرام کی نسبت محمدیہ کا ثمرہ ہے

ابتداء نبوت اور آغاز وحی کے وقت ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے حضور ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے عرض کیا

انك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم الضيف وتعين علىٰ نوائب الحق

(صحيح بخاری باب كيف كان بدا الوحی)

(بلا شبہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں بے کسوں کا بار اٹھاتے ہیں ناداروں کی مدد کرتے ہیں مہمان نواز ہیں اور مصائب میں حق کی مدد کرتے ہیں اور ہجرت مدینہ کے وقت مشرکین مکہ کے رئیس ابن الدغنہ نے ابوبکر صدیقؓ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علیٰ نوائب الحق (بخاری باب

الہجرت) (بلا شبہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں بے کسوں کا بار اٹھاتے ہیں ناداروں کی مدد کرتے ہیں مہمان نواز ہیں اور مصائب میں حق کی مدد کرتے ہیں) عملی زندگی میں ابوبکر صدیقؓ کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کمال درجہ کی یہ ظاہری مماثلت ومشابہت کامل درجہ کی نسبت محمدی کا اثر وثمرہ ہے

الاکمال فی اسماء الرجال میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق لکھا ہے **وکان یشبہ با النبی ﷺ فی سمتہ و دلہ وھدیہ** عبداللہ بن مسعودؓ چال میں اور اپنی عادات اور خصائل میں نبی پاک ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ کے شاگرد علقمہ بن قیسؓ کے متعلق تہذیب التہذیب ص ۲۷۷ / ج ۷ / میں لکھا ہے **اشبہ الناس ھدیا وسمتا ودلا باابن مسعود** علقمہؓ بن قیس اپنی چال اور عادات وخصائل میں ابن مسعود کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے

حیات طیبہ ص ۵۶۰ / پر حضرت عالی مولانا عبد القادر رائپوریؒ کا ایک ملفوظ لکھا ہے حضرت نے فرمایا یہ جو پاس بیٹھنا ہے اس کو توجہ کہتے ہیں پھر فرمایا اسی پاس بیٹھنے کی برکت تھی میرے حضرت (اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ) کے دل میں جو خیال آتا تھا وہی میرے دل میں بھی آتا تھا اب یہ معلوم نہیں کہ حضرت کے جی میں پہلے آتا تھا یا میرے جی میں ......افکار واقوال میں یہ وحدت نتیجہ ہے وحدت نسبت کا

حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کی اکابر کے ساتھ باطنی نسبت کی مضبوطی کا اثر ہے کہ حضرت والا افکار وعقائد میں خصائل و عادات میں اقوال واعمال میں اکابر دیوبند کا عکس نظر آتے ہیں عام اصول زندگی اور سیاسی افکار کے اعتبار سے حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ پر حضرت مدنی اور حضرت شیخ الہند کی نسبت غالب ہے ....عقائد ومسائل احقاق حق اور ابطال باطل کے لحاظ سے حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتوی کی نسبت غالب ہے ضبط اوقات اور کثرت مطالعہ کی جہت سے دیکھا جائے تو

تھانوی نسبت غالب ہے ذکر وفکر' سلوک وتصوف کے پہلو سے آپ پر رائیپوری نسبت غالب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی عمومی زندگی اور سیاسی افکار میں حضرت شیخ الہند اور حضرت مدنی کے اصول وافکار سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں اور ان کے اصول وافکار کی بنیاد پر اپنے فکر وعمل کی عمارت استوار کرتے ہیں عقائد ومسائل کی تحقیق وتوضیح میں حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کی تحقیقات سے روشنی حاصل کرتے ہیں حضرت تھانوی کی طرح آپ کے اوقات بھی منضبط ہوتے ہیں ناشتا' کھانا' چائے' مطالعہ' تلاوت وذکر اور عمومی مجلس کے لئے اوقات منضبط ہوتے ہیں پھر ان پر اس طرح کار بند رہتے ہیں کہ کسی خاص وجہ کے بغیر مجال ہے کہ ان میں فرق آجائے اور تصوف و سلوک میں رائیپوری سلسلہ کے مشائخ کا طریقہ کار آپ کے لئے ایک روشن مینار ہے ......خلاصہ یہ ہے کہ آپ میں اکابر علماء دیوبند کی علمی عملی اور روحانی نسبتیں جمع ہیں یہی وجہ ہے کہ جب آپ کسی موضوع پر گفتگو فرماتے ہیں تو اس پر اکابر دیوبند کے ملفوظات اور واقعات سے تائید ووضاحت آپ کی مجبوری اور طبیعت ثانیہ ہے ......کیوں؟.......

اس لئے کہ اکابر دیوبند کے ساتھ نسبت کا تقاضا یہی ہے۔

محبت الٰہیہ اور عشق رسول ﷺ

نسبت اکابر' نسبت رسول اور نسبت مع اللہ کے سلسلہ کی تمام کڑیاں زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے مربوط اور جڑی ہوئی ہیں اس لئے جب کسی کو اکابر کے ساتھ نسبت حاصل ہو جاتی ہے تو اسکو لازماً نسبت رسول اور نسبت الٰہیہ حاصل ہو جاتی ہے بلکہ نسبت اکابر نسبت رسول اور نسبت الٰہیہ کے حصول و وصول کا ذریعہ ہے۔ اسی لئے تصوف کے سلاسل اربعہ کے مشائخ کے شجرات مرتب ہیں جن کے پڑھنے کی متوسلین کو تلقین کی جاتی ہے تا کہ ہر ایک کی اپنے اپنے سلسلہ کے تمام مشائخ کے ساتھ نسبت قائم ہو کر نسبت رسول اور نسبت الٰہیہ تک وصول ہو جائے محبت اکابر' عشق رسول اور محبت الٰہیہ اسی نسبت کا نام ہو یا نسبت کا ثمرہ ہو بہر کیف یہ نسبتیں اور محبتیں لازم

وملزوم ہیں اور نسبت کے ان سلسلوں کی طرح محبتوں کے یہ سلسلے بھی باہم مربوط ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اس لئے دیوبند اور اکابر دیوبند کے نزدیک کمال ایمان کی علامت یہ ہے کہ اگر ایک طرف دل اہل اللہ کی محبت سے لبریز ہو تو دوسری طرف قلوب عشق رسول اور محبت الٰہیہ کے نور سے بھی منور ہوں ذرا سوچئے: جن کو تمام مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی ومحبت اس وجہ سے ہے کہ ان کے ساتھ ایک نسبت لگی ہوئی ہے الخلق عیال اللہ

(مخلوق خدا.خدا تعالیٰ کا کنبہ ہے) تو ان کو اہل اللہ رسول اللہ اور خود اللہ کے ساتھ کتنی محبت ہوگی اس کا اندازہ خود کر لیجئے

ایک عجیب واقعہ

حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحبؒ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم کبیر والا' مولانا عبدالرحمانؒ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم فیصل آباد اور راقم الحروف مدرسہ انوریہ طاہر والی میں شیخ المعقول والمنقول حضرت مولانا منظور احمد صاحب نعمانیؒ کے پاس تکمیل کر رہے تھے اسی اثنا میں ہم کمرے میں دودھ وغیرہ رکھ کر دروازہ بند کر کے تالا لگا کر مطالعہ' تکرار یا اسباق کے لئے جاتے واپس آ کر دیکھتے تو برتن خالی ہوتا ... بار ہا ایسا ہوا ہم بڑے پریشان ہوئے آخر ایک شب جمعہ کو ہم نے پہرہ دیا تو چور پکڑا گیا دروازہ کے دونوں تختوں کے نچلی جانب فاصلہ زیادہ تھا وہ زور لگا کر فاصلہ اور بڑھا لیتا پھر آرام سے اندر داخل ہو جاتا اور حسب منشا کاروائی کر کے نکل جاتا یہ چور تھا ایک موٹا تازہ کتا ہم نے اس کو پکڑ کر مارا پیٹا پھر چھوڑا تو وہ گولی کی طرح بھاگ کر گیا اس چور سے تو جان چھوٹ گئی لیکن بعد میں ہمیں بھی اپنے کئے کا بھگتان بھگتنا پڑا وہ اس طرح حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب گمانویؒ جو اس وقت سفر پہ تھے کچھ دنوں کے بعد واپس تشریف لائے حضرت کو ہماری کاروائی سے آگاہ کیا گیا ہم صبح کو سبق پڑھ رہے تھے کہ درمیان میں استاذ محترم کے پاس ایک پرچی آئی حضرت نے اس کو دیکھا دو تین منٹ خاموش رہے

پھر پرچی پڑھ کر ہمیں سنا دی اور فرمایا چندریو۔ ایہہ بزرگاں دا فرمان ہیوے اس کے بعد سبق شروع فرما دیا پرچی میں لکھا تھا کہ فلاں فلاں کا مدرسہ سے خارجہ ہے ان میں ہمارے نام بھی تھے ہم اٹھ کر باہر آ گئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کے خواست گار ہوئے حضرت نے فرمایا تساں اللہ تعالیٰ دی ہک مخلوق کوستایا ہیوے اوندے اتے ظلم کیتا ہیوے او بیچارہ کمزور تھی گیا ہوسی ونجوں اوکوں پکڑ کے گھن آ و اوکوں کھیر پلا وو اوکوں روٹی کھواوو کچھ ڈینہہ اوندی خدمت کر واو خوش تھی ویسی ول تو اکوں معافی تھی سی ہم میں ہمارے پیارے ساتھی مولانا عبدالرحمان بڑے خوش طبع تھے وہ کہنے لگے حضرت اوکوں اساں جیں ویلے چھوڑا ہا او تاں گولی دی طرح تیز بھجا ہا.... حضرت نے فرمایا او بیچارہ تیڈے ڈرکنوں تیز بھجا ہوسی عبدالرحمان صاحب نے کہا.... حضرت تساں اساڈی روٹی وی بند کر چھوڑی اے اساکوں روٹی وی نہیں ملدی اساں کتے کو کیویں کھواوں تساں اساں کو وی روٹی ڈے وو کتے دی روٹی وی ڈیوو اساں کوں کھیر وی ڈیوو کتے کیتے وی کھیر ڈیووو میں کتے کوں کو کھویساں وی سئی' پیویساں وی سئی' تے دھویساں وی سئی ..... تنبیہ مقصود تھی۔ بالآخر کافی اصرار کے بعد حضرت نے معاف فرما دیا اخیر میں آبدیدہ ہو کر ایک شعر دو تین دفعہ پڑھا حضرت کا کچھ ایسا انداز تھا کہ ہم سب اپنے کیے پر شرمندہ تھے اور رو رہے تھے شعر یہ تھا۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم اے میر سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

محبت الٰہیہ جیسے ذکر الٰہی اور کاملین کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مطالعہ اور استحضار سے بھی حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اسی لئے قرآن کریم میں اپنی نعمتوں کا اور اپنے منعم ہونے کا بار بار ذکر فرمایا ہے **وما بکم من نعمة فمن الله** جو نعمت بھی تمہارے پاس ہے وہ اللہ کی طرف ہے اور اسکی اتنی نعمتیں ہیں کہ تم ان کو شمار نہیں کر سکتے **وان تعدوا نعمة الله لا تحصو ها**

جس آدمی کا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر کرنے کا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو

سوچنے کا مزاج بن جائے وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مطالعہ اور استحضار کا عادی ہو جائے تو ایسا آدمی کبھی پریشان نہیں ہوتا وہ ہر آن اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر گذار نظر آتا ہے حتیٰ کہ اگر اس پر بظاہر کوئی پریشان کن اور غمناک حالت مسلط ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس غم والم کے ناگوار پردوں میں اپنی مستور و مخفی نعمتوں کا دروازہ اس پر کھول دیتے ہیں وہ ان نعمتوں کو دیکھ دیکھ کر ان کو سوچ سوچ کر خوش بھی رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شکر گذاری بھی کرتا رہتا ہے۔ اسی لئے دیکھا گیا ہے کہ سخت بیماریوں اور شدید مصیبتوں میں بھی اللہ والوں کے چہرے پھولوں کی طرح شگفتہ اور پر بہار نظر آتے ہیں ویسے تو اللہ تعالیٰ سے ہر آن عافیت کی دعا کرنی چاہیے تاہم دنیا میں مومن کی ادنی پریشانی بھی اللہ تعالیٰ کے قرب و رضاء اور محو سیئات کا اور آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے نعمت کا یہ پہلو تو ہر چھوٹی بڑی تکلیف میں موجود ہے اس سے مومن آدمی کے دل کو سکون اور اطمینان حاصل ہو جاتا ہے سو جس آدمی پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور رحمتوں کے مطالعہ اور استحضار کی حالت غالب ہو وہ خوش پر سکون اور اللہ تعالیٰ کی شکر گذاری میں مصروف رہتا ہے علم تصوف کی اصطلاح میں ایسے آدمی کو رجائی مزاج کہا جاتا ہے استاذ مکرم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ بھی رجائی مزاج ہیں ہم سالہا سال سے حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کو دیکھ رہے ہیں کہ کبھی بھی ان کی زبان پر کوئی محرومی اور ناسپاسی کا کلمہ نہیں آیا بلکہ کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اپنے اوپر احسانات اور انعامات کا ذکر کر کے اس پر شکر ادا کرتے رہتے ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرتے ہیں تو آواز بھرائی ہوئی اور آنکھیں پر نم ہوتی ہیں۔

حضرت موصوف اس وقت ستر اور اسی سال کے درمیان میں ہیں ایک دن فرمایا کہ بڑھاپا بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے میں نے عرض کیا حضرت بڑھاپا کیسے نعمت ہے ؟ حضرت نے فرمایا کہ میں جوانی میں گوشت بہت کھاتا تھا حتیٰ کہ بعض دفعہ گوشت کھاتا روٹی نہ کھاتا آخر ڈاکٹروں نے گوشت کھانے سے منع کر دیا اب بڑھاپے میں دانت

نہیں رہے تو وہ پرہیز خود بخود ہو رہی ہے....... جوانی میں منع کے باوجود کبھی بد پرہیزی ہو جاتی تھی اب وہ بد پرہیزی بھی نہیں ہوتی جوانی میں جوش' غرور' تکبر ہوتا ہے بڑھاپے میں تواضع انکساری اور تحمل و بردباری پیدا ہو جاتی ہے.... جوانی میں موت سے غفلت ہوتی ہے اور بڑھاپے میں موت کا فکر اور موت کی تیاری کرتا ہے اللہ تعالیٰ سفید بالوں کا لحاظ کرتے ہیں تو گویا بڑھاپا اور سفید بال اللہ تعالیٰ کے دربار میں سفارشی ہیں... لیکن حضور ﷺ نے ارذل العمر سے پناہ مانگی ہے ارذل العمر یہ ہے کہ آدمی اپنی ضرورتوں اور حاجات میں دوسروں کا محتاج ہو جائے نہ خود کھا سکے اور نہ خود پی سکے نہ اٹھ بیٹھ سکے اور نہ لیٹ سکے بالکل بچوں کی طرح ہو جاتا ہے لیکن بچوں میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص قسم کی خوشبو رکھی ہے جس کی وجہ سے آدمی بچے کو چومتا بھی ہے اور سونگھتا بھی ہے لیکن بوڑھے میں بدبو ہوتی ہے اس لئے اس کے قریب کوئی نہیں آتا .... راقم الحروف نے عرض کیا حضرت اس خوشبو کا بدل علم و عمل ہے آپ نے فرمایا یہ سچ ہے حضرت رائپوریؒ رعشہ کی وجہ سے معذور ہو گئے تھے خود نہ کھا سکتے' نہ پی سکتے اور نہ استنجا کر سکتے تھے لیکن لوگ پھول کی طرح اٹھائے پھرتے تھے اور اسکو اپنی خوش نصیبی سمجھتے تھے ایک مرتبہ حضرت سرگودھویؒ نے حضرت رائپوریؒ کا ایک ملفوظ سنایا .... فرمایا لوگ جو میرے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں اتنی خدمت اور محبت کرتے ہیں میرے پاس کیا ہے؟ میں اللہ تعالیٰ کا نام ہی تو لیتا ہوں اور کیا ہے؟

حضرت کے ہاں اولاد نہیں ہوئی بے اولادی کی وجہ سے لوگ کتنے پریشان ہوتے ہیں لیکن حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ طلبہ کا اپنے ساتھ محبت اور خدمت کا پرخلوص تعلق دیکھ کر فرماتے ہیں کہ اولاد کی خاطر آدمی کتنا پریشان ہوتا ہے اور کیا کچھ کرتا ہے پھر بھی پتہ نہیں ہوتا کہ اولاد وفا کرے گی یا نہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے ان پریشانیوں سے اور اس بوجھ سے بچا کر پلی پلائی اولاد عطا کی ہے جو اولاد سے زیادہ محبت اور خدمت کرتی ہے اور راحت کا ذریعہ بنتی ہے پالتے ہیں ماں باپ اور کام آتے

ہیں ہمارے ... یہ کتنا بڑا اللہ کا احسان ہے ہم ایسے مخلص خدام ہزاروں روپے خرچ کر کے بھی حاصل نہیں کر سکتے

۱۹ جمادی الاخریٰ 1416ھ پیر و منگل کی درمیانی شب باورچی خانہ میں حضرت خود چائے پکانے لگے تو گیس کو آگ لگ گئی جس سے آپ کا چہرہ ہاتھ پاؤں کافی حد تک متاثر ہو گئے ایک دن محترم جناب شیخ غلام محمد صاحب عباسی مہتمم جامعہ فرمانے لگے میں نے جب حضرت کی حالت دیکھی تو ارادہ ہوا کہ حضرت کو ملتان لے جاتے ہیں تا کہ حضرت کی اچھی طرح دیکھ بھال ہو سکے اور ایسی جگہ رکھا جائے جہاں صفائی ہو اور خصوصاً مکھی سے بچاؤ ہو لیکن جب میں نے دیکھا کہ حضرت کے کمرہ میں وہ سب تقاضے پورے ہیں جو میں چاہتا تھا تو میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا میں نے دیکھا کہ طلبہ خوب خدمت کرتے ہیں اور اتنی دیکھ بھال اور احتیاط کرتے ہیں کہ مجال ہے مکھی قریب آجائے۔

حضرت نے بھی فرمایا الحمد للہ جو مجھے یہاں آرام اور راحت ملی ہے وہ کہیں اور نہیں مل سکتی تھی میں جب تیمارداری کے لئے آیا تو ہاتھ اور چہرہ بہت بری طرح جھلسے ہوئے تھے لیکن پھر بھی چہرے پر مسکراہٹ اور خوشی کے آثار نمایاں تھے اور حضرت فرمانے لگے پہلے آپ لوگ فاقد الطھورین کی صورتیں بنا کر طلبہ کو سمجھاتے تھے میں فاقد الطھورین کی زندہ مثال ہوں نہ وضوء ہو سکتا ہے اور نہ تیمّم اب یہ نمازیں بعد میں قضاء کرونگا۔

ایک دن مفتی ظفر اقبال صاحب نے کہا گیس سلنڈر سے استاذ جی کا جلنا استاذ جی کے لئے روحانی ترقی کا ذریعہ ثابت ہوا حالانکہ استاذ جی اس وقت مسجد میں نماز نہ پڑھ سکتے تھے۔ بقول مفتی صاحب خود حضرت نے فرمایا کہ مجھے اس تکلیف میں اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب حاصل ہوا کہ جیسے کوئی چیز محسوس ہوتی ہے میں ایسے ہی اللہ کا قرب حسی طور پر محسوس کرتا تھا کوئی تکلیف بھی قرب الٰہی کا ذریعہ اس وقت بنتی ہے جب تکلیف

زدہ آدمی کے دل میں محبت الٰہی اور تعلق مع اللہ کی کیفیت راسخ ہو یعنی وہ صاحب نسبت ہو اور دل سے ہر حالت میں اللہ سے راضی ہو ایسے اہل نسبت اور ارباب رضا کو اللہ تعالیٰ غم والم کی حالت میں اپنا قرب بڑھا کر اور قرب کی حلاوت چکھا کر ان کے لئے تسلی کا سامان پیدا کر دیتے ہیں جس سے قرب الٰہی میں ترقی نصیب ہوتی ہے اور بڑی بھاری مصیبتیں ان کو ہلکی پھلکی نظر آتی ہیں اور مشکل سے مشکل اذیتیں ان کو آسان محسوس ہوتی ہیں حالانکہ یہ قرب معنوی اور قرب روحی ہے جو بلا رویت ہے اور جب قرب کے ساتھ دیدار بھی نصیب ہوگا تو اس کی حلاوت کا خود اندازہ کر لیں

یکم ذوالقعدہ ۱۴۲۷ھ کو حضرت کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوا تو حضرت کے لئے یہ بہت بڑا سانحہ تھا صدمہ بھی بہت ہوا بے آرامی اور پریشانی کی وجہ سے دل کی تکلیف بھی زیادہ ہوگئی حضرت خود فرماتے ہیں کہ میں نے پریشانی کو دور کرنے اور اپنے دل کو تسلی اور تسکین دینے کے لئے اس سانحہ کو اس پہلو سے سوچنا شروع کر دیا کہ الحمد للہ چلتی پھرتی کو موت آئی ہے معذور نہیں ہوئی اور مجھ سے پہلے وفات پائی ہے میرے بعد وفات ہوتی تو معلوم نہیں کتنی تکلیفیں اٹھاتی اسی لئے میں نے گیس سے جھلسنے والے حادثہ کے بعد اسی خیال سے کچھ جمع کرنا شروع کر دیا تھا تاکہ اگر میری وفات پہلے ہو جائے تو وہ جمع شدہ پونجی میرے بعد اس کے کام آئے اب یہ فکر دور ہوگئی ہے اور میں ہلکا پھلکا ہوں اور اسی جمع شدہ پونجی سے بنات میں دارالحدیث بن رہا ہے

آج سے تقریباً پانچ سال قبل کراچی میں بڑے بڑے ڈاکٹروں کی تشخیص تھی کہ حضرت کے دل کے دو وال بالکل ختم ہو چکے ہیں اور تیسرا بھی آدھا ختم ہے اور آدھا باقی ہے بائی پاس کریں تو پچاس فیصد کامیابی کا امکان ہے اسی لئے جو اللہ تعالیٰ نے زندگی لکھی ہے وہ اسی طرح پوری کر لیں حضرت نے فرمایا یہ میرے لئے کوئی نئی بات نہیں یہ سبق تو ہم نے پڑھا ہوا ہے کہ اللہ نے جس کی جو زندگی لکھ دی ہے اس سے پہلے اس کو موت نہیں آسکتی حضرت والا کو دل کا عارضہ بھی ہے شوگر کی تکلیف بھی ہے بلڈ پریشر بھی

کبھی کبھار لو ہو جاتا ہے اس کے باوجود تبلیغی اسفار بھی جاری ہیں اور تدریسی مشاغل بھی چل رہے ہیں ورد و وظائف کا سلسلہ بھی قائم ہے پھر بوڑھاپا بھی ہے اس کے باوجود الحمد للہ حضرت موصوف کا چہرہ گلاب کے تازہ پھول کی طرح شگفتہ پرمسرت اور پر بہار ہے یہ محبت الٰہیہ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مطالعہ اور استحضار اور اس پر شکر گذاری کا نقد صلہ وثمرہ ہے۔ دراصل احساس محرومی بہت سی پریشانیوں اور روحانی بیماریوں کی جڑ ہے جب کہ نعمتوں کے حصول کا احساس اور استحضار ہزاروں خوشیوں کا زینہ اور خزینہ ہے اسی لئے حضور ﷺ کا فرمان ہے جس آدمی میں دو خصلتیں ہوں اللہ تعالیٰ اس کو شاکر اور صابر لکھ لیتے ہیں ۔۔

(۱) جو شخص دین میں اپنے سے بہتر کو دیکھے پھر اس کی اقتداء کرے۔

(۲) اور دنیا کے اعتبار سے اپنے سے کمتر کو دیکھے اور اللہ تعالیٰ نے جو اس کو زیادہ نعمت عطاء کی ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کرے ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ شاکر' اور صابر لکھ دیتا ہے حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کا طرز فکر اور طرز عمل اسی حدیث کا آیئنہ دار ہے اور سکون و اطمینان بھی اسی میں ہے۔ ۱۴۲۵ھ ۲۰۰۵ء میں حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کی شفقت کہ مجھ جیسے بے وسیلہ آدمی کو بے سرو سامانی کی حالت میں زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوگئی ۔آپ کا اس سال حرمین شریفین کا چوبیسواں سفر تھا اس سفر میں حضرت والا کے ساتھ دو طواف کرنے کا اتفاق ہوا حضرت بوڑھاپے اور بیماریوں کے باوجود جوانوں سے زیادہ باہمت نظر آتے تھے آپ کوشش کرتے کہ حتی الامکان بیت اللہ کے قریب ہو کر طواف کریں حالانکہ بیت اللہ کے کے قریب بہت ہجوم ہوتا ہے طواف کے دوران میری عجیب حالت تھی جب ہجوم کی وجہ سے آپ کو دھکے لگتے تو میں آپ کے دونوں طرف بازو پھیلا کر بچانے کی کوشش کرتا لیکن آپ بعض دفعہ میرے ہاتھوں کو پیچھے ہٹا کرنا گواری کا

اظہار کرتے ۔اور بعد میں فرمایا کہ یہ سفرتو عشق و محبت کا سفر ہے اور عاشق و محبّ اپنے محبوب کی خاطر جتنے دھکے کھائے اس کو اتنا مزا آتا ہے اور کیا بعید ہے کہ محبوب کی خاطر یہ دھکے محبوب کی نظر کرم کا ذریعہ بن جائیں اسفار حج کے بارے میں آپکی خودنوشت ڈائری ۱۴۰۹ھ میں آٹھویں سفر کی روئے داد لکھنے کے بعد ایک نظم لکھی ہے۔

جس میں حضرت والا کے جذبات محبت کی عکاسی ہوتی ہے۔

۱۴۲۸ ... ۱۶ جمعرات

میں تو اس قابل نہ تھا

مکہ پھر دکھا دیا ۔ میں تو اس قابل نہ تھا
تو نے اپنا گھر دکھایا میں تو اس قابل نہ تھا
وہاں دیدار نبی پایا میں تو اس قابل نہ تھا
گرد کعبہ کے پھرا دیا میں تو اس قابل نہ تھا
مدتوں کی پیاس کو سیراب تو نے کر دیا
اک جام زم زم کا پلا دیا میں تو اس قابل نہ تھا
ڈال دی ٹھنڈک میرے سینے میں سما گیا
اپنے سینے سے لگا لیا میں تو اس قابل نہ تھا
خاص اپنے در کا رکھا تو نے اے مولا مجھے
یوں نہیں در در پھرایا میں تو اس قابل نہ تھا
میری کوتاہی کہ تیری یاد سے غافل رہا
پر نہیں تو نے بھلایا میں تو اس قابل نہ تھا
میں نہ تھا بے راہ تو نے دستگیری آپ کی
تو ہی مجھ کو راہ پہ لا دیا میں تو اس قابل نہ تھا
تیری رحمت تیری شفقت سے ہوا مجھ کو نصیب
گنبد خضرا کا سایہ میں تو اس قابل نہ تھا
میں نے جو دیکھا سو دیکھا بارگاہ قدس پہ
اور جو پایا سو پایا میں تو اس قابل نہ تھا

بارگاہ سید الکونین میں آ کر نفیس

سوچتا ہوں کیسے آیا میں تو اس قابل نہ تھا

جہاں تک عشق رسول کی بات ہے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اکابر دیو بند اپنے زمانہ کے عاشقان رسول کے سرخیل اور گل سر بند ہیں۔

حضرت گنگوہیؒ کے ہاں تبرکات میں حجرہ مطہرہ نبوی کے غلاف کا ایک ٹکڑا بھی تھا بروز جمعہ کبھی حاضرین وخدام کو جب ان تبرکات کی زیارت کراتے تو صندوقچہ خود اپنے دست مبارک سے کھولتے اور غلاف کا ٹکڑا نکال کر اپنی آنکھوں سے لگاتے اور منہ سے چومتے پھر اوروں کی آنکھوں سے لگاتے اور ان کے سروں پر رکھتے مدینہ کی کھجوریں عظمت وحفاظت سے سنبھال کر رکھ لیتے مبارک اوقات میں حاضرین میں اس طرح تقسیم کرتے گویا نعمت غیر مترقبہ اور اثمار جنت ہاتھ آگئے ہیں اور ان کی گٹھلیاں ہاون دستہ میں کٹوا کر نوش فرماتے حجرہ شریفہ کی خاک سرمہ میں ملا کر اخیر عمر تک وہ سرمہ استعمال کرتے رہے بعض مخلصین نے حضرت کی خدمت میں مدینہ منورہ سے کپڑا بھیجا کسی صاحب نے کہا کہ حضرت یہ تو یورپ کا بنا ہوا ہے فرمایا کہ اسکو مدینہ منورہ کی ہوا تو لگی ہوئی ہے۔ حجرہ مطہرہ نبوی کا جلا ہوا زیتون کا تیل جو جلنے کی وجہ سے بے مزا ہو چکا تھا وہ حضرت گنگوہی کو ملا تو پی لیا۔

حضرت مدنیؒ نے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھا تو روضہ اقدس سے جواب ملا **وعليك السلام ياولدى**

حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ پہلی مرتبہ جب حج اور عمرہ کی سعادت حاصل کر کے واپس کہروڑ پکا تشریف لائے تو کہروڑ پکا کے ایک صاحب نے پوچھا کہ حضرت کچھ مدینہ منورہ کی کیفیات کے بارے میں ارشاد فرمائیں حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا کہ بھائی وہاں کا دہی بہت میٹھا ہے یعنی میں مدینہ منورہ کی کسی چیز کی تحقیر نہیں کرسکتا ۔اشارہ تھا ایک واقعہ کی طرف۔ کسی صاحب نے مدینہ منورہ کے دہی کے بارے میں کہا تھا کہ مدینہ کا دہی کٹھا ہے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی تو آپ نے فرمایا یہاں کا دہی کٹھا ہے تو وہاں چلے جاو جہاں کا دہی میٹھا ہے

حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کی محبت الٰہیہ اور عشق کا یہاں سے اندازہ لگالیں کہ جب آپ نماز میں مشغول ہوتے ہیں تو بدن پر غیر اختیاری حرکت طاری ہو جاتی ہے ذکر وتلاوت کرتے ہیں تو ایک ایک لفظ ادب و محبت کے سانچہ میں ڈھلا ہوا ہوتا ہے بڑی محبت توجہ اور عجز و نیاز کے ساتھ الفاظ ادا ہوتے ہیں اور جب حج وعمرہ کی تیاری ہوتی ہے تو روانگی میں ابھی دیر ہوتی ہے لیکن آپکی حالت یہ ہوتی ہے کہ بدن یہاں پر ہے اور روح وقلب مکہ و مدینہ میں پہنچے ہوئے ہیں

استاذ محترم ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارت حرمین کے لئے تشریف لے گئے تو آپ ۲۹ ذی الحجہ کی شام کو حرم پاک میں تشریف لے گئے ایک طواف سورج غروب ہونے سے پہلے کیا اور ایک سورج غروب ہونے کے بعد کیا تاکہ اگر محرم کا چاند نظر آجائے تو پہلی صدی کا اختتام بھی طواف سے ہو اور نئی صدی کی ابتداء بھی طواف سے ہو لیکن اس دن چاند نظر نہ آیا تو آپ نے دوسرے روز تیس ذی الحجہ کو دوبارہ ایک طواف سورج غروب ہونے سے پہلے کیا اور ایک سورج غروب ہونے کے بعد اور یوں آپ کی پہلی صدی کا اختتام اور نئی صدی کا آغاز طواف سے ہوا پھر یکم محرم کو مدینہ منورہ تشریف لے گئے تاکہ نئے سال کا آغاز مدینہ منورہ سے ہو جائے یہ جذبہ یہ شوق اور طلب وتڑپ اسی محبت الٰہیہ اور عشق رسول کا عکس و پرتاؤ ہے اور اسی عشق ومحبت کے نور کا ظہور ہے یہ واقعہ میں نے پہلے مفتی ظفر اقبال صاحب کے واسطہ سے سنا تھا پھر براہ راست حضرت الشیخ سے بھی سنا

اسمیں کوئی شک نہیں کہ حرمین شریفین کا سفر خواہ سفر حج ہو یا سفر عمرہ عشق ومحبت کا سفر ہے باطن میں تو عشق ومحبت کے جذبات موجزن ہوتے ہی ہیں ظاہری وضع قطع بھی عاشقانہ اختیار کی جاتی ہے صرف تن پہ دو کپڑے ہیں اور بغیر کسی آرائش و زیبائش کے ننگے سر بکھرے بالوں کے ساتھ محبت میں تڑپ رہا ہے اور محبوب کے گھر کے گرد چکر پہ چکر لگا رہا ہے اس کی تعریف کے گن گا رہا ہے اور فریاد پہ فریاد کر رہا ہے ائے میرے

محبوب تو مجھ سے راضی ہو جا اور ہر اس قول و فعل اور نقل وحرکت سے اپنے آپ کو بچانے کی پوری پوری کوشش کرتا ہے جو محبوب کو ناپسند ہو اور محبوب کے نظر کرم سے محرومی کا سبب بن سکتی ہو ۔۔۔۔۔۔ مکہ میں ہے لیکن دل کی ہر دھڑکن پکار رہی ہے مدینہ زیارت مدینہ اور دل کی بیتابی اور بے چینی اس کو کھینچ رہی ہے روضۂ اقدس اور بارگاۂ نبوت کی حاضری کی طرف عشق رسالت کا جوبن .... تقاضا کرتا ہے ان مقامات مقدسہ کے دیدار کا جن کو رسالتمآب ﷺ کے ساتھ نسبت کا شرف حاصل ہے لیکن عالم وغیر عالم کی زیارات میں فرق ہے غیر عالم صرف عقیدت و محبت کے ساتھ ان مقامات مقدسہ کی زیارت سے قلبی تسکین اور ایمانی تازگی حاصل کرتا ہے مگر عالم ہر اس مقدس مقام کی جستجو کرتا ہے جس کا تذکرہ قرآن و حدیث میں ہوا جستجو کر کے ہر مقدس مقام کے متعلق قرآن و حدیث سے حاصل شدہ معلومات کا انطباق و مشاہدہ کر کے جہاں سکون قلب اور ازدیاد ایمان کا فائدہ حاصل کرتا ہے وہاں اس کا علم الیقین بوجہ مشاہدہ عین الیقین بن جاتا ہے حضرت نے ایک مرتبہ فرمایا میں نے حرمین شریفین کے اسفار میں کوشش کی ہے کہ زیادہ سے زیادہ ان تاریخی مقامات اور مقامات مقدسہ کی زیارت کروں جن کا قرآن و حدیث میں ذکر آتا ہے اس لئے جب حضرت کتاب الحج پڑھاتے ہیں تو اہم مقامات کا اس انداز سے تعارف کراتے ہیں کہ طلباء کو وہ غیب مقامات یوں محسوس ہوتے ہیں جیسے سامنے ہوں

حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا کہ جب ۱۴۰۰ھ ۔ ۱۹۸۰ء میں حرمین شریفین کا سفر ہوا تو تمام رفقاء سمیت غار ثور میں بھی حاضری ہوئی جب حضور ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جارہے تھے اور کفار آپ کی تلاش میں تھے تو مکہ کے قریب جبل ثور کی غار میں تین دن آپ چھپے رہے اسی غار کو غار ثور کہا جاتا ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ غار تک پہنچ گئے تو ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم غار میں پہلے میں داخل ہوں گا بعد میں آپ داخل ہوں گے تاکہ

اگراس میں کوئی ایذاء پہنچانے والی چیز ہوتو تکلیف مجھے پہنچے آپ کو نہ پہنچے سو ابو بکر صدیق غار میں داخل ہو گئے غار کو صاف کیا اس کے ایک طرف سراخ تھے اپنی چادر پھاڑ کر سوراخ بند کیے البتہ دو سوراخ باقی رہ گئے تو اس میں اپنے دونوں پاؤں رکھ لئے پھر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا آقا اب تشریف لایئے رسول اللہ ﷺ غار میں داخل ہوئے اور سر مبارک صدیق اکبرؓ کی گود میں رکھ کر سو گئے ایک سوراخ میں سانپ تھا اس نے صدیق اکبرؓ کے پاؤں کو ڈس لیا مگر ابو بکر صدیقؓ نے اس خوف سے ذرا برابر حرکت نہ کی تا کہ آپ ﷺ کی نیند میں فرق نہ آئے بالآخر آپ کے آنسو رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور پر گرے تو آپ ﷺ نے پوچھا ابو بکر کیا ہوا جواب دیا میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے سانپ نے کاٹا ہے رسول اللہ نے اس پر لعاب دہن لگایا تو تکلیف دور ہو گئی چونکہ کفار آپکو تلاش کر رہے تھے وہ تلاش کرتے ہوئے غار ثور کے منہ پر پہنچ گئے لیکن دیکھا کہ غار ثور کے منہ پر مکڑی نے جالا بنایا ہوا ہے اور کبوتری نے انڈے دے رکھے ہیں دیکھ کر کہنے لگے اگر اس غار میں داخل ہوتے تو جالا اور انڈے ٹوٹ جاتے چونکہ یہ ثابت ہیں لہذا آپ اس غار میں نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے یوں حفاظت فرمائی یہ تھوڑی سی وضاحت اس لئے کر دی گئی ہے تا کہ درج ذیل واقعہ کے اشارات سمجھ آجائیں

رفقاء میں ایک تو قاری نسیم الدین کراچوی تھے ۔ دوسرے انارکلی لاہور کی مسجد کے امام مولوی ابراہیم ڈنڈے والے کے بیٹے مولوی عبد الرحمٰن' تیسرے مولوی مقبول جو لاہور میں محلّہ گھوڑے شاہ کی ایک مسجد میں امام ہیں چوتھے مولوی فیروز دین سرگودھوی ہم جب غار ثور میں داخل ہوئے تو میرے سامنے وہ حدیث تھی جس میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ایک پریشانی کا اور حضور ﷺ کے تسلی دینے کا ذکر ہے جب کفار غار کے منہ پر آگئے تو ابو بکر صدیقؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا **لو ان احدھم نظر الیٰ قد میہ لا بصرنا تحت قد میہ فقال یا ابا بکر ما ظنك باثنین**

اللہ ثالثھما اگر ان میں سے کسی نے اپنے قدموں کی طرف جھانک لیا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر تیرا ان دو کے متعلق کیا گمان ہے جنکا تیسرا اللہ ہے ہم نے غار میں یہ سمجھنے کی کوشش کی کہ حضور ﷺ جو ابو بکر صدیقؓ کی گود میں سر رکھ کر سوئے ہوئے تھے تو وہ کون سی ہیئت ونشست تھی کہ غار کے منہ پر کھڑا ہوا آدمی اگر اپنے قدموں کی طرف جھانکے تو آپ نظر آجائیں گے آپ نے فرمایا کہ غار کے اوپر تین طرف سے تین بڑے پتھر ہیں اور ایک طرف سے پتھر تراش دیا گیا ہے اور دو پتھروں کے درمیان چیر ہے جس سے اندر والا آدمی غار کے منہ پر کھڑے ہونے والے آدمی کو اور اوپر والا اندر والے آدمی کو جھانک کر دیکھے تو دیکھ سکتا ہے اگر تو وہ سوراخ باقی ہوتا جس کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی ایڑی کے ساتھ بند کیا تھا تو اس ہیئت کا سمجھنا آسان تھا مگر اس سوراخ کے باقی نہ رہنے کی وجہ اس ہیئت کو متعین کرنے کے لئے ہمیں کافی سوچ بچار کرنا پڑا آخر ہم سب ایک ہیئت پر متفق ہو گئے حضرت الاستاذ فرماتے ہیں کہ اس ہیئت کے مطابق میں مولوی فیروز دین کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا اور میں نے قاری نسیم الدین سے کہا کہ اب غار ثور والی آیات تلاوت کریں تو قاری نسیم الدین نے اپنے عربی لہجہ میں ان آیات کی تلاوت کی **الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذاخرجہ الذین کفروا ثانیثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا** (اگر تم رسول اللہ ﷺ کی مدد نہیں کرو گے تو خود اللہ اس کی مدد کریگا جیسا کہ اس نے اس وقت بھی اس کی مدد کی جس وقت کہ کافروں نے اس کو ایسی حالت میں نکالا کہ وہ دو میں سے ایک تھا یعنی جس وقت وہ اپنے ساتھی کو کہہ رہا تھا کہ غم مت کیجئے کیوں کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے)

اے قارئین کرام ناکارہ بندہ راقم الحروف غار ثور سے ہزاروں میل دور بیٹھا ہوا جب اس منظر کو دل و دماغ میں مستحضر کر کے لکھ رہا ہے تو اپنے آنسو ضبط نہیں کر سکا تو جب ان خوش نصیب حضرات نے غار ثور میں بیٹھ کر حضور ﷺ کے اپنے یار غار و یار

مزار کی گود میں سر رکھ کر لیٹنے کی منظر کشی کر کے عربی لہجہ میں یہ پڑھا اور سنا ہو گا **اذاخرجه الذین کفروا ثانیثنین اذهما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا** تو ان کی قلبی کیفیت کیا ہوگی اس کا اندازہ خود کرلیں۔

بنو قریظہ یہود کا ایک قبیلہ ہے مدینہ کی مشرقی جانب میں ان کے بڑے مضبوط قلعے تھے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کے باوجودانہوں نے غزوہ احزاب میں حملہ آور کافروں کی مدد کی غزوۂ احزاب کے بعد یہ لوگ اپنے قلعوں میں جا گھسے اللہ کی طرف سے بنوقریظہ پر حملہ کرنے کا حکم نازل ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے قلعوں کا چوبیس پچیس دن محاصرہ کیا آخر کار یہ لوگ اس شرط پر قلعوں سے باہر آئے کہ حضرت سعد بن معاذؓ جو فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہوگا انہوں نے فیصلہ یہ کیا کہ ان کے جوانوں کو قتل کیا جائے اور عورتوں بچوں کو غلام بنا لیا جائیے اور ان کی اموال و جائیداد مہاجرین کو دیدی جائیں سورت احزاب کی آیت نمبر ۲۶ /اور ۲۷ میں اسی واقعہ کا ذکر ہے **وانزل الذین ظاهروهم الخ** اور اللہ نے اتار دیا قلعوں سے اہل کتاب میں سے ان لوگوں کو جنہوں نے ان کی مدد کی اور ڈال دی ان کے دلوں میں دہشت ایک گروہ کو تم نے قتل کیا اور ایک کو قید کیا اور تمہیں ان کی زمین اور ان کے گھر مال کا مالک بنا دیا حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ جب بنوقریظہ کے علاقے کی طرف گئے تو ان کے قلعہ کے کھنڈرات نظر آرہے تھے وہاں سورت احزاب کی آیت نمبر ۲۶ اور ۲۷ کی تلاوت سنی جن میں قلعوں سے ان کے اتارنے کا ذکر ہے اسی طرح جب احد کی طرف گئے تو غزوہ احد کی آیات جو سورت آل عمران میں ہیں انکی تلاوت سنی اسی طرح خیبر کی طرف گئے تو فرماتے ہیں کہ وہ قلعہ جس کو حضرت علی نے فتح کیا تھا اس کے کھنڈرات بھی موجود تھے اس کے اوپر چڑھ کر ارد گرد کو دیکھا۔

حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کے عشق رسول ﷺ کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ آپ اپنی خود نوشت ڈائری میں ایک جگہ لکھتے ہیں صبح مسجد نبوی میں صلوۃ

اشراق ادا کر کے ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کر کے اشک بار آنکھوں اور تڑپتے دھڑکتے دل کے ساتھ جب تک نظر نے کام کیا مڑ مڑ کر روضۂ اقدس پر حسرت بھری نگاہ ڈالتے ہوئے بذریعہ کار جدہ کے لئے روانہ ہوئے حضرت والا اپنی ڈائری میں اکثر سفر حرمین شریفین کا اجمالاً اندراج کر کے اخیر میں یہ شعر لکھتے ہیں

مشرف اگرچہ شد جامی زلطفش خدایا ایں کرم بار دیگر کن

اگرچہ آپ کی مہربانی سے جامی کو شرف یابی ہوئی اے خدا دوبارہ بھی یہ کرم کر

ایک اور جگہ لکھتے ہیں

اس ساقی کوثر سے صبا عرض یہ کرنا
اک رند سیاہ مست بہت یاد کرے ہے
یہ عاشق بے نام ہے مشتاق زیارت
دن رات تیرے ہجر میں فریاد کرے ہے

درویش زبوں حال ہے اے جان دو عالم ٹوٹے ہوئے دل سے جو تجھے یاد کرے ہے

اے باد صبا تیری راہ دیکھ رہا ہوں اب آ کے سنا جو ارشاد کرے ہے

ایک جگہ حضرت نے حرمین شریفین کے سفر کی عجیب تعبیر اختیار فرمائی ہے لکھتے ہیں حرمین شریفین کی خاک بوسی ایک جگہ یاد مدینہ کے عنوان سے حضرت سید نفیس شاہ صاحب کا کلام نقل فرمایا ہے
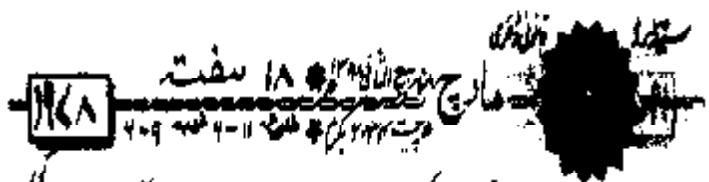
مارچ ۱۸ ہفتہ ۱۹۷۸

یاد مدینہ از حضرت شاہ نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

پھر رمضان کا جو مہینہ آیا - یاد رہ رہ کے مدینہ آیا

ہاتھ اٹھا کر جو دعائیں مانگیں - ہاتھ رحمت کا خزینہ آیا

بارگاہ نبوی میں پہنچا - جیسے ساحل پہ سفینہ آیا

حوصلہ سامنے ہونے کا نہ تھا - منہ چھپانے پہ کمینہ آیا

تن بدن کانپ رہا تھا میرا - اف ندامت سے پسینہ آیا

عرض کرتا تھا دل زار کا حال - کچھ سلیقہ نہ قرینہ آیا

آہ افسوس صد افسوس نفیس - فصل گل میں نہ پینا آیا

اتباع سنت محبت الٰہی کا تقاضا ہے کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے **قل ان کنتم تحبون اللہ فا تبعونی** فرما دیجئے اگر تم اللہ کے ساتھ محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو ایک تو اس وجہ سے کہ اتباع رسول ﷺ کا حکم تمہاری محبوب ذات کی طرف سے ہے اور محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کے حکم کی تعمیل کی جائے دوسرا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کو سنن رسول ﷺ پسند ہیں اور ہمیشہ محبّ اپنے محبوب کی چاہت و پسند کو پورا کرنے کی پوری پوری کوشش کرتا ہے ۔عشق رسول ﷺ کا تقاضا بھی اتباع سنت ہے کیونکہ جب محبوب کی طرف ہر منسوب چیز کے ساتھ محبت ہوتی ہے تو محبوب کی اداؤں اور سنتوں کے ساتھ بطریق اولیٰ محبت ہو گی اس کی سنتوں اور طریقوں پر عمل کرنے کا جذبہ بھی ضرور ہوگا لہذا عشق رسول ﷺ کا تقاضا ہے اتباع سنت حدیث پاک میں ہے **من احب سنتی فقد احبنی** جس نے میری سنت کے ساتھ محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی پس قرآن وحدیث سے ثابت ہوا کہ محبت الٰہی اور عشق رسول ﷺ کی علامت اور اسکا لازمہ اطاعت رسول اور اتباع سنت ہے اتباع سنت کے میدان میں بھی اکابر دیو بند صف اول کے لوگ ہیں۔

سنت یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں اندر رکھا جائے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر رکھا جائے اور جوتا پہنتے وقت پہلے دایاں پاؤں جوتے میں داخل کیا جائے اور اتارتے وقت پہلے بایاں پاؤں جوتے سے نکالا جائے حضرت گنگوہی کا طریقہ یہ تھا کہ وہ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں جوتے سے نکال کر جوتے کے اوپر رکھ لیتے پھر دائیں پاؤں کو جوتے سے نکال کر مسجد میں رکھتے اور بعد میں بایاں پاؤں رکھتے مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں مسجد سے نکال کر جوتے کے اوپر رکھ لیتے پھر دایاں پاؤں مسجد سے نکال کر جوتے میں داخل کرتے پھر بائیں پاؤں میں جوتا پہنتے آپ نے اپنے وصیت نامے میں لکھا اپنی زوجہ اور اپنی اولاد اور سب دوستوں کو بتایا کہ میں وصیت کرتا ہوں کہ اتباع سنت کو بہت ضروری جان کر شرع کے

موافق عمل کریں تھوڑی سی مخالفت کو بہت سخت دشمن اپنا جانیں ۔۔حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے والد مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ کا مقولہ ہے سنت کے موافق پاخانہ میں جانا خلاف سنت نفلیں پڑھنے سے افضل ہے

حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مجھے سنت سے محبت اور بدعت سے بہت نفرت ہے ایک موقع پر فرمایا طلبہ میں سنت پر عمل کرنے کا شوق ومحبت اور بدعت سے نفرت پیدا کرنی چاہیئے

حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کے والد گرامی حافظ محمد یوسف کا دارالعلوم کبیر والا کے زمانہ میں انتقال ہوا جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ سب رسمی امور سے دور رہے حالانکہ سب برادری جمع تھی ایسے موقع پر آدمی حالات کے دباؤ میں آکر لچک پیدا کر لیتا ہے لیکن حضرت والا نے بڑی پختگی دکھائی اور برادری کی پرواہ کیئے بغیر سب رسومات سے دور رہے آخر حضرت کے ماموں نے صورت حال کو دیکھ کر ناراضگی کا اظہار کیا انہوں نے کہا کہ سب برادری اور تعلق والے تمہاری خاطر آئے ہوئے ہیں اور تم ان سے دور دور پھر رہے ہو حضرت والا فرماتے ہیں میں نے کہا ماموں جان جہاں تک بڑے چھوٹے ہونے کا تعلق ہے آپ کا جوتا میرا سر جتنا چاہو مارو میں سی نہیں کرونگا اور اگر بات ہے مسئلہ کی تو پھر میں آپ کو وہی بات کہتا ہوں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے کہی تھی **یا ابت انی قد جائنی من العلم ما لم یاتك فاتبعنی اهدك صراطا سویا** اے اباجان اللہ نے مجھے وہ علم دیا ہے جو آپ کو نہیں دیا لہذا میری بات مان لو میں تمہیں سیدھا راستہ بتاتا ہوں ماموں جان میں بھی آپ کو یہی کہتا ہوں کہ دین کے مسئلہ کی بات ہے میں نے دین پڑھا ہے آپ نے نہیں پڑھا اس لئے آپ مسئلہ مجھ سے سمجھیں اس کے بعد حضرت نے سب کو سنت و بدعت کا مفہوم اور سنت کی اہمیت وفضیلت اور بدعت کی مذمت سمجھائی چونکہ حضرت کی برادری میں بہت سارے لوگ حلوائی تھے تو آپ نے

مثال دی کہ اگر میں تمہیں مشورہ دینے لگ جاؤں کہ جلیبی میں اتنی چینی ڈالو اور بالوشاہی اس طرح بناؤ تو آپ فورا کہیں گے تجھے کیا پتہ آپ کوئی مٹھائی کے کاریگر ہیں چونکہ میں مٹھائی کا کاریگر نہیں تو آپ مٹھائی کے بارے میں میرا مشورہ ماننے کے لئے تیار نہیں تو میں نے دین پڑھا ہے تم نے نہیں پڑھا میں دین کے بارے میں آپ کی بات کیسے مان جاؤں میں مٹھائی کے بارے میں تمہای بات مانتا ہوں دین کے بارے میں تم میری بات مانو حضرت فرماتے ہیں چونکہ یہ ہمارے گھر کا مسئلہ تھا والد صاحب کی وفات ہوئی تھی اس میں پختگی دکھانے کا فائدہ یہ ہوا کہ ہمیشہ کے لئے برادری کی رسوم و بدعات سے میری جان چھوٹ گئی میری سب برادری کو پتہ چل گیا ہے کہ جب یہ اپنے والد کی وفات پر رسموں میں شامل نہیں ہوا تو دوسروں کی رسموں میں کیسے شامل ہوگا اس لئے نہ مجھے کوئی رسموں پر بلاتا ہے نہ میں شرکت کرتا ہوں اور نہ ہی وہ اس کا برا مناتے ہیں حضرت جی کی اہلیہ خالہ جی مرحومہ کا یکم ذیقعدہ ١٤٢٧ھ جمعرات کی رات کو دارالبقاء کی طرف انتقال ہوا جمعرات صبح نو بجے باب العلوم میں اور شام چار بجے کمالیہ میں جنازہ ہوا حضرت والا نے جامعہ اسلامیہ باب العلوم کے استاذ الحدیث قاری محمد احمد صاحب مدظلہ کو نماز جنازہ پڑھانے کے لئے اور مولانا حبیب الرحمٰن مدظلہ کو بیان کرنے کے لئے فرمایا خصوصی طور پر مولانا حبیب الرحمٰن کو فرمایا یہ اعلان ضرور کر دینا کہ ہمارے ہاں ایصال ثواب کے لئے کوئی اجتماعی مجلس نہیں ہوگی البتہ اپنے طور پر جتنا ایصال ثواب کرنا چاہیں کر سکتے ہیں چنانچہ ہزاروں افراد کی موجودگی میں حضرت مولانا نے یہ اعلان فرمایا پھر کمالیہ حضرت نے خود نماز جنازہ پڑھائی جنازے سے پہلے آپ نے مختصر بیان کیا اس میں آپ نے اعلان فرمایا اصل چیز نماز جنازہ ہے نماز جنازہ کے بعد ہمارے ہاں نہ آج ایصال ثواب کی اجتماعی مجلس ہوگی نہ کل ہوگی نہ پرسوں ہوگی اس لئے جنازہ کے بعد جو ہماری برادری کے لوگ آئے ہوئے ہیں وہ ہماری طرف سے فارغ ہیں جو آسانی کے ساتھ جاسکتے ہوں وہ بے شک چلے جائیں ہماری طرف سے اجازت ہے رہی ایصال

ثواب کی بات تو آپ لوگ اپنے طور پر جب چاہیں جتنا چاہیں ایصال ثواب کرتے رہیں ساری زندگی ایصال ثواب کرنے لئے ہے یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ آپ کے پاس خالہ جی مرحومہ کے لئے جو پونجی جمع تھی ان کی وفات کے بعد ان کے ایصال ثواب کی نیت سے آپ نے باب العلوم کے شعبہ بنات میں اس رقم سے دار الحدیث کی تعمیر شروع کرادی ہے ایک دن عصر کے بعد مجلس میں فرمایا کہ کمالیہ میں جنازہ کے موقع پر میں نے اعلان کیا تھا کہ ہماری طرف سے ایصال ثواب کے لئے کوئی اجتماعی مجلس نہیں تو ممکن ہے برادری والے یہ سمجھیں کہ انہوں نے بخل کی وجہ سے ایصال ثواب کی اجتماعی مجلس کا اہتمام نہیں کیا یہ دارالحدیث مکمل ہو جائے تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں ساری برادری کی یہاں دعوت کروں اور ان کو دارالحدیث دکھاؤں تا کہ ان کو پتہ چل جائے کہ ہم بھی ایصال ثواب کے قائل ہیں ہم ایصال ثواب کرتے ہیں لیکن کرتے ہیں شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق نہ کہ اپنے خودساختہ رسمی طریقہ کے مطابق اور ان کو بتایا جائے کہ چاول وغیرہ کی دیگیں وقتی چیز ہے وہ بھی برادری اور دوست احباب کے پیٹ میں زیادہ جاتی ہے غریب مستحق لوگوں کو کم نصیب ہوتی ہے اور یہ صدقہ جاریہ ہے اور یہ بھی پتہ چل جائے کہ رسمی طریقہ کے مطابق ایصال ثواب نہ کرنا بخل کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اس کا دین وشریعت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ایسے موقع پر غیر برادری کے لوگوں کے سامنے ڈٹ جانا اور جم جانا بھی بڑی ہمت ہے لیکن یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں کیوں کہ اگر غیر برادری کے لوگوں کا مسئلہ ہو تو اتنی پریشانی اور خطرے کی بات نہیں البتہ جہاں سامنے اپنی برادری ہو جس کے ناراض ہونے اور ٹوٹ جانے کے خدشات بھی واضح نظر آرہے ہوں وہاں انجام سے بے پرواہ ہو کر خلاف شریعت برادری کی خواہش ومطالبہ کو رد کر کے شریعت کے تقاضے کو مقدم رکھنا برادری کے دامن کو جھٹک کر شریعت کے دامن کو تھام لینا اسی کا نام ہے ہمت و استقامت اور یہی ہے قوت ایمانی

حضرت کا سنت کے مطابق سالہا سال سے یہ معمول ہے کہ عشا کے بعد جلدی سو جاتے ہیں اور پھر تہجد کے وقت اٹھ کر پہلے تہجد پڑھتے ہیں پھر استغفار و اذکار اور ادعیہ ماثورہ بطور ورد پڑھتے ہیں اسی طرح مختلف احوال زندگی سے متعلق مسنون دعاؤں کے پڑھنے کا دائمی معمول ہے سوان دعاؤں کی برکت سے ان سب احوال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ نسبت قائم رہتی ہے اور قلبی تعلق جڑا رہتا ہے یہی راز ہے آپ کی روحانی ترقی کا جیسا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نے اپنے دادا مولانا محمد اسماعیل کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ حضرت گنگوہی کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے ابتداء سے اتباع سنت کا شوق تھا اور جو ادعیہ احادیث میں وارد ہوئے ہیں جیسے پاخانہ میں جاتے وقت یہ دعا پڑھے اور نکلتے وقت یہ اور بازار جاتے وقت یہ میں ان کا بہت اہتمام کرتا ہوں اس لئے مجھے اعمال مشائخ سے بہت کم دلچسپی تھی کبھی دس دن میں اور کبھی پندرہ دن میں مراقبہ وغیرہ کرلیا کرتا تھا یہ میری حالت ہے اور اب میرے ضعف کا وقت ہے میں چاہتا ہوں کہ جناب مجھے کچھ تعلیم فرماویں حضرت گنگوہی نے فرمایا جو کرتے ہیں ان میں آپ کو مرتبہ احسان حاصل ہے مزید تعلیم کی ضرورت نہیں کیونکہ مرتبہ احسان حاصل ہونے کے بعد اشغال صوفیہ میں مشغول ہونا ایسا ہی ہے جیسے کوئی گلستان بوستان پڑھنے کے بعد کریما شروع کر دے حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کو بھی ان اوراد مسنونہ کی برکت سے مرتبہ احسان بدرجہ کمال وتمام حاصل ہے۔

اتباع سنت کے لئے فہم سنت ضروری ہے

اتباع سنت کے لئے ضرورت ہے فہم سنت کی۔دین پر عمل کرنے کے حوالہ سے سنت کی تعریف یہ ہے **الطریقة المسلوکة فی الدین سواء کانت من رسو ل الله** ﷺ **او الخلفاء الراشدینؓ** (ردالمحتار ص٧٦/١۔اصول الشاشی ص١٠٤)

سنت ہر اس طریقہ کو کہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ یا خلفاء راشدین کی طرف سے

دین میں دائمی طور پر جاری کر دیا گیا.. لہذا جو طریقہ رسول اللہ ﷺ یا خلفاء راشدین کی طرف سے جاری نہیں کیا گیا اگر اس کو سنت یا دین کے نام پر جاری کر دیا جائے تو وہ سنت نہیں بلکہ بدعت کہلائے گا جیسے اذان سے پہلے اور جمعہ کے بعد صلوٰۃ وسلام' رسول اللہ ﷺ کے نام پر انگوٹھے چومنا۔ نماز میں زیادہ ٹانگیں چوڑی کرنا' ننگے سر نماز پڑھنا' دائیں ہاتھ کو بائیں کہنی پر اور بائیں ہاتھ کو دائیں کہنی پر رکھ کر سینے پر ہاتھ باندھنا' ایک ہاتھ کے ساتھ مصافحہ کرنا ان سب امور کو سنت اور دین کہا جاتا ہے حالانکہ نہ ان طریقوں کو رسول اللہ ﷺ نے جاری کیا ہے اور نہ خلفاء راشدین نے جاری کیا ہے اس لئے اس قسم کے سب طریقے بدعت ہیں ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کے وہ طریقے جو کچھ عرصہ کے لئے جاری ہوئے پھر ان کو چھوڑ دیا گیا ایسے بالاجماع متروکہ طریقوں کو سنت وشریعت قرار دینا بدعت ہے۔ یا وہ طریقے جن کے سنت ہونے پر اتفاق ہے انکو غیر سنت یا خلاف سنت قرار دیکر ان کے سنت ہونے کا انکار کرنا یہ بھی بدعت کے زمرے میں آتا ہے۔ جیسے ایک قبضہ داڑھی' بیس تراویح' جمعہ کی اذان اول' عیدین کی چھ زائد تکبیروں کے سنت ہونے کا کلی طور پر انکار کرنا یہ بھی بدعت ہے۔ لہذا کسی عمل کا صرف حدیث میں آجانا کافی نہیں بلکہ اس طریقہ اور عمل کا سنت ہونا تب ثابت ہوگا جب اس پر نبی پاک ﷺ یا کسی خلیفہ راشد کا دوام ثابت ہو جائے ....

حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ نے ایک مجلس میں فرمایا میں سنت و بدعت کی ایک آسان پہچان بتایا کرتا ہوں سنت علاقائی نہیں ہوتی بلکہ عالمی ہوتی ہے کیونکہ جیسے ہمارا دین عالمی دین ہے اور پورے عالم میں پھیلا ہے آپ ﷺ کی سنتیں بھی پورے عالم میں پھیلی ہیں اس لئے جو طریقے ایک علاقہ میں ہوں دوسرے علاقہ میں نہ ہوں وہ سنت نہیں بلکہ رسوم و بدعات ہیں۔

سنت اور حکمت و بصیرت

بعض دفعہ ایک کام کے لئے نبی کریم ﷺ سے مختلف طریقے ثابت ہوتے ہیں

اور سب کے سب سنت ہوتے ہیں لیکن ان میں سے ایک طریقہ ایسا ہے کہ لوگ اس کا مذاق نہیں اڑاتے بلکہ اس پر خوش ہوتے ہیں اور اس کو خوشی سے قبول کرتے ہیں جب کہ اسی کام کے دوسرے طریقے کا مذاق اڑاتے ہیں اور استہزاء و مذاق کر کے اپنا ایمان ضائع کرتے ہیں ایسی صورت میں حکمت وبصیرت کا تقاضا یہ ہے کہ اس سنت کو اختیار کیا جائے جو لوگوں کے ایمان ضائع ہونے کا سبب نہ بنے یعنی پہلا طریقہ اختیار کیا جائے۔

اس سلسلہ میں حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کی حکمت وبصیرت کے دو واقعہ ملاحظہ کیجئے

(۱) تہبند باندھنے کے بارے میں ایک سنت طریقہ یہ ہے کہ تہ بند ٹخنہ سے اوپر ہو دوسرا طریقہ یہ ہے کہ موٹی پنڈلی سے اوپر ہو .... استاد محترم ولی کامل حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور موٹی پنڈلی سے اوپر تک شلوار اونچی رکھتے تھے..

حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ ہم خانیوال اسٹیشن پر بیٹھے تھے میں نے حضرت مولانا اعزاز علیؒ کا ایک ملفوظ حضرت صوفی صاحب کو سنایا مولانا فرماتے ہیں کہ بعض لوگ مستحبات پر عمل کرتے ہیں لیکن اس سے دوسرے کا ایمان ضائع ہو جاتا ہے موٹی پنڈلی سے اوپر شلوار یا تہبند رکھنا مستحب ہے مگر مذاق کرنے سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے حضرت صوفی صاحب نے حدیث شریف سنائی **من تمسك بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهيد۔** (جس نے فساد امت کے زمانہ میں میری سنت کو مضبوطی سے پکڑا اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے)

اور فرمایا اس حدیث کا کیا مطلب؟

حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا اس کا جواب بعد میں دونگا پہلے ایک واقعہ سن لیں ... ارواح ثلاثہ میں لکھا ہے جب مولوی اسماعیل صاحبؒ نے رفع یدین شروع کیا تو مولوی محمد علی صاحبؒ ومولوی احمد علی صاحبؒ نے جو شاہ عبد العزیز

کے شاگرد تھے اور ان کے کاتب تھے شاہ صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت مولوی اسماعیل صاحبؒ نے رفع یدین شروع کیا ہے اور اس سے مفسدہ پیدا ہوگا آپ ان کو روک دیجئے جب شاہ عبدالقادرؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا میاں عبدالقادر تم اسماعیل کو سمجھا دینا کہ وہ رفع یدین نہ کیا کریں۔ کیا فائدہ ہے خواہ مخواہ عوام میں شورش پیدا ہوگی شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے مولوی محمد یعقوب صاحبؒ کی معرفت مولوی اسماعیل صاحبؒ سے کہلایا کہ تم رفع یدین چھوڑ دو اس سے خواہ مخواہ فتنہ ہوگا۔ جب مولوی محمد یعقوب صاحبؒ نے مولوی اسماعیل صاحب سے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنے کا خیال کیا جائے تو اس حدیث کے کیا معنیٰ ہونگے۔ **من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد۔**

کیونکہ جو کوئی سنت متروکہ کو اختیار کریگا عوام میں ضرور شورش ہوگی مولوی محمد یعقوب صاحبؒ نے شاہ عبدالقادر صاحبؒ سے ان کا جواب بیان کیا اس کو سن کر شاہ عبد القادر صاحبؒ نے فرمایا۔ بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہوگیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنیٰ بھی نہ سمجھا یہ حکم تو اس وقت ہے جب کہ سنت کے مقابل خلاف سنت (یعنی بدعت) ہو اور ما نحن فیہ زیر بحث مسئلہ رفع یدین میں سنت کے مقابل خلاف سنت نہیں بلکہ دوسری سنت (ترک رفع یدین) ہے کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے یوں ہی ترک رفع یدین بھی سنت ہے جب مولوی محمد یعقوب صاحبؒ نے یہ جواب مولوی اسماعیل صاحبؒ سے بیان کیا تو وہ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا (یعنی اس بات کو تسلیم کرلیا) حضرت والا نے فرمایا مولانا یہاں بھی دو سنتیں ہیں شلوار ٹخنہ سے اوپر تک ہو یا موٹی پنڈلی سے اوپر ہو اگر پہلی سنت پر عمل کرو گے تو سنت کا ثواب بھی مل جائے گا اور دوسروں کا ایمان بھی ضائع ہونے سے بچ جائے گا اور اگر دوسری سنت پر عمل کرو گے تو لوگ مذاق کریں گے جس کی وجہ سے دوسروں کا ایمان ضائع ہو جائیگا

(۲) ایک مجلس میں حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا میرے سامنے

ایک مولوی صاحب نے کہا ہم قل وغیرہ کی مجالس میں اس لئے جاتے ہیں کہ اگر ہم نہ گئے تو بریلوی آئیں گے اور گمراہی پھیلائیں گے میں نے کہا کہ قیامت کے روز جب جہنم کا دروازہ کھلے تو جلدی سے جہنم میں داخل ہو کر اندر سے دروازہ بند کر لینا تاکہ کوئی بریلوی جہنم میں داخل نہ ہو جائے پھر فرمایا جب ہم ان بدعات میں شامل ہو گئے تو خود ہم نے ان بدعات کو تحفظ دیدیا اب ان کو ختم کیسے کر سکتے ہیں اس لئے اولاً تو ہمیں ان مجالس میں شرکت کرنے سے بچنا چاہئے الحمد للہ میں ان مجالس میں کبھی شریک نہیں ہوا تاہم جو علماء ایسی مجالس میں شریک ہوتے ہیں میں انہیں ان بدعات کو ختم کرنے کا ایک نسخہ بتاتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کو یہ سمجھائیں کہ اگر تم نے قل وغیرہ کرنے ہیں تو ان کو دین سمجھ کر نہ کرو کیونکہ دین میں یہ چیزیں نہیں ہیں بلکہ یوں کہیں کہ ہماری برادری ہمارے علاقے کا ایک رواج ہے اس رواج کو پورا کرنے کے لئے ہم یہ کام کرتے ہیں اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ کم ازکم یہ لوگ بدعت سے تو نکل آئیں گے اب رہ جائیگی رسم اللہ تعالیٰ توفیق دیں گے تو آہستہ آہستہ رسم سے بھی نکل آئیں گے اصل طریقہ وہی ہے کہ ان مجالس میں شرکت ہی نہیں کرنی چاہیے۔

تقویٰ

تقوے کا مطلب ہے عقائد اعمال اور اخلاق سے متعلقہ جو بھی احکام شرع ہیں ان کی پابندی کرنا اور ان میں حکم شکنی کرنے سے بچتے رہنا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی دنیا و آخرت کی بے شمار نعمتوں کو صفت تقویٰ کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ فرمایا

- تقویٰ اختیار کرو گے تو کامیابی نصیب ہوگی **واتقو اللہ لعلکم تفلحون**
- تقویٰ اختیار کرو گے تو رحمت الٰہی نازل ہوگی **واتقو اللہ لعلکم ترحمون**
- تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے واللہ ولی المتقین

- تقویٰ اختیار کرو گے تو دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ رہو گے ان تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدھم شیئا
- تقویٰ اختیار کرو گے تو جنت نصیب ہوگی ان المتقین فی جنٰت ونعیم
- تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ کے محبوب بن جاؤ گے ان اللہ یحب المتقین
- تقویٰ اختیار کرو گے تو آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھل جائیں گے ولو ان اھل القریٰ آمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکات والارض
- تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ کمزوروں کو طاقتوروں پر غالب کر کے حق و باطل کا فیصلہ کردیگا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا
- تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ مشکلات سے نکلنے کی سبیل پیدا کردیگا ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا
- تقویٰ اختیار کرو گے تو وہ تمہارے لئے روزی کے ایسے اسباب پیدا کردیگا جو تمہارے وہم و گمان میں بھی نہ ہونگے ویرزقہ من حیث لا یحتسب
- تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ آسانیاں پیدا کردیگا ومن یتق اللہ یجعلہ من امرہ یسرا
- تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزتیں پاؤ گے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم
- تقویٰ اختیار کرو گے تو انجام اچھا ہوگا والعاقبۃ للمتقین

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وتعاونوا علی البر والتقویٰ

نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کرو گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد مت کرو

مالیات میں اکابر دیو بند کا تقویٰ

شرعی احکامات کے مختلف شعبوں کے اعتبار سے تقویٰ کے بھی مختلف شعبے ہیں۔ ۔تقویٰ عبادات میں، تقویٰ معاملات میں، تقویٰ اخلاق میں، علماء اور طلبہ کے تقوے کا امتحان نماز، روزہ وغیرہ عبادات میں نہیں کہ یہ تو ان کے ماحول کا تقاضا اور ان کی مجبوری ہے ان حضرات کے تقوے کا اصل امتحان اخلاقیات اور معاملات میں ہے خصوصاً مالی معاملات میں مالی امور میں اکابر دیو بند کا تقویٰ ملاحظہ کیجئے.........

(۱) حضرت گنگوہیؒ کے پاس جب باہر سے بڑی رقمیں آتیں تو آپ واپس کر دیتے کہ اب درس نہیں رہا بعض لوگوں نے رائے دی کہ حضرت واپس کیوں کی جائے صاحب رقم سے اجازت لیکر کسی دوسرے مصرف میں خرچ کر دیجئے حضرت نے فرمایا کہ میں لوگوں سے کیوں اجازت لیتا پھروں

(۲) حضرت مولانا احمد علی صاحب محشی بخاریؒ کلکتہ میں مقیم تھے وہیں پڑھایا کرتے تھے چھٹی کے زمانہ میں سہارنپور تشریف لائے دیکھا مدرسہ تعمیر ہو رہا ہے تو کلکتہ چندہ کے لئے تشریف لے گئے واپس تشریف لائے تو خرچ میں ایک پیسہ کا لفافہ اور کارڈ بھی درج تھا اخیر میں یہ بھی درج تھا کہ کلکتہ سے فلاں جگہ میں اپنے ایک دوست سے ملنے کی غرض سے گیا تھا اگرچہ وہاں اندازہ سے زیادہ چندہ ہوا مگر میرے سفر کی غرض چندہ نہ تھا اسلئے خرچ کی اتنی مقدار حساب میں سے وضع کر لی جائے۔

(۳) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ سے جب کوئی ذاتی ملاقات کے لئے آتا تو حضرت قالین سے نیچے اتر آتے پوچھنے پر فرماتے مدرسہ نے یہ قالین سبق پڑھانے کے لئے دیا ہے جب ہم اپنا ذاتی کام کریں تو اس قالین پر بیٹھنے کا حق نہیں ....

مدرسہ میں حضرت کی دو ذاتی چارپایاں موجود رہتی تھیں مدرسہ کی چار پائی یا بستر پر نہیں بیٹھتے تھے .... مدرسہ کے سالانہ جلسوں میں حضرت سہارنپوریؒ اور دیگر مدرسین اور مہتمم صاحب ہمہ تن مدرسہ کے کام میں مشغول رہتے تھے مگر سب حضرات کھانا اپنے اپنے گھر سے کھایا کرتے تھے مدرسہ کے مہتمم مولانا عنایت الٰہی صاحب کے مدرسہ میں دو قلمدان رہتے تھے ایک ذاتی اور ایک مدرسہ کا .... اپنے گھر وغیرہ جو پرچہ بھیجنا ہوتا وہ اپنے قلمدان اور کاغذ پر لکھتے تھے اور مولانا ظہور الحق صاحب مدرس مظاہر العلوم مطبخ میں مہمانوں کے کھانا پکوانے کے منتظم تھے وہ دیگ کا نمک بھی خود نہیں چکھتے تھے بلکہ کسی طالب علم یا مہمان کو چکھاتے تھے ....

ایک مرتبہ جامعہ قادریہ تلمبہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر حضرت سرگودھویؒ تشریف لائے ہوئے تھے غالباً ظہر کی نماز کے لئے حضرت مسجد میں تشریف لائے ابھی باہر کے دروازے میں تھے کہ آپ نے دیکھا جلسہ کا اشتہار سائز میں خاصہ بڑا ہے اور اشتہارات کی لڑیاں بنا کر مسجد میں لٹکائی ہوئی ہیں حضرت وہیں کھڑے ہو گئے اور رعب دار آواز میں فرمایا کہاں ہے نیاز شاہ۔؟ فوراً شاہ صاحب ہانپتے کانپتے ننگے پاؤں حاضر ہوئے حضرت سرگودھوی نے فرمایا نیاز شاہ کیا اب عشر زکوۃ کے پیسوں کا مصرف یہی قد آدم اشتہار رہ گیا ہے۔؟ آپ کو تو معلوم ہے دار العلوم دیوبند میں جلسہ ہوتا تو حضرت تھانوی کی تقریر ہوتی تھی اور چھوٹا سا اشتہار چھپوا کر لوگوں کو اطلاع کی جاتی یہ ابھی اترواؤ چنانچہ پہلے وہ اشتہاروں کی لڑیاں اتاری گئیں پھر حضرت مسجد میں داخل ہوئے.........

جب اس پہلو سے حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کو احوال زندگی کے آئینہ میں دیکھا جائے تو ہمیں بہت محتاط اور صفت تقویٰ سے متصف نظر آتے ہیں۔ دارالعلوم کبیر والا ہو یا باب العلوم وہ ہمیشہ اس بارے میں بہت زیادہ محتاط رہے ہیں کہ مدرسہ کی کوئی چیز گھر میں داخل نہ ہونے پائے اور ہماری خالہ جی مرحومہ تو اس معاملہ میں وہم کی حد تک حساس تھیں بس ذرا سا شبہ ہوا کہ یہ مدرسہ کی چیز ہے یا مدرسہ سے آئی ہے

فوراً واپس ہو جاتی ۔۔

دار العلوم کبیر والا کے زمانہ میں استاد محترم حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ فراہمی چندہ کے سلسلہ میں کراچی جاتے اور مدرسہ کے لئے معقول چندہ لے آتے لیکن کبھی بھی اس میں سے حصہ یا معاوضہ لینا گوارہ نہ کیا البتہ حضرت صدر صاحب اپنی رضا اورخوشی سے فصل کے موقع کچھ گندم بھجوا دیتے تھے وہ بھی طے شدہ نہ تھی اور حیران کن امر یہ کہ اتنے لمبے سفر میں صرف کرائے کا اندراج ہوتا ناشتہ' کھانا' چائے وغیرہ کا اندراج نہ ہوتا تھا کیونکہ ہر جگہ دوست احباب موجود ہوتے یہ ضرورتیں اس طرح پوری ہو جاتیں اس لئے آپ اس کا بوجھ مدرسہ پر نہ ڈالتے اور نہ اس کا خرچہ وصول کرتے ۔

باب العلوم میں آپ ہر طرح با اختیار ہیں اس کے باوجود یہاں پر پہلے سے بھی زیادہ احتیاط کرتے ہیں اسی طرح مدرسہ کے کتب خانہ کے بارے میں بھی آپ ہمیشہ محتاط رہے ہیں بلا ضرورت مدرسہ کے کتب خانہ سے کتاب کبھی نہیں منگواتے اور جب ضرورت پڑنے پر منگواتے ہیں تو فارغ ہونے کے بعد فوراً واپس بھیج دیتے ہیں .....

خالہ جی مرحومہ کی وفات کے بعد سفر حج سے قبل اساتذہ کرام کے ایک اجلاس میں فرمایا کہ کچھ رقم میں نے اپنی بیوی کے لئے اس خیال سی جمع کی تھی کہ میرے بعد وہ اپنی ضرورتوں میں اس رقم کو استعمال کرے گی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو اس محتاجی سے بچالیا اس لئے اب میں یہ چاہتا ہوں کہ باب العلوم کے شعبہ بنات میں اس رقم سے دارالحدیث بنوا دوں اور مفتی ظفر اقبال صاحب ناظم اعلیٰ باب العلوم کو کہا کہ اس کی بنیاد ابھی رکھوا کر کام شروع کرا دیں تاکہ میں حج سے واپس آؤں تو یہ کام مکمل ہو چکا ہو باقی رہ جائیں گی میرے پاس کتابیں یہ فی الحال میری ہی رہیں گی کیونکہ کتب خانہ میں جمع کرانے کے بعد استعمال کرنے میں آزادی نہیں رہتی لیکن میرے بعد میرے ورثاء سے اجازت لے لینا وہ بخوشی مدرسہ کے لئے اجازت دیدیں گے حالانکہ اگر خود کتب خانہ میں درج کرا دیں اور اپنے پاس رکھی رہیں تو آپ با اختیار ہیں ایسا کر سکتے ہیں اس پر

کسی کو اعتراض بھی نہ ہوگا لیکن آپ سوچتے ہیں کہ اگر ذاتی کتابوں میں سے کوئی کتاب ادھر ادھر ہوگئی تو ذاتی نقصان ہوگا جب مدرسہ کے کھاتہ میں چلی جائیں گی اور رہیں گی اپنے پاس تو اب کوئی کتاب ضائع ہوگئی تو مدرسہ کی کتاب کا ضیاع ہوگا اور ذمہ داری مجھ پر عائد ہوگی اس لئے آپ نے اپنی کتابوں کو احتیاطاً اپنی ملکیت میں رکھا حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کا جیسے اپنا مزاج اور اپنا طریقہ تھا آپ نے باب العلوم کے منتظمین اور اساتذہ کا مزاج بھی وہی بنایا ہے مفتی ظفر اقبال صاحب مدظلہ ہر سال لاکھوں روپے جامعہ کے لئے جمع کرتے ہیں اسی طرح بعض دوسرے اساتذہ کرام بھی فراہمی چندہ کے لئے سفر کرتے ہیں لیکن صرف عام کرائے کی حد تک اپنا سفر خرچ وصول کرتے ہیں نہ کوئی معاوضہ وصول کرتے ہیں نہ کوئی آزادانہ خوردونوش کے بل پیش ہوتے ہیں.................

باب العلوم میں ایک ماحول ہے کہ سال کے اخیر میں ہر کلاس مشترکہ طور پر اساتذہ کی دعوت کرتی ہے چونکہ ابتدائی کلاسوں میں نابالغ طلبہ بھی ہوتے ہیں اس لئے حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا ان طلبہ سے دعوت کھانا ہمارے لئے شرعاً درست نہیں لیکن انکار کرنے میں ان کی حوصلہ شکنی بھی ہے لہذا دعوت تو قبول کرنی چاہیئے لیکن اساتذہ خود بھی دعوت کے لئے ان کو کم ازکم بقدر طعام رقم دیدیا کریں تاکہ ہمارے لئے دعوت کھانے کا جواز ہو جائے اور طلبہ کی حوصلہ شکنی بھی نہ ہو۔

بعض کھاتے پیتے گھرانوں کے طلبہ گھر سے اپنے لئے کوئی چیز لے آتے تو وہ از راہ محبت حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں بھی اسمیں سے کچھ بطور ہدیہ پیش کرتے آپ نابالغ بچوں سے ایسا ہدیہ قبول نہیں کرتے لین دین کا معاملہ اتنا صاف رکھتے ہیں کہ آج تک کسی کو شکایت کا موقع نہیں مل سکا۔

خورد ونوش کے معاملہ میں طلبہ کرام بہت بے احتیاطی کرتے ہیں لیکن حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ طالب علمی ہی سے بہت محتاط رہے ہیں حضرت حکیم

العصر دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ قاسم العلوم میں ہم زیر تعلیم تھے ہمارا ایک ساتھی جو فتویٰ بازی میں بڑا سخت اور بڑا بے باک تھا دس محرم وغیرہ کی خیرات کو حرام کہتا تھا مگر جب دس محرم کو چاول کہیں سے آئے تو وہ بھی کھانے کے لئے تیار ہے۔ میں نے کہا کہ جناب آپ کا فتویٰ حرمت کا ہے آپ کیوں کھاتے ہیں؟ وہ کہنے لگا مال موذی بدست غازی خوب کھاؤ لیکن الحمد للہ میں نے وہ چاول نہ کھائے اور آج تک ایسی مشتبہ و مشکوک چیزوں سے احتیاط کرتا ہوں۔

ہمت واستقامت

ہمت واستقامت' اورالوالعزمی یہ ہے کہ آدمی جس چیز کو حق سچ اور صحیح سمجھتا ہے ہر حالت میں اس پر ہمت اور جواں مردی کے ساتھ قائم رہے اور نہ صرف یہ کہ قائم رہے بلکہ اس کا داعی بن جائے اور ایسا پر عزم با ہمت' صاحب عمل داعی کہ جس کے عمل اور دعوت عمل میں نہ خوف وہراس رکاوٹ بن سکے اور نہ طمع ولالچ ... نہ حب جاہ و مال اس کو مقصد سے ہٹا سکے نہ جبن و بزدلی نہ غفلت و لاپرواہی آڑے آئے نہ سستی وکاہلی اوروہ راہ استقامت اورراہ وفا کی ہر رکاوٹ کو دور کر کے اپنے مقصد کی طرف بڑھتا چلا جائے اور اپنی منزل کو قریب سے قریب تر کرتا جائے تا آنکہ وہ حصول مقصد اور وصول منزل میں کامیاب ہو جائے تیر وشمشیر کا میدان ہو یا علم وہنر کا' تلوار کی جنگ ہو یا دلائل کی۔ عقائد وافکار کا باب ہو یا اخلاق واعمال کا۔ تعمیر ظاہر کی سعی ومحنت ہو یا تزکیہ باطن کی ریاضت ومجاہدہ حق گوئی کا میدان ہو یا قلم کی جولان گاہ ہر میدان میں کامیابی کے لئے ضرورت ہے ہمت' جواں مردی اور استقامت کی ...

حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کی زندگی کو ہمت واستقامت' عزیمت و دینی حمیت' حق گوئی وبے باکی کے اعتبار سے دیکھا جائے تو شیخ مکرم کا ماضی درخشندہ تابندہ اور روشن نظر وتابناک آتا ہے ...

(۱) حدیث پاک میں ہے خیر العمل ما دیم علیہ بہترین عمل وہ ہے

جو اگر چہ تھوڑا ہو مگر اس پر دوام ہو اسی دوام عمل کا نام ہمت واستقامت ہے۔ سالہا سال سے ہم استاذ مکرم کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ اپنے اوراد وظائف اور اپنے معمولات پر اتنے پختہ ہیں کہ ناغہ تو کجا بے وقت ہونے پر ہی حضرت بے چین ہو جاتے ہیں۔ ذکر وتلاوت‘ تہجد وغیرہ شب و روز کے معمولات آپ کے طبعی تقاضے اور غذا بن چکے ہیں آپ ان کے لئے اسی طرح بے چین اور بے تاب نظر آتے ہیں جس طرح کوئی آدمی اپنی طبعی غذا کے لئے بے تاب ہوتا ہے ایک دن مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے معمولات پورے نہ ہو سکے میں نے دیکھا کہ طبیعت میں بڑی بے چینی ہے فرمانے لگے آج کچھ بھی نہیں ہو سکا پھر بعد میں اپنے معمولات پورے کئے۔۔۔حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کی تمام تر کامیابی اور ترقی کا زینہ ہمت واستقامت اور دوام عمل ہے۔زندگی کے کسی بھی شعبہ میں کامیابی کے لئے استقامت شرط اول ہے

(۲) خطبات حکیم العصر جلد نمبر۲ کے مقدمہ میں ایک واقعہ لکھ چکا ہوں کہ ایک بڑی شخصیت نے بڑے حضرات کی موجودگی میں ایک بزرگ کے متعلق کہا کہ اگر نبوت ختم نہ ہو چکی ہوتی تو وہ نبی ہوتا حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ سنتے ہی فوراً کھڑے ہو گئے اور اس غلطی پر متنبہ کیا۔

(۳) وفاق المدارس کا دارالعلوم اکوڑہ خٹک میں اجلاس تھا مولانا سمیع الحق خطبہ استقبالیہ پیش کر رہے تھے۔ کہ کیمرے کی لائٹ آئی حضرت سمجھ گئے کہ فوٹو کھینچے جا رہے ہیں فوراً کھڑے ہو گئے۔ مولانا سمیع الحق خاموش ہو گئے آپ نے فرمایا...آج دیو بند کا سارا علم وتقویٰ یہاں جمع ہے یا فوٹو گرافری کے جواز کا فتویٰ دیدیا جائے تاکہ میرے جیسا گناہگار آدمی دھوکے میں نہ رہے یا پھر ان کو منع کر دیا جائے اسی وقت ان کو نکال دیا گیا۔ تین دن اجلاس جاری رہا ان تین دنوں میں پھر دوبارہ کوئی فوٹو گرافر نہیں آیا بلکہ ٹی وی والے آئے تو ان کو بھی

اجازت نہ دی گئی۔ بعد میں مولانا رفیع عثمانی دامت برکاتھم نے اس پر خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا مولانا آپ نے بہت اچھا کیا کہ آپ نے ہم سب کا فرض ادا کر دیا۔

(۴) کراچی کے ایک عظیم جامعہ سے مسائل روزہ کے بارے ایک عظیم شخصیت کے نام سے رسالہ شائع ہوا حضرت والا نے کراچی سفر کے دوران وہ رسالہ دیکھا ۔اسمیں لکھا تھا کہ اگر مرد نے عورت کو دیکھا اور دیکھنے سے انزال ہو گیا تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے ایک شاگرد مولوی عطاء الرحمٰن کو ساتھ لیا جو حضرت کے رفیق سفر تھے اور منسوب الیہ شخصیت کی خدمت میں پہنچ گئے اور رسالہ میں لکھے گئے اس مسئلہ کی طرف متوجہ کیا جب کتابوں کی طرف مراجعت کی گئی تو یہ مسئلہ عورت کو چھونے کے متعلق تھا دیکھنے کے متعلق نہ تھا بلکہ صراحۃ لکھا تھا کہ محض دیکھنے سے انزال ہو گیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا حضرت موصوف کی عظمت' اخلاص اور اخلاقی جرأت کہ انہوں نے متعلقہ حضرات کو تصحیح کا حکم دیا اس ملاقات میں ایک عجیب لطیفہ یہ پیش آیا کہ استاذ محترم کے کپڑے رنگ دار کھدر کے تھے جب کہ مولوی عطاء الرحمٰن نے سفید استری شدہ جوڑا پہنا ہوا ہے اور سر پہ مایہ دار اکڑی تکڑی ٹوپی ۔وہ عظیم شخصیت حضرت حکیم العصر زید مجدہ کو یا پہچان نہ سکی یا ان سے پہلی ملاقات تھی حضرت والا پر شباب تھا شیبت کا کوئی نشان ظاہر نہ ہوا تھا اس لئے مولوی عطاء الرحمٰن کو بڑی شخصیت خیال کیا گیا اور حضرت کو خادم سمجھکر پہلے مولوی عطا الرحمٰن کو بڑے پر تپاک طریقہ سے ملے

مولوی عطاء الرحمٰن نے فوراً کہا مولانا یہ ہمارے استاذ ہیں اب مولانا نے معذرت کی اور حضرت کی طرف متوجہ ہوئے

(۵) ایوب خان کے دور میں عائلی قوانین کا فتنہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے ذریعہ کھڑا کیا

گیا تو اس وقت حضرت دارالعلوم کبیر والا میں مدرس تھے اور کبیر والا کی نور مسجد میں خطیب تھے حضرت نے ایوبی امریت کی پرواہ کئے بغیر خطبات جمعہ میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے درآمد کردہ عائلی قوانین کی خوب تردید کی اور اس کے مقابلہ میں اسلام کے عائلی قوانین کی برتری اور بہتری کو ثابت کیا کاش وہ ریکارڈ بھی محفوظ ہو جاتا تو وہ بڑا علمی ذخیرہ ہوتا۔

(۶) اسی طرح بھٹو دور میں جب سوشلزم کا شور اٹھا تو حضرت نے سوشلزم کے رد میں جمعہ کے بیان میں متعدد خطبے دیئے اور اس کے مقابلہ میں اسلام کے اقتصادی ومعاشی نظام کی افادیت و نافعیت کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا اس موقع پر آپ نے جمعیت علماء اسلام کے منشور کی خوب کھل کر حمایت کی اور اس کی تائید پر کئی خطبات دئے آپ کے یہ بیانات اتنے مدلل اور موثر ہوتے کہ مسجد کے باہر سڑک پر بھی لوگ ہوتے تھے

(۷) افغانستان میں طالبان کی تحریک کے آپ ہمیشہ پرجوش حامی رہے ہیں بلکہ جب طالبان کی افغانستان میں خلافت اسلامیہ قائم ہوئی تو آپ افغانستان کے دورے پر گئے آپ نے خود بھی اور باب العلوم کے اساتذہ کی جانب سے امیر المؤمنین ملاں محمد عمر کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی اگرچہ تدریسی مشاغل کی وجہ سے براہ راست خود تو عملاً جہاد میں شریک نہ ہو سکے تاہم آپ نے اسباق میں اور عوامی تقاریر ومجالس میں طالبان کے جہاد کی بھرپور تائید کی اور جہاد کے لئے سینکڑوں افراد تیار کئے۔آپ اپنی مثال دیا کرتے ہیں کہ میری مثال اس ماں کی طرح ہے جو مجاہد جنتی ہے مگر خود جہاد نہیں کرتی ہم مدرسین جہاد کا ذہن دیکر مجاہدین پیدا تو کر سکتے ہیں مگر خود جہاد میں شریک نہیں ہو سکتے۔شہداء ناموس صحابہ امیر عزیمت مولانا حقنواز شہید اور ان کے جانشین شہنشاہ خطابت مولانا ضیاء الرحمٰن فاورقی شہید جیسے ارباب عزیمت اور اہل استقامت حضرات آپ کے تربیت یافتہ اور

آپ کے پروردہ ہیں جو باطل کے مقابلہ میں ڈٹ گئے اور ڈٹ کر کٹ گئے مگر باطل کے سامنے جھکے نہ بکے۔خوف و لالچ ان کو بے ہمت یا پست ہمت نہ کرسکا اہل استقامت کی یہ جماعت ثمر ہے ایک صاحب استقامت استاذ کی تربیت ومحنت کا اگرچہ کام کا انداز اور طریق کار ان کا اپنا اجتہاد تھا

(۸) جب پرویز مشرف نے امریکہ کی خوشنودی کے لئے زور شور سے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ جہاد دہشت گردی اور انتہا پسندی ہے مجاہدین دہشت گرد ہیں اور دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہیرو بننے اور پیسہ کمانے کیلئے سینکڑوں مجاہدین امریکہ کے حوالے کئے جبکہ بعض کو شہید کیا بعض کو قید کیا اور مدارس کو دہشت گردی کے مراکز اور اڈے قرار دیکر ان کیخلاف پروپیگنڈہ تیز کیا اور علماء کو بدنام کرنے کی مہم شروع کی تو حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ نے علماء کے حوصلے بلند رکھنے اور ان کو درس استقامت دینے کے لئے مختلف بیانات کئے آپ نے ایک بیان میں فرمایا بلاشبہ علماء حقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں لیکن انبیاء کی وراثت میں جیسے فضائل ملتے ہیں ویسے ہی مصائب بھی ملتے ہیں اور وارثین انبیاء کو وہ فضائل تب حاصل ہوتے ہیں جب ان میں دین اور علم دین کی خاطر مصائب برداشت کرنے کا حوصلہ بھی ہو پس جیسے انبیاء علیہم السلام نے مصائب برداشت کر کے دین کے جھنڈے کو بلند رکھا ہمیں بھی دین کی عظمت کو قائم رکھنے اور دین کے جھنڈے کو بلند رکھنے کے لئے مصیبتیں برداشت کرنی ہونگی اس پر آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بہت ہی موثر انداز میں بیان فرمایا۔ نیز فرمایا حدیث میں ہے کہ وزغ (جس کو کوڑ کرلا کہتے ہیں جو دیکھتا ہے تو گردن کو اکڑا اکر دیکھتا ہے) اس کو اگر کوئی ایک ہی ضرب سے مار دے تو اس کو سو نیکیاں ملتی ہیں اور اگر دو ضربوں سے مارے تو اس کا ثواب کم ہے اور اگر تین ضربوں سے مارے تو اس کا ثواب اس سے بھی کم ہے اس حدیث میں آپ نے ترغیب دی کوڑ کرلا کو مارنے کی۔ ایک ہی ضرب سے مارنے والے کو سو نیکیوں کی خوشخبری دی اس کی آپ نے وجہ یہ بتائی **کان**

ینفخ علیٰ ابراھیم جب نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ جلائی تو یہ آگ تیز کرنے کے لئے پھونکے مارتا تھا اگرچہ کوڑ کرلا کی پھونک سے آگ تیز نہ ہوئی لیکن اس نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ عداوت ظاہر کی اور نمرود کا ساتھ دیا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مارنے پر ثواب بتایا جب آپ یہ بیان فرما رہے تھے تو ہر ایک سمجھ رہا تھا کہ کوڑ کرلے کا مصداق کون ہے۔اس بیان کے بعد علماء فضلاء اور سامعین سے مایوسی دور ہو چکی تھی اور ہر ایک اپنے اندر ایک حوصلہ اور ہمت محسوس کر رہا تھا سب کی زبان پر یہ جملہ تھا کہ ایسے بیانات ہونے چاہئیں۔

دار القرآن فیصل آباد کے بیان میں عوام الناس کو مخاطب کر کے فرمایا جب آپ لوگوں نے ان مدارس پر لاکھوں روپے خرچ کئے ہیں تو ان کی حفاظت صرف علماء کے ذمہ نہیں آپ حضرات کی بھی ذمہ داری ہے کہ آپ بھی ان کی حفاظت کریں اور جب علماء اور عوام مل کر مدارس کی حفاظت کریں گئے تو مدارس کا کوئی بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

جب ہم باب العلوم میں آئے تو شروع میں ایک فرقہ کے بعض متعصب لوگ استاذ محترم کو دیکھ کر ان کی طرف تھوکتے اور اپنی اس حرکت سے نفرت کا اظہار کرتے لیکن یہ کوہ استقامت نہ الجھا نہ دل برداشتہ ہوا بس اللہ سے لو لگا کر باب العلوم کو آباد کرنے کی طرف متوجہ رہا الحمد للہ آپ کی ہمت اور صبر و استقامت کا نتیجہ ہے کہ آج باب العلوم صف اول کے جامعات میں شمار ہوتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا کے اس فیضان کو جاری و ساری رکھیں آمین

منیر احمد منور

جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

عقیدۂ معاد کی حقیقت واہمیت

بموقع: ہفتہ وار اصلاحی بیان

بمقام: جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا

وقت: بعد نماز عشاء

تاریخ: ۲۰ اگست ۱۹۹۶ (۴ ربیع الاول ۱۴۱۷)

خطبہ

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ ونشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشہد ان سیدنا و مولانا محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم ‘

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام

صدق اللّٰہ العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذالک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللّٰہ ر[ب] العالمین۔

اللھم صل وسلم وبارک علٰی سیدنا محمدٍ و علیٰ آلہ وصحبہ کما تحب وترضٰی عدد ماتحب وترضٰی۔

تین بنیادی عقائد

اسلام نے ہمیں جو بنیادی عقائد سکھائے ہیں وہ تین ہیں۔ تین عقیدے بنیادی ہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت سی چیزیں ہیں جن کے اوپر عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔ لیکن بنیادی عقیدے تین ہیں ایک عقیدہ ہے توحید کا' کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے اور دوسرا عقیدہ رسالت کا کہ اللہ تعالیٰ کچھ منتخب ہستیوں کو اپنا رسول بناتا ہے اللہ تعالیٰ کے احکام' اللہ تعالیٰ کی مرضیات نامرضیات کو معلوم کرنے کا وہ ذریعہ ہوتے ہیں اور اللہ کی باتیں مخلوق تک ان کے واسطہ سے پہنچتی ہیں تو یہ رسالت اور نبوت کا عقیدہ بھی بنیادی عقیدوں میں سے ہے اور تیسرا عقیدہ جس کا عنوان ہے معاد جس کو ہم بعث بعد الموت کے ساتھ بھی تعبیر کر سکتے ہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا تو اس دنیا سے جانے کے بعد دوبارہ لوٹنا یعنی موت کے بعد زندگی کی طرف لوٹنا جس کو ہم معاد کا عقیدہ کہتے ہیں یا قرآن کریم جس کو بار بار **ایمان بالیوم الآخر** کے ساتھ بھی تعبیر کرتا ہے پچھلے دن کے متعلق ایمان کہ پیچھے بھی ایک دن آنے والا ہے۔

تو ایمان بالیوم الآخر یہ عنوان ہے قرآن کریم میں ہم اس کو بعث بعد الموت کے ساتھ بھی تعبیر کر سکتے ہیں اور معاد کے عقیدہ کے ساتھ بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ یہ عقیدہ بھی بنیادی عقائد میں سے ہے بلکہ قرآن کریم کی آیت اس بات پر زیادہ واضح دلالت کرتی ہے کہ ان تین عقیدوں میں سے بھی زیادہ اہم یہ دو عقیدے ہیں توحید کا اور معاد کا اس لئے **من امن باللہ والیوم الآخر' یؤمنون باللہ والیوم الآخر' امنا باللہ والیوم الآخر**۔ اکثر و بیشتر اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ یوم آخرت پر ایمان لانے کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے۔ بہت ساری آیات ایسی ہیں کہ جن کے اندر ان دونوں کو اکٹھا ذکر کیا گیا ہے ایمان باللہ والیوم الآخر اور اُن آیات میں

ساتھ رسالت کا عقیدہ مذکور نہیں ہے جس کی بناء پر بعض اہل باطل فرقوں نے یہ بات اخذ کی کہ آخرت کی نجات کے لئے رسالت کا عقیدہ ضروری نہیں۔ منکرین حدیث اور اس قسم کے لوگوں نے یہ شوشے بھی چھوڑے ہیں کہ رسالت کا عقیدہ ضروری نہیں۔ دیکھو قرآن میں جہاں بھی آتا ہے ایمان **باللہ والیوم الآخر** کا ذکر آتا ہے۔ یہ باطل عقیدہ ہے غلط مسلک ہے اور یہ کہنا کہ رسالت کا عقیدہ ضروری نہیں بالکل اسی طرح سے کفر ہے کہ جس طرح سے کوئی کہے کہ توحید کا عقیدہ ضروری نہیں اور یوم آخرت کا کوئی انکار کرے وہ بھی ایسے ہی کفر ہے تو توحید کا انکار کفر' رسالت کا انکار کفر' یوم آخرت کا انکار کفر' ایمان لانے کے لئے ان تینوں عقیدوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ لیکن جہاں تک اہمیت کی بات ہے اس میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ اصل ہے توحید اور آخرت پر ایمان .... لیکن توحید اور آخرت پر ایمان صحیح طور پر کوئی لا نہیں سکتا جب تک کہ رسالت کا قائل نہ ہو۔

عقیدہ رسالت کی اہمیت

توحید اور یوم آخرت جس کو ہم قیامت کے ساتھ بھی تعبیر کرسکتے ہیں بعث بعدالموت کے ساتھ بھی تعبیر کرتے ہیں اہمیت دو چیزوں کی زیادہ ہے لیکن جس وقت تک کوئی شخص رسالت پر ایمان نہ لائے تو وہ نہ صحیح طور پر توحید کے عقیدے پر ایمان لاسکتا ہے نہ وہ معاد اور یوم آخرت کے عقیدے پر صحیح طور پر ایمان لاسکتا ہے۔

صحیح عقیدہ توحید کا وہ بھی رسولوں سے دیکھا جائے گا اور صحیح عقیدہ معاد کا' یوم آخرت کا' وہ بھی رسول ہی بتائیں گے۔ نہ صحیح توحید کا تصور قائم ہوسکتا ہے رسالت کے بغیر' اور نہ صحیح قیامت کا تصور قائم ہوسکتا ہے رسالت کے بغیر' اس لئے ان دونوں عقیدوں کو صحیح طور پر اپنانے کے لئے رسالت کا عقیدہ ضروری ہے اس کے بغیر نہ توحید سمجھ آئے گی نہ قیامت کا عقیدہ صحیح طور پر سمجھ آئے گا اس لئے اگر ایمان باللہ اور آخرت کا ذکر آئے اور رسالت کا ساتھ ذکر نہ بھی آئے تو دلالۃً بھی ثابت ہے رسول کے بتائے

بغیر' اللہ کے نمائندوں کی وضاحت کئے بغیر ہم نہ توحید کو سمجھ سکتے ہیں نہ آخرت کے عقیدہ کو سمجھ سکتے ہیں ۔رسالت کا عقیدہ ہی ان دونوں کی وضاحت کرتا ہے اس اعتبار سے رسالت اصل ہے۔ان دونوں کے لئے اگرچہ مقاصد کے لحاظ سے توحید اور معاد کی اہمیت ہے یہ تین عقیدے ہیں جن کو اسلام کے اندر بنیادی عقیدے کہا جاتا ہے اور اس کے بعد پھر اور بہت سی باتیں ہوں گی جو توحید سے متعلق ہیں۔ رسالت سے متعلق ہیں۔ معاد سے متعلق ہیں۔ہم نے گزشتہ سارا سال جتنی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ان دو نوں عقیدوں کی وضاحت مکمل طور پر کردی تھی توحید اور اس کے ساتھ ساتھ شرک کیا ہے؟ ۔اور ردشرک .....یہ باتیں پوری وضاحت کے ساتھ آپ کے سامنے آ گئی تھیں اور رسول کے متعلق عقیدہ کیا رکھا جاتا ہے اور رسالت کے لوازمات کیا ہیں حتیٰ کہ رسلوں کے معجزات اور پھر ان کے ساتھ ساتھ دوسری چیزیں ولایت کا تذکرہ اور ولیوں کی کرامت کا تذکرہ اور سرور کائناتؐ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام کا تذکرہ یہ رسالت کے متعلق جتنے مباحث تھے وہ گزشتہ سال مختلف بیانات میں آپ کے سامنے واضح کردیئے گئے تھے۔

عقیدہ معاد کے متعلق ضروری مباحث

اب یہ تیسرے عقیدے کا نمبر آ گیا جو تیسرا عقیدہ ہے بعث بعد الموت کا یوم آخرت پر ایمان لانے کا اس کا کیا مفہوم ہے؟ اور اس کی کیا وضاحت ہے؟ اللہ نے اپنی کتاب میں اور اللہ کے رسول نے اپنے اقوال میں ہمارے سامنے اس عقیدے کو کس صورت میں پیش کیا ہے یہ مختلف اوقات میں متعدد بیانات میں آپ کے سامنے اس کی وضاحت کی جائے گی۔

شخصی اور عالمی موت

اللہ تعالیٰ نے جس وقت اس دنیا کو آباد کیا تھا اور پھر اس کے اندر مخلوق کو بسایا تو جہاں توحید کے عقیدے کی تلقین کی تھی ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے موت کا تصور اور فنا کا

تصور بھی دے دیا تھا موت اور فنا کا تصور اسی وقت ہی دے دیا تھا جس وقت اس کائنات کو آباد کیا تھا کہ یہ دنیا فنا بھی ہوگی اور موت بھی آئے گی....موت ایک تو ہے جس کو ہم کہہ سکتے ہیں شخصی موت جیسے آدم کے بچے پیدا ہوتے ہیں مرتے ہیں یہ شخصی موت ہے۔

اور ایک ہے عالمی موت جو سارے عالم پر طاری ہوگی اور سارا جہاں فنا ہوجائے گا شخصی موت کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا یہ شخصی موت مخلوق ہے پھر اللہ جس پر اس کو مسلط کرتا ہے اس کو یہ آتی ہے۔ **ھو الذی خلق الموت و الحیاۃ** قرآن کریم میں آیا ہے۔ حیاۃ بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی موت بھی اللہ نے پیدا کی۔ موت مخلوق ہے۔ شخصی موت یہ بھی اللہ کی مخلوق اور یہ پورے عالم کا فنا ہونا اس کو عالمی موت کے ساتھ تعبیر کرسکتے ہیں جہاں تک تو شخصی موت کا تعلق ہے یہ تو ایک مشاہدہ کی بات ہے ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ لوگ پیدا ہوتے ہیں مرتے ہیں یہ شخصی موت تو مشاہدہ کی بات ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ ہم اس کو یاد نہیں رکھتے کہ ہم نے مرنا بھی ہے لیکن ہے یہ مشاہدہ کی چیز۔ جب تذکرہ ہوگا تو کوئی آدم کا بچہ انکار نہیں کرسکتا اس بات کا کہ ایک دن مرنا ہے.. موت کا انکار نہیں کرسکتا..یقین ہے کہ مرنا ہے۔

لیکن اس دنیا کی گردوغبار کے اندر اس کو یاد نہیں رہتا کہ ایک دن میں نے مرنا ہے اس لئے انسان اس کو بھول جاتا ہے اس کو بھی یاد کروانے کی ضرورت ہے توجہ دلانے کی ضرورت ہے کہ شخصی موت بھی ہے اور ایک عالمی موت آئے گی جب ساری دنیا ختم ہوجائے گی کوئی بھی باقی نہ رہے گا' نہ زمین باقی رہے گی' نہ آسمان باقی رہے گا' نہ پہاڑ نہ درخت نہ دریا' کوئی چیز بھی باقی نہیں رہے گی سب کچھ نیست و نابود ہوجائے گا یہ عالمی موت ہے۔ ان دونوں موتوں کی آپس میں بہت مناسبت ہے اس لئے جب ہم بعث بعد الموت کے عقیدے کی وضاحت کریں گے تو اس میں شخصی موت کا تذکرہ بھی لائیں گے اور عالمی موت کا تذکرہ بھی لائیں گے کیونکہ ہماری شخصی موت کے بعد ہی بعث ہوگا

جس طرح سے عالمی موت کے بعد پھر عالمی بعث ہوگا یہ دونوں باتیں ساتھ ساتھ چلیں گی۔

انسان مرتا ہے تو مرنے کے بعد بڑی موت جو آئے گی عالمی جس کو قیامت کہتے ہیں شخصی موت اور عالمی موت کے درمیان میں جو وقت گزرتا ہے آدمی کے مرنے کے بعد قیامت تک جو وقت گزرتا ہے اس وقت کو کہتے ہیں برزخ یہ یاد رکھنا کہ برزخ کسی کوٹھے یا کسی مکان کا نام نہیں ہے کہ جس میں لے جاکر روحوں کو بند کر دیا جاتا ہے برزخ تو ایک زمانہ ہے جو شخصی موت اور عالمی موت کے درمیان میں ہے ایک آدمی مرا قیامت تک جو اس پر دور گزرے گا شخصی موت سے عالمی موت تک جو وقت آئے گا یہ وقت جو اس دنیا کی زندگی اور آخرت والی زندگی کے درمیان میں ایک آڑ ہے۔ اس زمانہ کو برزخ کہتے ہیں۔

تو یہ برزخ چونکہ اس کا تعلق بھی من وجہ آخرت کے ساتھ ہے۔ ہماری شخصی زندگی ختم ہونے کے بعد اسکی ابتداء ہوتی ہے اور اس میں کچھ حالات پیش آتے ہیں وہ بھی عقیدے سے تعلق رکھتے ہیں کہ موت کے بعد کیا ہوتا ہے اور اس طرح عالمی موت کے بعد کیا ہوگا وہ بھی عقیدے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے کہ ہم وضاحت سے جانیں کہ ہم نے مرنا ہے سب نے مرنا ہے عالمی موت بھی آئے گی اور اسکے بعد پھر انسان پر کیا گزرے گی تو یہ باتیں آپس میں ساتھ ساتھ چلیں گی شخصی موت یقینی ہے۔

موت کا کوئی انکار نہیں کرتا

اور اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا لوگوں نے خدا کے وجود کا انکار کیا ہے آسمانوں کے وجود کا انکار کیا ہے کتنے بڑے بڑے حقائق ہیں جن کا انکار کیا ہے لیکن اگر کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا تو اس بات کا انکار نہیں کرسکتا کہ پیدا ہونے والے کو ایک دن موت آنی ہے اس کا انکار کرنے والا آپ کو کوئی نہیں ملے گا۔ یقینی بات ہے لیکن یقینی بات ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ نے اپنی حکمت کے تحت ہمیں یہ بتایا' سمجھایا اور یہ عقیدہ تلقین کیا (یہ

بات عقیدہ کی ہے یا درکھیں) کہ شخصی موت کا وقت متعین ہے عالمی موت کا بھی وقت متعین ہے شخصی موت کا جو وقت متعین ہے وہ نہ آگے ہوگی نہ پیچھے...... جو وقت اللہ نے مقرر کیا ہے وہ موت اسی وقت آئے گی اسی طرح سے عالمی موت جو ہے اسکا بھی ایک وقت متعین ہے جو اللہ نے وقت مقرر کردیا وہ اسی وقت ہی آئے گی شخصی موت کا آنا یقینی اور وقت متعین پر آنا یقینی لیکن انسان کو بتایا نہیں گیا کہ موت کب آئے گی نہ یہ بتایا گیا ہے کہ جب تم ساٹھ سال کے ہوجاؤ گے تو مرجاؤ گے نہ یہ بتایا گیا ہے کہ جب تم تیس سال کے ہوجاؤ گے تو مرجاؤ گے نہ یہ بتایا گیا ہے کہ جب تم سو سال کے ہوجاؤ گے تو مرجاؤ گے۔ نہ یہ بتایا گیا ہے کہ تم بیمار ہوؤ گے تو مرجاؤ گے نہ یہ کہا گیا ہے کہ جب تم تندرست رہو گے تو نہیں مرو گے کچھ نہیں بتایا گیا نہ موت کا وقت بتایا گیا ہے نہ مرنے کی جگہ بتائی گئی ہے کہ مرنا کہاں ہے **وما تدری نفس بایّ ارض تموت** کسی نفس کو معلوم نہیں کہ اس کو موت کہاں آئے گی کب آئے گی یہ بھی معلوم نہیں کہاں آئے گی۔

بچہ یہ نہیں سوچ سکتا کہ میں ابھی بچہ ہوں میں نے مرنا نہیں ہے کیونکہ آئے دن بچوں کے جنازے بھی ہم پڑھتے ہیں۔ کوئی بچہ اس غلط فہمی میں نہ ہو کہ میں ابھی بچہ ہوں میں نے نہیں مرنا۔ نہیں، روز بچوں کے جنازے بھی آتے ہیں۔ کوئی جوان اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو کہ میں تو ابھی جوان ہوں میں نے بوڑھا ہونا ہے اور ابھی میں نے مرنا، نہیں۔

جوانوں کے جنازے بھی روز ہی اٹھتے ہیں اور کسی بڈھے نے تو کیا ہی سوچنا ہے۔ بڈھا ہوگیا تو ٹانگیں اب قبر میں لٹک گئیں اس نے کیا سوچنا ہے کہ میں نے نہیں مرنا۔ اس کے تو آگے موت منہ کھولے کھڑی ہے۔ بچپن ہو، بڑھاپا ہو، عمر کا کوئی حصہ ہو، ہر عمر کے لوگ مرتے ہیں اور ان کے جنازے اٹھتے ہیں تو کوئی مطمئن نہیں ہوسکتا کہ میری چونکہ عمر ابھی اتنی ہے میں نے نہیں مرنا۔ یا میں ابھی بچہ ہوں یا میں ابھی جوان ہوں یا میں یہ ہوں میں وہ ہوں حتیٰ کہ تندرستی اور بیماری کی بھی کوئی بات نہیں ہے آپ

کے سامنے آج کل تو اتنے کثرت سے واقعات آرہے ہیں کہ ایک آدمی بالکل صحت مند ہے دیکھتے دیکھتے ایک منٹ میں گیا دیر ہی نہیں لگتی روز مرتے ہیں۔ ایکسیڈنٹوں میں مرتے ہیں اور ایکسیڈنٹوں کے علاوہ دل کے اٹیک ہونے سے مرتے ہیں۔ اچھا بھلا انسان ہوتا ہے چلتا ہے پھرتا ہے ایک منٹ کے بعد خبر آجاتی ہے کہ ختم ہوگیا تو کیا کہا جا سکتا ہے! کہ جب تک ہم بیمار نہیں ہوں گے نہیں مریں گے؟ اور جب تک ہم تندرست رہیں گے نہیں مریں گے؟ بالکل غلط ہے اس غلط فہمی کو چھوڑ دو۔ اپنے ذہن سے نکال دو۔ بچے بھی مرتے ہیں، جوان بھی مرتے ہیں، بوڑھے بھی مرتے ہیں بیمار بھی مرتے ہیں صحت مند بھی مرتے ہیں۔ بیمار دس سال تک بیمار پڑا رہتا ہے نہیں مرتا اور تندرست پانچ منٹ میں چلتا لگتا ہے کوئی دیر ہی نہیں لگتی۔ تو اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے اس کو انسان سے مخفی رکھا ہے کہ نہ جگہ معلوم کہ کہاں مرنا ہے نہ وقت معلوم کہ کب مرنا ہے لیکن دونوں باتیں عقیدے میں ہیں کہ وقت بھی متعین ہے اور جگہ بھی متعین ہے یہ ہے آپ کے عقیدے میں بات۔

جسم میں اچانک جھرجھری کا سبب

علامہ سیوطیؒ نے کتاب لکھی ہے احوال الموتی والقبور کے بارے میں غالباً شفاء الصدور اس کا نام ہے میرے پاس ہے کتاب۔ اس میں علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں لوگ فرشتوں کو دیکھ لیا کرتے تھے نظر آجایا کرتے تھے۔ ملک الموت بھی نظر آجاتا تھا کہ یہ موت کا فرشتہ ہے اور وہ مختلف مجلسوں میں شرکت کرتے تھے آتے جاتے رہتے تھے۔ موت کا فرشتہ چلتا پھرتا تو اب بھی رہتا ہے پتہ نہیں یہاں بھی کتنے چکر لگا کے جاتا ہے روز دیکھنے کے لئے۔ انہوں نے لکھا ہے آپنے دیکھا ہے کہ کبھی کبھی انسان بیٹھا ہے اور بغیر کسی ظاہری سبب کے کوئی سبب نہیں ہوتا یوں جھرجھری آتی ہے اور رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں انسان کے.... پتہ نہیں آپ پر کبھی یہ کیفیت طاری ہوئی یا نہیں۔ بیٹھے بیٹھے کوئی ظاہری سبب نہیں ہوتا اس کو قشاریرہ کہتے ہیں عربی میں قشاریرہ،

بیٹھے ہیں کوئی سبب نہیں ہے سامنے نہ کوئی خوف، نہ کوئی خطرہ، نہ ہی دماغ میں خیال، نہ کچھ
ہم سوچ رہے ہوتے ہیں.... بیٹھے بیٹھے یوں جھرجھری سی آتی ہے اور انسان کو ایسے
معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی ہوا سی نکلتی ہے تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں یہ کیفیت کبھی
طاری ہوتی ہے؟ علامہ سیوطی کہتے ہیں جس وقت یہ کیفیت انسان پہ طاری ہوتی ہے یہ
علامت ہوتی ہے کہ عزرائیل اس کے پاس آیا ہے اور اس کو دیکھ کر روح بدکی ہے۔
جس طرح سے مثال کے طور پر مرغی بلی کو دیکھ کر بدکتی ہے۔ مرغی کو پتہ ہے کہ بلی مجھے
پکڑ لے گی کھا جائے گی اور مرغی کہیں کھڑی ہے یکدم بلی سامنے آجائے تو پھڑ پھڑاتی
ہے اس طرح سے کوئی دوسری چیز ہو جو ڈراؤنی چیز ہو کہ جس وقت سامنے آئے تو
پھڑ پھڑاتی ہے تو انسان کی روح کو احساس ہوتا ہے کہ میرے پاس ملک الموت آیا ہے تو
پھڑ پھڑا اٹھتی ہے اور انسان کو یہ قشاریرہ طاری ہوجاتا ہے اور روح سمجھتی ہے کہ عزرائیل
مجھے دیکھتا پھرتا ہے کہ کس وقت اس کا نمبر آنے والا ہے کس وقت میں نے اس کو لینا ہے
کس وقت میں نے نہیں لینا اور وہ کہیں سے گزرا آپ کے قریب سے اور آپ کی روح
نے احساس کرلیا تو کانپ اٹھی اور کانپ اٹھنے کے ساتھ رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں
اب جب کسی وقت آپ پر یہ کیفیت طاری ہو تو سمجھ لینا کہ عزرائیل صاحب تشریف
لائے ہوئے ہیں آس پاس پھر رہے ہیں۔

ملک الموت کی آمد کا واقعہ

کہتے ہیں سلیمان علیہ السلام کی مجلس میں ایک دفعہ عزرائیل موجود تھے۔ ملک الموت
موت کا فرشتہ **یتوفکم ملك الموت** قرآن کہتا ہے تمہیں ملک الموت وفات دیتا ہے
ایک شخص کو جو حضرت سلیمان کے دربار میں بیٹھا تھا ملک الموت بہت گھور گھور کے دیکھ
رہا تھا بڑے غور کے ساتھ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے اس کو دیکھ رہا تھا اور اس کو بھی احساس
ہوگیا کہ یہ ملک الموت ہے وہ ڈر گیا کہ معلوم ہوتا ہے مجھے یہ پکڑے گا جو اتنا گھور گھور
کے دیکھ رہا ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام سے اس شخص نے کہا (یہ علامہ سیوطی نے اس

کتاب میں واقعہ لکھا ہے) کہ جی ملک الموت مجھے بڑا گھور گھور کے دیکھ رہا ہے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے میرا خیال ہے کہ میری روح قبض کریگا آپ ہوا کو حکم دیں مجھے کہیں دور دراز علاقہ میں پھینک آئے تو سلیمان علیہ السلام کہنے لگے کہ کہاں جانا چاہتے ہو؟ وہ کہنے لگے کہ جی حکم دو ہوا کو مجھے ہند میں پھینک آئے یہ سارا علاقہ ہندوستان کہلاتا تھا تو سلیمانؑ نے ہوا کو حکم دیا.. ہوا اس کو اڑا کے لے آئی لانے کے بعد اس کو ہندوستان کے کسی شہر میں پھینک دیا ہندوستان میں اس کا پہنچنا تھا کہ مر گیا دوسرے وقت میں سلیمانؑ کی ملک الموت سے ملاقات ہوئی تو سلیمانؑ ملک الموت سے پوچھتے ہیں کہ وہ شخص تیری شکایت کر رہا تھا کہ تو اسے گھور گھور کے دیکھ رہا ہے کیا بات تھی؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں اس کو اس لئے گھور گھور کے دیکھ رہا تھا کہ اللہ کی طرف سے لکھا ہوا ہے کہ اس کی جان ہندوستان میں نکالنی ہے یہ بیٹھا ہے یہاں اور وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے وہاں پہنچے گا کیسے؟ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۷/۷۰) یعنی اللہ کی طرف سے لکھا ہے کہ اس کی جان ہندوستان میں نکالنی ہے اور یہ یہاں بیٹھا ہوا ہے اور وقت بالکل قریب آ گیا ہے میں اس کو اس لئے گھور گھور کے دیکھ رہا تھا کہ ہندوستان میں پہنچے گا کیسے؟ تو دیکھو جہاں اللہ نے موت لکھی ہوئی تھی کس تدبیر کے ساتھ کتنی جلدی سے وہ پہنچا اور جہاں مرنا تھا وہیں جا کر مرا اس لئے حدیث شریف میں صراحت کے ساتھ ہدایت موجود ہے مشکوٰۃ شریف میں کتاب الجنائز میں کہ اللہ تعالیٰ نے جس انسان کے لئے جو جگہ مرنے کے لئے متعین کی ہوئی ہے وہاں پہنچنے کے لئے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کوئی ضرورت ڈال دیتا ہے اور انسان اپنی ضرورت کے تحت کرایہ خرچ کر کے اہتمام کے ساتھ بس میں بیٹھ کر، کار میں بیٹھ کر ہوائی جہاز میں بیٹھ کر ریل گاڑی میں بیٹھ کر پوری طرح اہتمام کر کے کرایہ خرچ کر کے وہاں پہنچتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے موت اس کی مقدر کی ہوئی ہوتی ہے کیا ایسا نہیں ہے؟ گھر سے تیاری کر کے جاتے ہیں پتہ نہیں کیا کیا ارمان لے کر جاتے ہیں جیب میں پیسے ڈالے ٹکٹ لیا بسا اوقات ریل کی سیٹ دھکے دے دے کر

انسان لیتا ہے اور لینے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ مرنا اس نے فلاں جگہ تھا اور فلاں میل پر فلاں فرلانگ پر کس طرح سے کرایہ خرچ کر کے اور کوشش کر کے یہ وہاں پہنچا ہے پیسے خرچ کر کے انسان وہاں پہنچتا ہے جہاں موت اللہ نے مقدر کی ہوئی ہوتی ہے تو یہ چیز اتنی یقینی ہے کہ جگہ بھی اللہ نے متعین کر دی لیکن ہمیں نہیں بتایا کہ تم نے کس جگہ جا کر مرنا ہے اور وقت بھی متعین کر دیا۔ وقت کا تعین اور جگہ کا تعین انسان کے عقیدے میں داخل ہے کہ اللہ کی طرف سے انسان کا جو وقت مقرر ہے اس وقت موت آئے گی اور جس جگہ مقدر ہے وہاں موت آئے گی نہ بے وقت انسان مر سکتا ہے نہ غیر جگہ انسان جا کر مر سکتا ہے دونوں چیزوں کی تعیین اللہ نے کی ہوئی ہے۔ (**اللہ اکبر**)

موت کا وقت اور مقام مخفی رکھنے کی وجہ

اتنا تعین ہونے کے بعد اور یقین ہونے کے بعد غفلت ہمارے اوپر طاری ہے ہمیں یاد نہیں رہتی اس لئے اس کو ہمیں یاد دلانے کی ضرورت ہے حضور ﷺ نے فرمایا موت کو کثرت سے یاد کرو یہ لذات کو ختم کرنے والی چیز ہے **اکثروا ذکر ھازم اللذات**۔ (ترمذی ص ۲/۵۷۔ نسائی ص ۱/۲۰۲) تو موت کو یاد رکھنا موت کی طرف دھیان رکھنا یہ بہت اہم ہے اور انسان کو اس سے جو پردہ میں رکھا گیا ہے کہ اس کی تعیین نہیں کی گئی اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں ہیں یہ چیز انسان کے عملی توازن کو برقرار رکھنے کے لئے بہت ضروری ہے بالکل اسی طریقے سے قیامت کا وقت متعین ہے آگے پیچھے نہیں ہوگی لیکن اس کا بھی اللہ نے وقت بتایا کسی کو نہیں.... کافروں کے سامنے جب یہ عقیدہ ذکر ہوتا تھا تو کافروں کی طرف سے عام سوال یہ ہوتا تھا کہ بتاؤ کب آئیگی؟ بتاؤ کب آئے گی؟ قرآن کریم میں بہت سارے مقام پر کافروں کا یہ سوال ذکر کیا گیا ہے **یسئلونك عن الساعة** تو آپ کہہ دیں **انما علمها عند ربی** تو ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی ہے کہ اس کا علم اللہ کے پاس ہے اللہ کو پتہ ہے کہ کب آئے گی ہم اس بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے حتیٰ کہ حدیث شریف حدیث جبرائیل کے

نام سے جو حدیث مشہور ہے وہاں جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس آئے تھے آپ سے چند ایک سوالات کئے تھے ان سوالوں میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ **متی الساعۃ** قیامت کب آئے گی تو آپؐ نے فرمایا **ما المسئول عنھا باعلم من السائل۔** (بخاری ص ۱۲/۱۔ مسلم ص ۲۸/۱) جس سے پوچھا جارہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا یعنی نہ تجھے پتہ نہ مجھے پتہ.... یہاں حضور ﷺ نے یوں نہیں کہا کہ مجھے نہیں معلوم بلکہ یوں کہا کہ جس سے پوچھا جارہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا تو شارحین کہتے ہیں کہ حضور صلی علیہ وسلم نے اتنا لمبا عنوان کیوں اختیار کیا مختصر جواب تھا کہ میں نہیں جانتا اتنا لمبا جواب دیا کہ جس سے پوچھا جارہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا تو کہتے ہیں کہ اتنا لمبا جواب اس لئے دیا گیا تا کہ یہ جواب عام ہو جائے کہ کوئی ہو پوچھنے والا کسی سے پوچھا جائے کسی کو پتہ نہیں نہ پوچھنے والے کو پتہ ہے نہ جس سے پوچھا جارہا ہے اس کو پتہ ہے یہ تعلیم کردی کہ یہ حضور ﷺ کی ذات تک بند نہیں ہے کوئی پوچھنے والا ہو کسی سے پوچھنے والا ہو سائل اور مسئول دونوں اس بارے میں ناواقف ہیں نہ سائل کو پتہ ہے نہ مسئول عنہ کو پتہ ہے جس سے پوچھا جارہا ہے اس کو بھی پتہ نہیں اور جو پوچھنے والا ہے اس کو بھی پتہ نہیں قیامت کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس مخفی رکھا ہے۔ قیامت کی علامات نمایاں بتائی ہیں وہ علامات بھی بوقت ضرورت بالتفصیل اس کا تذکرہ کرتے رہیں گے تو دونوں عقیدے برابر چلتے رہیں گے اس شخصی موت کا بھی اور عالمی موت کا بھی شخصی موت کو بھی اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھا اور عالمی موت کو بھی اللہ نے مخفی رکھا اس میں حکمت کیا ہے اور اس کے مخفی رکھنے میں انسان کے کیا فوائد ہیں اور اگر تعیین کے ساتھ بتا دیا جاتا تو اس میں انسان کا کیا نقصان تھا اس عنوان کے تحت انشاء اللہ بیان اگلے ہفتہ کریں گے اللہ کی توفیق کے ساتھ۔ اب اس کو تو یہاں روکتا ہوں پھر آگے چلیں گے طبیعت میں ایک بات عرض کرنے کی طرف رجحان ہے وہ بار بار ذہن میں آرہی ہے وہ کہہ دوں تو مناسب ہوگا۔ پہلے جو بیان ہوا تھا تو میں

نے آپ کے سامنے سامری کا ذکر کیا تھا جس نے سونے کا بچھڑا بنایا تھا یاد ہے آپکو؟ کیونکہ مضمون لمبا ہوتا جارہا ہے تو درمیان میں یہ پیوند لگانے کی ضرورت تھی اور میں نے یہ پیوند درمیان میں نہیں لگایا بات لمبی ہوجاتی چونکہ مقصد تو ہے خیالات کی اصلاح' مقصد تو ہے صحیح دین کی تلقین اس لئے درمیان میں بات کہنے کو جی چاہ رہا تھا جو اس وقت نہیں کہی اور خیال آیا کہ اب میں پانچ منٹ میں اس بات کو عرض کردوں۔ آپ کو تعجب ہوا تھا اس بات پر اس لئے آپ ہنسے تھے جو اس نے سونے کا بچھڑا بنایا۔ ابھی ٹھک ٹھک کرکے اس کو تیار کیا تھا یعنی بھٹی میں پگھلا کر نکالا تھا اور وہ اس کو خدا مان بیٹھے تھے **ھٰذا الھکم و الٰہ موسیٰ**۔ یہ تمہارا الہ ہے اور موسیٰؑ کا الٰہ ہے تو آپ کے دل و دماغ میں یہ بات آئی ہوگی کہ بڑے احمق تھے بڑے جاہل تھے کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے سامنے بنایا اور سامنے بنانے کے بعد اسی کے متعلق الوہیت کا عقیدہ بنالیا تعجب آپ لوگوں کو ہونا تو چاہئے تھا کہ وہ اتنے جاہل تھے اتنے بیوقوف تھے اپنے ہاتھوں سے بنانے کے بعد اسی کے متعلق یہ عقیدہ رکھ لیا ان کی جہالت ان کی حماقت کی طرف آپ کا ذہن ضرور گیا ہوگا اور میں اس پر بات کہنا چاہتا تھا کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا میری امت بنی اسرائیل کے طریقہ پر چلے گی اور **حذو النعل بالنعل** چلے گی اس طرح سے چلے گی جس طرح ایک جوتا دوسرے جوتے کے برابر ہوتا ہے دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا۔ بنی اسرائیل کی یہ نقل اتاریں گے ان کے طریقہ پر چلیں گے حتیٰ کہ مبالغۃً یوں فرمایا کہ اگر اسرائیلیوں میں کوئی اسرائیلی ایسا ہوگا جو گوہ کے کھڈ (بل) میں گھسا ہوگا تو میری امت بھی ان کے پیچھے گوہ کے کھڈ میں گھسنے کی کوشش کرے گی حتیٰ کہ یہ فرمایا کہ اگر ان میں سے کوئی ایسا شخص ہوگا جو اپنی ماں کے ساتھ علی الاعلان زنا کرتا ہو تو میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے۔ جو علی الاعلان یہ کام کریں گے اتنا یہ اسرائیلیوں کے پیچھے چلیں گے یہود اور عیسائیوں کی اتنی یہ نقل اتاریں گے یہ سرور کائنات ﷺ نے بیان کیا ڈرانے کے لئے کہ یہ اتنا بڑا فتنہ ہوگا یہود و نصاریٰ کی

نقل اتارنا اور یہ امت کے لئے بہت بڑی گمراہی کا باعث بنے گا۔ اور یہ نقالی ایسی کریں گے لوگ کہ باز نہیں آئیں گے جس طرح یہود و نصاریٰ نے کیا ہے اس طرح سے کر کے دکھائیں گے حضور ﷺ نے فرمایا ہے **لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاھم مساجد** (بخاری ۱/۱۷۷) بیماری کے دنوں میں جس وقت حضور ﷺ بیمار تھے عین قرب میں جس وقت کہ جان کنی کی کیفیت طاری ہونے والی تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کبھی منہ پر کپڑا لیتے تھے اور دم گھٹتا تھا منہ سے کپڑا اتارتے تھے اور بار بار یہ جملہ دہراتے تھے **لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبورا انبیاء ھم مساجد** اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا نبیوں کی قبروں کو سجدہ کرنے لگ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ یہ بات حضور ﷺ دہرا رہے تھے اور میں سمجھ رہی تھی کہ حضور ﷺ اپنی امت کو ڈرانا چاہتے ہیں کہ کہیں میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنالینا یہود و نصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا اور وہ ملعون ہوئے نبی کی قبر کو بھی سجدہ کرنا باعث لعنت ہے کہیں میری امت اس فتنہ میں نہ پڑ جائے میری قبر کو کہیں سجدہ نہ کرنے لگ جائے یہ حضور ﷺ بار بار اس جملہ کو دہراتے تھے کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا لیکن آپ بتائیں کہ امت نے امت کے افراد نے کیا یہود و نصاریٰ کی نقل اس بات میں نہیں اتاری۔ نبی تو بہت بڑی شخصیت ہے اس کی تو بات ہی کیا ہے ولیوں کی قبروں کو سجدے کرتے ہوئے دیکھا ہے آپ نے؟ (ہاں۔ مجمع) ولی کا درجہ بڑا ہوتا ہے نبی کا؟ (نبی کا۔ مجمع) اگر نبی کو سجدہ کرنا شرک ہے اور لعنت کا باعث ہے تو کیا ولیوں کی قبر کو سجدہ کرنا شرک نہیں ہوگا؟ وہ اللہ کی لعنت کا باعث نہیں ہوگا اور ولی تو پھر ولی ہیں آپ کے علم میں آیا ہوگا کہ ولیوں کی چیزیں دبا دبا کے بھی لوگوں نے سجدے کیئے ہیں ارے سمجھے کہ نہیں؟ اب ہمارے ہاں حالات کچھ اس قسم کے ہیں کہ پتہ بھی ہوتا ہے کہ یہاں کچھ نہیں...... اگر آپ آنکھیں

کھول کر چاروں طرف دیکھو گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان کو لوگ سجدے کرنے لگ جاتے ہیں چادریں چڑھانے لگ جاتے ہیں اور چڑھاوے چڑھانے لگ جاتے ہیں اوران سے مرادیں مانگنے لگ جاتے ہیں کیا یہ ایسے واقعات ہیں اگر آپ کو معلوم نہ ہوتو پھررانا واہن کی طرف جانا قبرستان میں ابھی ابھی ایک نئی قبر بنی ہے ریاض کے علاقہ میں ہے اس سے پوچھ لینا کچھ بھی نہیں تھا دیکھتے دیکھتے ڈھیری بن گئی اور لوگ وہاں سب کچھ ہی کرنے لگ گئے ہیں کہنا یہی چاہتا تھا کہ کیا یہ سامری کی حرکت سے کم حرکت ہے انہوں نے تو سونے کے بچھڑے کو پوجا تھا تم اپنے ہاتھوں سے بنی ہوئی ڈھیری کو پوجتے ہو۔اور اپنے طور پر مٹی کی ڈھیری بناتے ہو مٹی کی ڈھیری بناکے اس کو پوجنا شروع کردیتے ہو۔

جیسے بخاری شریف کی حدیث میں آتا ہے ایک صحابی کہتے ہیں ایک دفعہ ہم سڑک پر تھے۔ جہالت کا زمانہ تھا تو ہم درختوں کو بھی پوجتے تھے پتھروں کو پوجتے تھے اور ایک پتھر کا بت ہم نے اٹھایا ہوا تھا اگر کہیں سے اس سے اچھا مل جاتا تو پہلے کو پھینک دیتے دوسرے کو اٹھا لیتے اس کو پوجنا شروع کردیتے حتیٰ کہ یہ لکھا ہے کہ اگر کسی جگہ ہمارے پاس بت نہ ہوتا تو ہم مٹی کی ڈھیری بناتے مٹی کی ڈھیری بناکے بکری کو لاتے بکری کو لاکے اس کا دودھ دوہتے دودھ دہنے کے بعد اس ڈھیری کا طواف شروع کردیتے تو یہ مشرکانہ حرکتیں جو اس قسم کی پہلے لوگوں میں تھیں آج وہی اس امت کے اندر عود کر آئیں سونے کے بچھڑے کو تو پوجتے ہی پوجتے ہیں لیکن اب بچھڑے بنے ہوئے کو نہیں پوجتے ہم اس سونا چاندی کو جو روپے کی شکل میں ہے ہم اس کو پوجتے ہیں اوراس کو ہم نے اس طرح سے مشکل کشا سمجھ رکھا ہے کہ اس کے لئے ہم ہر چیز کی قربانی دے دیتے ہیں اس سونے چاندی کو حاصل کرنے کی خاطر یہ تو خیر سونا چاندی ہے مٹی کی ڈھیریاں خود بنا کر ان کو سجدہ کرنا اور ان سے مرادیں مانگنا یہ آئے دن جاہلوں کا شیوہ ہوگیا یہ سارا اس بنی اسرائیل کی حرکت کی نقل ہے جیسے انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بچھڑا

بنایا پوجنا شروع کر دیا ہم اپنے ہاتھوں سے قبریں بناتے ہیں مٹی کی ڈھیری بناتے ہیں وہ قبر بھی نہیں ہوتی کچھ نہیں ہوتا مٹی کی ڈھیری ہوتی ہے اور سجدے شروع کر دیتے ہیں تو یہ اس سامری کی حرکت سے کوئی کم حرکت نہیں ہے لیکن اس دن جو بات کہنے کو جی چاہ رہا تھا وہ دس محرم کا دن تھا۔

بہشتی دروازہ

دس محرم کا جو ہفتہ ہے پہلا ہفتہ اس میں پاک پتن میں ایک بہشتی دروازہ کھلتا ہے اور ان دنوں میں وہ کھلا ہوا تھا اور کہتے ہیں اس دروازے میں سے دو لاکھ آدمی گزرے ہیں جن میں سے ہمارے یہ جٹ صاحب، نکئی صاحب بھی تھے جو اس دروازے میں سے گزرے ہیں اسلام آباد میں سیکرٹریٹ تک سے لوگ آتے ہیں اس دروازے میں سے گزرنے کے لئے اب ایک طرف تو یہ قصہ ہے کہ خود دروازہ بنایا اینٹوں کا اور اینٹوں کا دروازہ بنا کے یہ کہہ دیا کہ یہ جنت کا دروازہ ہے اس میں سے گزرو تو جنت میں چلے جاؤ گے۔ اور ایک اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں پکار پکار کے کہتا ہے کہ جنت میں جانے کا راستہ مسجد کا راستہ ہے آؤ اللہ کی عبادت کرو جنت میں جاؤ اب آپ اس مجمع میں لاؤڈ سپیکر لگا کر کھڑے ہو جائیں اور آپ قرآن پڑھ پڑھ کے لوگوں کو بتائیں کہ جنت کا رستہ یہ ہے یہ نہیں تو پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ کے پیچھے کتنے لگتے ہیں اور جو اپنا بنایا ہوا ہے جنت کا دروازہ اس میں سے کتنے گزرتے ہیں۔ کوئی آپکی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوگا جہالت کی جہاں بات آتی ہے تو جہالت کی طرف طبیعت زیادہ راغب ہوتی ہے۔ کوئی حقیقت نہیں اس دروازہ کی۔۔ خود ساختہ چیز ہے دکانداری کے طور پر ایک دروازے کو (میں نے وہ دیکھا ہوا ہے میں پاک پتن کئی دفعہ گیا ہوں بابا صاحب کے پاس فاتحہ پڑھنے کے لئے وہ ہمارے بزرگوں میں سے ہیں ہمارے سلسلہ میں سے ہیں چشتی سلسلہ کے بہت پائیدار اور بنیادی بزرگوں میں سے ہیں لیکن جیسے انبیاء کی قبروں کے ساتھ لوگوں نے شرک شروع کیا تھا اس میں انبیاء کا قصور کوئی نہیں اسی طرح ولیوں

کی قبروں کے ساتھ لوگوں نے شرک شروع کر دیا اس میں ولیوں کا کیا قصور؟ نبیوں کا قصور نہیں ولیوں کا قصور نہیں قصور ان لوگوں کا ہے جن لوگوں نے ساری کی ساری دکانداری بنا کر لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ حضرت کے روضے پر ایک دروازہ ہے محرم میں اسے کھولتے ہیں اور اس پر لکھا ہوا **من دخلہ کان امنا** جو اس میں سے داخل ہو جائے گا امن والا ہو جائے گا اب ساری زندگی بدمعاشی کرو' گناہ کرو رشوت کھاؤ لوٹو مارو جو چاہو کرو بس سال کے بعد اس دروازے میں سے گزر جاؤ گے تو تم جنتی ہو جاؤ گے۔ یہ شیطان نے ایک ایسا چکر چلایا ہوا ہے کہ اس کے لئے کوئی علمی دلیل نہیں اس قسم کی حرکتیں بنی اسرائیل کے بچھڑے پوجنے سے زیادہ عجیب ہیں۔ ارے بات سمجھے یا نہیں؟ اس موقع محل کے مطابق مجھے یہ بات سمجھانی چاہئے تھی لیکن چونکہ مقصد آگے کچھ اور تھا اور تمہید بہت لمبی ہو گئی تھی اس لئے میں نے بہت مختصر کر دیا کہ خود ساختہ چیزوں کے متعلق اس قسم کے جو عقیدے شروع ہو جاتے ہیں یہ شرک ہیں اور ان کی کوئی بنیاد نہیں یہ جاہلیت ہے اس کا علم کے ساتھ کوئی کسی قسم کا تعلق نہیں ہے۔ جو آپ پڑھتے ہیں دیوان متنبّی وہ متنبّی ایک بد دین قسم کا شاعر تھا کوئی اچھا شاعر نہیں تھا یہ۔ لیکن تھا شاعر جس کے متعلق اس کی سوانح میں لکھا ہے **لا صلاۃ و ماصام و ماقرء القرآن**۔

اس کی خصلت تھی کہ اس نے نہ نماز پڑھی تھی نہ روزہ رکھا تھا اور نہ کبھی قرآن پڑھا تھا۔ لیکن کلام اس کی بہت اعلیٰ ہے آپ بھی پڑھتے ہیں ادب سیکھنے کے لئے عربی سیکھنے کے لئے تو اس نے ایک جگہ ذکر کیا ہے آپ حضرات کو یاد ہوگا کہ سیف الدولہ کے سامنے دو عیسائی بادشاہ ایک دفعہ اکٹھے ہو کے آ گئے تھے اس کا ممدوح تھا سیف الدولہ اور مقابلہ میں دو عیسائی.... لڑائی کے حالات تھے تو متنبّی کہتا ہے وہ دونوں جو آئے انہوں نے صلیبیں اٹھا رکھی تھیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی مدد کے لئے پکار رہے تھے اس کی ترجمانی متنبّی یوں کرتا ہے کہتا ہے **یستغیثان الذی یعبدان** وہ دونوں مدد مانگ رہے تھے اس سے جس کی وہ پوجا کرتے تھے **و عندھم کان قد صلب** حالانکہ ان کا عقیدہ

یہ ہے کہ ان کو سولی دیدی گئی ذرا خیال کریں متنبّی نے بہت اچھی بات کہی۔ سولی دیئے جانے کا مقصد یہ ہے کہ دشمن ان پر غالب آ گیا اور ان کو جان سے مار دیا یہ مطلب ہے سولی دینے کا۔ تو جس کے اوپر دشمن غالب آ گیا ان کے خیال کے مطابق جس کو سولی دے چکا... کہتا ہے اس سے دونوں مدد مانگ رہے تھے اور کیا کہہ رہے تھے۔ یدفع ما عنہما...... کہتے ہیں ان کو کہہ رہے تھے اے عیسیٰ مجھے جو مصیبت پہنچی ہے وہ ہم سے دور ہٹا دے۔ جو تجھے مصیبت پہنچی ہے کہ تو دشمن سے مغلوب ہو گیا ہم سے دور ہٹا دے ہمیں اس سے بچا دے۔ اللہ کے بندو تعجب کرو اس بات کے اوپر کہ جو مصیبت اس کو پہنچ گئی اور وہ اس مصیبت کا نشانہ بن گیا تمہیں کیسے بچائے گا دیکھو اس شاعر کی بات اچھی ہے کہ جب عقیدہ تو یہ ہے کہ دشمن نے غالب آ کے اس کو سولی چڑھا دیا جو دشمنوں کے مقابلہ میں خود مغلوب ہو گیا وہ تمہیں کیا بچائے گا اس سے تم کہتے ہو کہ دشمنوں سے بچالے جو خود دشمنوں سے نہیں بچ سکا بالکل اسی طرح سے اللہ کا غیر بھی ہے جو موت کا نشانہ بنتا ہے وہ تمہیں موت سے بچا نہیں سکتا دشمن کے ہاتھوں قتل ہوتا ہے وہ تمہیں دشمن سے بچا نہیں سکتا بیماریوں کا نشانہ بنتا ہے تمہیں بیماریوں سے شفا نہیں دے سکتا کوئی چیز اس کے بس میں نہیں ہے ہر چیز میں وہ خود اللہ کا محتاج ہے تو تمہارے لئے کیا کرے گا۔ ایک صحابی نے دیکھا کسی علاقہ میں مشکوٰۃ شریف میں یہ واقعہ موجود ہے کہ لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں اس نے خیال کیا کہ سجدہ کرنا تو بہت بڑی تعظیم ہے۔ لہذا ہمیں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اس طرح سے کرنی چاہیئے کہ ہم ان کو سجدہ کیا کریں تو مدینہ منورہ میں وہ واپس آیا آ کے کہتا ہے کہ یا رسول اللہ میں فلاں جگہ گیا تھا میں نے وہاں لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کر رہے تھے تو میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ تو تعظیم کا بہت اچھا طریقہ ہے ہمیں حضور ﷺ کی ایسی تعظیم کرنی چاہئے تو آپ نے وہاں ایک سوال کیا کہ اچھا تو یہ بتا اگر تو میری قبر کے پاس گزرے گا تو میری قبر کو سجدہ کرے گا ؟ لیکن وہ صحابی اتنا تو سمجھ چکا تھا توحید کا مسئلہ اس نے کہا کہ نا جی' قبر کو سجدہ نہیں کروں گا

تو آپ نے فرمایا کہ پھر زندگی میں بھی سجدہ نہیں ہے جس کو موت آنے والی ہے اس کو سجدہ کیسا ؟ کیونکہ موت کا آنا انسان کے عجز کو نمایاں کرتا ہے تو عبادت اللہ کی ہے کسی دوسرے کے لئے عبادت نہیں اور جس کو موت آ گئی یا موت آنے والی ہے وہ سجدہ کا مستحق نہیں یہ ہمارے ہاں چیزیں جو پیدا ہوگئیں یہ سامری کے واقعہ سے کم درجہ کی نہیں ہیں بسا اوقات آپ لوگوں کا ذہن اس طرف متوجہ نہیں ہوتا اس لئے میں نے آپ کو متوجہ کرنے کے لئے کہا ہے کہ سڑکوں کے کنارے پر دیکھتے دیکھتے قبریں بنتی جارہی ہیں اور یہ ڈرائیور جو ہیں جاتے جاتے پیسے پھینکتے ہیں اور ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ اگر ہم نے یہاں پیسے نہ پھینکے تو یہ ایکسیڈنٹ کروادیں گے یعنی اتنا تو پولیس کا رعب نہیں جتنا انہوں نے رعب بنایا ہوا ہے اور اتنا پولیس ظلم نہیں کرتی جتنا ظلم وستم انہوں نے بزرگوں کی طرف منسوب کیا ہوا ہے کہ روپیہ نہ دو تو پتہ نہیں کتنے آدمیوں کو ماردیں گے جگا ٹیکس لینے والے بھی اتنا ظلم نہیں کرتے جتنا انہوں نے بزرگوں کی طرف منسوب کردیا ہے یہ جہالت ہے کہ روپیہ تم نہ دے کے گئے تو جاتے جاتے گاڑی تباہ ہوجائے گی یعنی وہ بزرگ تباہ کردیتے ہیں یہ سب توہمات ہیں یہ سب مشرکانہ حرکتیں ہیں اللہ کا شکر ہے کہ آپ لوگ اس سے بچے ہوئے ہیں اور جہاں تک ہوسکے اپنے متعلقین کو اس سے بچانے کی کوشش کرنی چاہئے یہ سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے سے کم درجہ کی چیز نہیں ہے بلکہ اس سے بڑھ کر حماقت اور جہالت کا ثبوت ہے یہ چند فقرے پچھلے بیان میں سے چھوٹے ہوئے تھے جو میں نے آپ کے سامنے دہرا دیئے باقی انشاء اللہ العزیز جس طرح میں نے بیان کیا ہے اس کی وضاحت اگلے بیان میں کریں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

قبر اور برزخ کا مفہوم

بموقع: ہفتہ وار اصلاحی بیان

بمقام: جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا

تاریخ: ۲۷ اگست ۱۹۹۶ء

وقت: بعد نماز عشاء

خطبہ

الحمدلله نحمده ونستعينه ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادى له ونشهد ان لا الٰه الا الله وحده لاشريك له ونشهد ان سيدنا و مولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى آله واصحابه اجمعين۔

اما بعد قال النبى ﷺ كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فانها تزهد فى الدنيا وتذكر الآخرة۔

(مسلم ۱/۳۱۴۔ابن ماجه ۱/۱۱۲)

اللهم صل وسلم وبارك علٰى سيدنا محمد و علىٰ اٰله وصحبه كما تحب وترضٰى عدد ماتحب وترضٰى‘ استغفرالله ربى من كل ذنب واتوب اليه۔

برزخ کا معنی ومفہوم

آپ کے سامنے عالم برزخ کا ذکر آیا تھا اور یہ ذکر کیا گیا تھا کہ برزخ کا لفظی معنی آڑ اور رکاوٹ ہے دو چیزوں کے درمیان میں جو آڑ ہوتی ہے اس کو برزخ کہتے ہیں اور یہ لفظ قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے **مرج البحرین یلتقیان ۞ بینہما برزخ لایبغیان ۞**۔ اللہ نے دو دریا چلائے اوران کے درمیان ایک رکاوٹ قائم کی اس کی وجہ سے وہ دریا ایک دوسرے پر تجاوز نہیں کرتے تو وہاں پر برزخ سے مراد آڑ ہے۔ جہان کل تین ہیں (۱) یہ دنیا جس میں ہم موجود ہیں یہ ہمارے لئے دارالعمل ہے۔ (۲) دارالآخرۃ ہے جب ایک دفعہ ساری کائنات کو توڑ پھوڑ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ اٹھائیں گے قیامت برپا ہوگی اور وہاں پر پھر ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا اور جنت و دوزخ کے فیصلے ہوں گے انسان کو اگلی زندگی میں دوام ملے گا چاہے راحت کے ساتھ' چاہے عذاب کے ساتھ وہ عالم آخرت ہے۔ (۳) عالم آخرت اور عالم دنیا کے درمیان جو وقت ہے یہ برزخ کہلاتا ہے۔ ایک لفظ ہم بولا کرتے ہیں قبر' عذاب قبر اور عذاب برزخ اس کا صحیح مفہوم کیا ہے اس بارے میں ہمارے اکابر کا عقیدہ کیا ہے۔ کیونکہ اس نظریہ کے اندر بہت سی گمراہیاں پیدا ہوگئی ہیں اور آپ حضرات کو سادہ الفاظ میں اپنے اکابر کا عقیدہ سمجھانا ہے۔ زیادہ تفصیل نہیں کروں گا مختصر سی بات عرض کرتا ہوں۔

قبر کا مفہوم

سب سے پہلے تو آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قبر کیا چیز ہے اور اس کے متعلقات کیا ہیں دوسری باتیں کہ عذاب قبر کہاں ہوتا ہے۔ اگر ان قبروں میں ہوتا ہے تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتا' اور کیا اصحاب قبور کا اہل دنیا سے رابطہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

قبر سے مراد زمینی قبریں ہیں

آج کل اہل سنت والجماعت کا ایک طبقہ جو دیوبندی کہلاتا ہے وہ اس بات کا پرچار کرتا ہے کہ جہاں کہیں قبر کا ذکر ہے اس سے مراد برزخ ہے یہ دنیا کی قبر مراد نہیں ہے۔ اسلئے مردے پر مرنے کے بعد جو حالات گزرتے ہیں وہ ان زمینی قبروں میں نہیں گزرتے وہ عالم برزخ میں گزرتے ہیں۔ جب عالم برزخ میں گزرتے ہیں تو عالم برزخ کا پتہ نہیں کیا ہے؟ کہاں ہے؟ اس لئے اہل قبور کے ساتھ ان دنیا والوں کا کوئی رابطہ نہیں۔ نہ کوئی سلام پیام ہے نہ ایک دوسرے کے احوال کی خبر ہے یہ ہے اس طبقہ کے نظریہ کی بنیاد جس کے بعد وہ بیسیوں گمراہیوں کے اندر مبتلا ہو گئے اور اہل سنت والجماعت خصوصیت کے ساتھ علماء دیوبند کے عقائد سے بہت دور ہٹ گئے تو آپ کے لئے سب سے پہلے تو یہ سمجھنے کی چیز ہے کہ یہ قبر کیا ہے اور قبر اور برزخ میں کوئی فرق بھی ہے یا نہیں؟ تو یاد رکھئے قبر عربی کا لفظ ہے۔ قبر چھپانے کو کہتے ہیں مقبور کہتے ہیں چھپائے ہوئے کو۔ جس جگہ کسی کو چھپایا جاتا ہے اس کو بھی قبر کہہ دیتے ہیں کہ اس میں کوئی چیز چھپائی ہوئی ہے اس میں مقبور ہے قرآن کریم میں یہ لفظ مفرد اور جمع دونوں صیغوں کے ساتھ آیا ہے **اذا القبور بعثرت ۝ ماانت بمسمع من فی القبور ۝ من اصحاب القبور**۔ یہ لفظ جمع کے طور پر آیا ہے اور فعل کے طور پر بھی یہ لفظ آیا ہے **اماته فاقبره** انسان کو اللہ نے موت دی فاقبرہ تو مفسرین لکھتے ہیں کہ قبر اور اقبر کے درمیان فرق ہے قبر کا معنی چھپایا۔ یہاں یوں نہیں کہا کہ قبرہ کہ اللہ نے اس کو چھپایا کیونکہ چھپاتا تو ظاہری طور پر انسان ہی ہے یہاں ہے اقبر۔ اقبر کا معنی وہ لکھتے ہیں دوسرے کو حکم دینا قبر بنانے کا چھپانے کا تو اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ نے اس پر موت طاری کی۔ موت طاری کرنے کے بعد اس کو قبر میں ڈالنے کا حکم دیا۔ یہ عام طور پر مترجمین اس طرح ترجمہ کر دیتے ہیں اس کو قبر والا بنایا تو یہ فعل کے طور پر استعمال ہوا ہے **الهكم التكاثر حتى زرتم المقابر**۔ مقابر مقبرہ کی جمع ہے اس طور پر بھی

اس لفظ کو استعمال کیا گیا ہے سب سے زیادہ صریح اس مسئلہ میں نص قطعی کے درجہ کی بات جس میں کوئی کسی قسم کی تاویل کرنے کی گنجائش نہیں ہے وہ آیت ہے جو عبداللہ بن ابی بن سلول کے جنازہ کے سلسلے میں حضور ﷺ پر اتری تھی ممانعت کے بارہ میں جنازہ پڑھنے کے بعد **لاتصل علی احدمنہم مات ابداً ولا تقم علی قبرہ**۔ آئندہ کے لئے ان منافقین میں سے کوئی مرجائے آپ اس کا جنازہ نہ پڑھیں۔ **لاتصل علی احدمنہم مات ابداً** کبھی ان کا جنازہ نہ پڑھیں ان میں سے کوئی مرجائے تو آپ ان کا جنازہ نہ پڑھیں **ولا تقم علی قبرہ** اورنہ آپ اس کی قبر پر کھڑے ہوں جیسے کفن دفن کے انتظام کے لئے انسان کھڑا ہوتا ہے تو وہاں بالیقین قبر سے یہی قبر مراد ہے جس میں ہم میت کو دفن کرتے ہیں جس میں اللہ نے ہمیں حکم دیا ہوا ہے کہ مردے کو اس طرح سے دفن کرو۔ اقبرہ کے اندر جس طرح سے آیا ہوا ہے۔ اس آیت کے تحت یہ بات معلوم ہوئی اور یہ صریح ہے جس میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں کیونکہ حضور ﷺ کو منافقین کے دفن میں شریک ہونے سے منع فرمایا ہے کہ آپ ان کی قبر کے پاس جاکر کھڑے نہ ہوں تو جہاں انسان دفن کے لئے جاکر کھڑا ہوتا ہے وہ یہی قبریں ہیں قرآن کریم میں یہ آیت اس مسئلہ میں صریح ہے باقی برزخ اور قبر وہ پھر بتاتا ہوں آپ کو...قرآن کریم میں قبور کا ذکر آیا **زرتم المقابر** کا ذکر آیا کہ تم نے قبروں کی زیارت کرلی تو آپ جانتے ہیں کہ جن قبروں کی زیارت کرتا ہے انسان وہ بھی یہی ہیں جو زمین کے اوپر بنی ہوئی ہیں انہی قبروں کی زیارت کی جاتی ہے اور حدیث شریف میں باب اثبات **عذاب القبر** کا جو باب ہے اس میں ساری کی ساری اس قسم کی روایتیں دلالت کرتی ہیں بغیر کسی تاویل کے کہ قبور سے یہی قبور مراد ہیں جو زمین پر ہی گڑھا کھود کر بنائی جاتی ہیں جس کے اندر مردے کو ڈالا جاتا ہے۔ سرور کائنات ﷺ کے متعلق آیا. **زار قبرامہ فبکیٰ وابکیٰ من حولہ**. حضور ﷺ نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اور روئے اور اپنے اردگرد والوں کو بھی رلادیا.. ماں کی قبر کی زیارت کی تو

ماں کی قبر کی زیارت کے لئے حضور ﷺ .....اس مٹی کی ڈھیری پہ حاضر ہوئے تھے جہاں حضرت آمنہ مدفون ہیں **توزار قبر امہ** میں قبر سے یہی ماں کی قبر مراد ہے جو زمین کے اوپر بنی ہوئی ہے۔(مسلم ص ۳۱۴/۱)

حضرت سعد پر قبر کی تنگی

حضرت سعدؓ کو جس وقت زمین میں دفن کیا دفن کرنے کے بعد حضور ﷺ نے سبحان اللہ، سبحان اللہ الحمدللہ الحمد للہ پڑھنا شروع کر دیا کافی دیر تک سبحان اللہ الحمدللہ پڑھتے رہے قبر کے پاس کھڑے ہوئے تو بعد میں آپ نے صحابہ کو بتایا کہ اس نیک بندے پر اس کی یہ قبر تنگ ہوگئی تھی اور ہمارے ذکر کی برکت سے اللہ نے اس کو کشادہ کر دیا تو دفن کرنے کے بعد وہیں کھڑے کھڑے یہ بات فرمائی اور وہیں کھڑے کھڑے یہ ذکر فرمایا (مشکوٰۃ ص ۲۶/۱) میں آپ کو کیا کیا روایتیں سناؤں مشہور بات ہے۔

پیشاب میں عدم احتیاط عذاب قبر کا ذریعہ

حضور ﷺ خچر پہ سوار جا رہے تھے راستے میں کوئی دو تین قبریں تھیں خچر بدک گئی جس طرح جانور کسی چیز سے ڈر کر بدک جاتا ہے جلدی سے اور اتنا شدید بدکی کہ **کادت ان تلقیہ** قریب تھا کہ حضور ﷺ کو گرادے یعنی اتنا شدید بدکی وہ کہ قریب تھا کہ حضور ﷺ کو گرادے جانور کا بدکنا تو سمجھتے ہو نا؟ گھوڑا گدھا جس طرح سے بدکتا ہے تو اسکا بدکنا ایسا ہوا کہ قریب تھا کہ حضور کو گرادے جب وہ بدکی تو حضور نے پوچھا کہ یہ قبور کن کی ہیں۔ جب بتایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان میں عذاب ہو رہا ہے اور عذاب کا احساس اس خچر نے کیا جس کی بناء پر یہ بدک گئی۔ سرور کائنات ﷺ نے دونوں قبروں کے اوپر چھڑی کھجور کی لے کر گاڑی معروف بات ہے۔ اور فرمایا کہ قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور ایک کو اس لئے عذاب ہو رہا ہے کہ پیشاب کے بارے میں احتیاط نہیں کرتا تھا چھینٹے پڑتے رہتے تھے کپڑے بھی ناپاک ہوتے تھے۔ بدن بھی ناپاک ہو جاتا تھا۔ پیشاب کے بارے میں احتیاط نہیں کرتا تھا اس لئے اس کو عذاب

ہورہا ہے۔ (بخاری ص ۳۴ /۱ مسلم ۱۴۱ /۱) یہ پیشاب کا مسئلہ جو ہے بہت اہم مسئلہ ہے اسمیں قطرہ جو آجائے جس کے ساتھ کپڑا ناپاک ہوجائے پاجامہ ناپاک ہوجائے اِس سے آپ نماز پڑھیں تو نماز نہیں ہوگی تو پیشاب میں کوتاہی عذاب قبر کا ذریعہ بنتی ہے فرمایا ایک قبر والے کو تو یہ عذاب ہورہا ہے کہ پیشاب میں احتیاط نہیں کرتا تھا اور ایک قبر والے کو اس لئے عذاب ہورہا ہے کہ یہ غیبت کیا کرتا تھا لوگوں کے عیب اچھالتا تھا ان کی برائیاں کرتا تھا چغلیاں کھاتا تھا ایک کی بات دوسرے کے پاس کی لڑانے کے لئے ایک کو اس لئے عذاب ہورہا ہے اور انہیں قبروں کے اوپر شاخ حضور ﷺ نے دو ٹکڑے کر کے گاڑی تھی یہ اتنی واضح حقیقت ہے کہ اس میں انسان کہاں تک تاویل کرے گا؟ تو قبر سے یہی قبر مراد ہے اس میں حضور ﷺ نے عذاب کا احساس کیا تھا اور اس پر ہی ان کے عذاب کی تخفیف کے لئے حضور ﷺ نے کھجور کی چھڑی گاڑی حدیث کی سب کتابوں کے اندر یہ روایت موجود ہے۔

حضرت عثمانؓ کا قبر کے خوف سے رونا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ جب قبرستان میں کسی قبر کے پاس جاتے تھے بہت روتے تھے قبر کو دیکھ کے۔ تو کسی نے کہا کہ آپ جنت کا ذکر کرتے ہیں تو اتنا نہیں روتے جہنم کا ذکر کرتے ہو تو اتنا نہیں روتے۔ قبر کو دیکھ کر آپ اتنا کیوں روتے ہیں؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے جو اس قبر میں چھوٹ گیا آنے والا وقت اس کے لئے زیادہ آسان ہوگا اور جو یہاں پکڑا گیا اس کے اوپر عذاب شروع ہوگیا تو آنے والا وقت اس کے لئے زیادہ شدید ہوگا تو یہیں سے ابتدا ہوتی ہے آخرت کی اس لئے قبر کو دیکھ کر آگے سارا قصہ آخرت کا یاد آجاتا ہے قبر پہلی منزل ہے پھنسنے کی چھوٹنے کی.... پتہ یہیں سے چل جائے گا اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس قبر کو دیکھ کر بہت روتے تھے۔ (ترمذی ص ۵۷ /۲)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ قبروں کی زیارت نہ کیا کرو یہ روایت جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی متفق علیہ روایت ہے کہ میں نے تمہیں روکا تھا کہ قبروں کو نہ دیکھا کرو زیارت نہ کیا کرو لیکن اب میں تمہیں کہتا ہوں کہ قبروں کی زیارت کیا کرو جایا کرو قبرستان میں قبروں کو دیکھا کرو یہ قبریں آخرت یاد دلاتی ہیں دنیا سے بے رغبت کرتی ہیں تو جن قبروں کی زیارت کا حکم دیا گیا ہے اور جو قبریں آپ دیکھ سکتے ہیں وہ کونسی قبریں ہیں وہ یہی تو ہیں جو زمین پر بنی ہوئی ہیں۔ اور کونسی قبر ہے جس کو دیکھنے کے لئے آپ جائیں گے یا جس کو آپ دیکھ سکیں گے.... وہ یہی قبریں ہیں اس طرح کی روایات بے شمار احادیث کے اندر موجود ہیں۔

قبروں پر ٹیک لگانے' روندنے اور صاحب قبر کو تکلیف دینے کی ممانعت

ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی قبرستان میں قبر کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے (مشکوٰۃ میں ہے) حضور ﷺ نے فرمایا۔ **لاتوذصاحب القبر** اس قبر والے کو تکلیف نہ پہنچا اس طرح ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا ہے صاحب قبر کو تکلیف ہوتی ہے اور اسی قبر کے متعلق فرمایا۔ **لا تجلسوا علی القبورو لا تصلوا الیھا** قبروں پر بیٹھا نہ کرو قبروں کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھا کرو (مسلم ۱/۳۱۲) اب آپ بتائیے ان قبروں کا مصداق کیا ہوسکتا ہے جن کے اوپر انسان بیٹھ سکتا ہے یہی قبریں تو ہیں اگر ان قبروں کو قبر نہ سمجھا جائے تو کونسی قبریں ہیں جن پر بیٹھ جائے انسان یا جس طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے سرور کائنات ﷺ نے فرمایا (یہ روایت میں نے پچھلے بیان میں بھی پیش کی تھی) کہ **لعن اللہ الیھود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجد** اللہ یہود ونصارٰی پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تو یہود ونصارٰی سجدہ کس قبر کو کرتے تھے کوئی آسمان پر تھی قبر کوئی عالم برزخ میں تھی علیین میں تھی سجین میں تھی کہاں تھیں وہ قبریں؟ یہی قبریں تو تھیں زمین پر بنی ہوئی جن کو اہل کتاب سجدہ کرتے تھے آپ جب ان روایات کو دیکھیں گے تو آپ کے سامنے

بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اہل اسلام کے نزدیک یا یوں سمجھو کہ آسمانی مذاہب میں چاہے وہ مذہب اسلام ہے چاہے یہودیت ہے چاہے نصرانیت ہے آسمانی مذاہب میں جس کو قبر کہا جاتا ہے اس سے یہی قبر مراد ہے۔ جو زمین کے اوپر بنائی جاتی ہے عیسائیوں کے نزدیک یہی قبریں ہیں۔ یہودیوں کے نزدیک یہی قبریں ہیں چونکہ سب یہیں دفن کرتے تھے اور اہل اسلام کے نزدیک یہی قبریں ہیں۔حضور ﷺ نے ایک دفعہ ایک آواز سی سنی تو آپ ﷺ نے فرمایا یہود کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے یہ اس کی آواز ہے۔ یہود بھی قبریں بناتے تھے بہر حال دین ......کوئی ہو چاہے توراۃ کا دین ہے چاہے انجیل کا دین ہے چاہے قرآن کا دین ہے عیسائیوں کا دین ہے یہودیوں کا دین ہے مسلمانوں کا دین ہے اور آپ نے اگر پہلے کسی سے اس کا انکار نہ سنا ہو تو شبہ بھی نہیں ہوسکتا اس بات کا کہ قبریں بول کر کوئی اور چیز مراد لی جاسکتی ہے سوائے ان قبروں کے۔ کیا خیال ہے آپکا؟

یعنی آپ کو بتایا نہ جائے کہ بعض لوگ کہتے ہیں قبروں سے یہ مراد نہیں ہے اگر آپ کو یہ بتایا نہ جاتا تو آپ لوگوں نے اس اسلامی معاشرے میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے گھروں میں رہتے ہوئے آج تک قبروں سے کیا سمجھا ہے اور کیا سنا ہے کہ قبریں کیا ہوتی ہیں؟ یہی جو قبرستان میں بنی ہوئی ہیں یہی قبریں ہیں۔اس لئے یہ تو آپ یقین کرلیں کہ قبریں یہی ہیں۔جس وقت قبر کا لفظ بول کر کوئی مسئلہ بیان کیا جائے گا تو قبر سے یہی قبر مراد ہوگی

قبر کے مفہوم پر ایک اشکال اور اس کا جواب

البتہ ایک اشکال کی بات درمیان میں آجاتی ہے اور وہ لوگ پوچھتے ہیں کہ اگر قبر یہی ہے اور عذاب وثواب کا تعلق اسی قبر کے ساتھ ہے تو پھر جن کو یہ قبر نصیب نہیں ہوتی تو اس کا مطلب ہے عذاب ثواب دونوں سے اس کی چھٹی.... یہ اشکال آتا ہے ذہن میں کہ جن کو یہ قبر نصیب نہیں ہوتی دریا میں ڈوب گیا مچھلیاں کھا گئیں۔ جنگل میں کسی

نے قتل کر کے پھینک دیا پرندے کھا گئے۔ آگ میں جل گیا راکھ ہوگیا۔ ہوا میں اڑ گیا اور اس کی قبر کہیں بنی نہیں قبریں اگر یہی ہیں اور عذاب وثواب کا تعلق انہی قبروں کے ساتھ ہے تو جن کو قبر نصیب نہیں ہوتی ان کی قبر زمین پر بنی نہیں ہے۔ تو ان کے عذاب و ثواب کا کیا مسئلہ ہوگا اس کا مطلب ہے کہ عذاب......

عالم برزخ میں منتقل ہوگئے ہیں یہ وقت جو ہے عالم برزخ ہے۔ عالم برزخ میں قیامت سے پہلے عذاب بھی ہے ثواب بھی ہے نیکوں کے لئے خوشحالی ہے بروں کے لئے بدحالی ہے

عذاب قبر کے منکر کا حکم

یہ مسئلہ اہلسنّت والجماعت کے نزدیک قطعیات میں سے ہے حتیٰ کہ جو اس بات کا انکار کرے (ذرا بات کو اچھی طرح سے سمجھ لینا اور ٹھکانے لگانا بات کو... مغالطہ میں نہ پڑنا) جو شخص سرے سے انکار کرے کہ مرنے کے بعد قیامت سے پہلے کوئی جزا وسزا نہیں مر جائیں گے مرنے کے بعد قیامت کے دن اٹھیں گے تو وہاں اپنے اعمال کی وجہ سے ثواب بھی ملے گا عذاب بھی ملے گا مرنے کے بعد قیامت تک نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے جو شخص یہ عقیدہ رکھے اہل سنت والجماعت کے نزدیک وہ کافر ہے۔ (بات سمجھ رہے ہو) جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ مرنے کے بعد قیامت سے پہلے نہ عذاب' نہ ثواب' قیامت کو اٹھیں گے قیامت کو اٹھنے کے بعد پھر عذاب وثواب کا سلسلہ شروع ہوگا قیامت سے پہلے مرنے کے بعد ایک دور ایسا گزرتا ہے جس میں نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے یہ عقیدہ کفر ہے قطعیات کے خلاف ہے مگر ہاں البتہ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ عذاب اور ثواب صرف روح کو ہے جہاں روح ہو.... ان قبروں میں نہیں یہ جو قبریں ہیں ان کے اندر نہیں چاہے بدن اس میں دفن ہے اس میں کوئی عذاب ثواب نہیں عذاب ثواب کا تعلق روح کے ساتھ ہے یہ کافر تو نہیں گمراہ ہے اور اہلسنت والجماعت سے یہ بھی خارج ہے یہ معتزلہ کا عقیدہ ہے روافض کا عقیدہ ہے اہلسنت والجماعت کا

عقیدہ نہیں ہے (بات سمجھ گئے) جو کہتا ہے بدن کو تکلیف نہیں ہوتی اس سے کوئی عذاب ثواب کا تعلق نہیں ہے روح کو ہوتی ہے روح کو مانتا ہے بدن کو نہیں مانتا۔ یہ کافر تو نہیں گمراہ ہے اہلسنت والجماعت سے خارج ہے۔ خصوصیت کے ساتھ علمائے دیوبند کا یہ نظریہ نہیں ہے علماء دیوبند اور اہلسنت والجماعت کا نظریہ کیا ہے؟ کہ روح کو تکلیف ہوتی ہے بدن کو بھی ساتھ ہوتی ہے برزخ میں روح اصل اور جسم تابع ہوتا ہے لیکن دنیا میں پہلے بدن متاثر ہوتا ہے پھر روح۔ آپ کے بدن پر ڈنڈا مارا جائے گا تو آپ کی روح تکلیف محسوس کرے گی اور آپ کے ناک کو خوشبو سونگھائی جائے گی تو آپ کی روح سرور محسوس کرے گی روح کو خوش کرنے کے لئے روح کو ناراض کرنے کے لئے تکلیف پہنچانے کے لئے آپ کا بدن استعمال ہوتا ہے کہ اس میں بدن کی ہر چیز آئے گی تو روح اس سے متاثر ہوگی دنیا میں بدن کے احکام غالب ہیں روح کے مغلوب رہتے ہیں اور برزخ کا معاملہ برعکس ہے کہ پہلے روح متاثر ہوتی ہے پھر بدن متاثر ہوتا ہے پہلے حالات روح پر چلتے ہیں پھر بدن متاثر ہوتا ہے لیکن بدن متاثر ضرور ہوتا ہے اگر بدن صحیح سالم پڑا ہوا ہو تو جہاں صحیح سالم پڑا ہوا ہوگا وہاں اس کے اوپر عذاب و ثواب آئے گا اور اگر وہ ذرات کی شکل میں بکھرا ہوا ہے تو جہاں جہاں اس کے ذرات بکھرے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ ان ذرات کے ساتھ روح کا تعلق قائم کر کے ان کے اندر احساس پیدا کرتے ہیں اور جہاں جہاں کوئی ذرہ بکھرا ہوا ہو وہاں وہاں عذاب اور ثواب کا احساس ہوتا ہے۔ یہ عقیدہ ہمارے حضرات کا ہے۔

عالم برزخ اور بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا واقعہ

یہ ذرات والی بات جو میں نے کی ہے یہ بھی صراحتہً حدیث شریف میں آئی ہوئی ہے متفق علیہ روایت ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک شخص تھا بنی اسرائیل میں بہت گناہگار تھا بلکہ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ **کان نباشاً** وہ نباش تھا جو قبریں کھود کر کفن اتار کے لایا کرتا تھا مردوں کے لیعنی کفن چور تھا وہ نباش تھا (ابن حبان ۲/۴۲۱

۔فتح الباری ۶/۴۹۷) اور آخر وقت میں اس کو احساس ہو گیا کہ میں نے تو کوئی نیکی کی نہیں ساری زندگی میں نے برائی میں گزار دی اپنے بیٹوں کو بلاتا ہے بلا کے کہتا ہے کہ میں تمہارے لئے کیسا باپ تھا بیٹوں نے کہا کہ بہت اچھا باپ تھا تو وہ کہتا ہے کہ میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں تم میری وصیت پر عمل کرو گے؟ بیٹوں نے کہا کہ ہاں بالکل کریں گے۔ پختہ عہد ان سے لے لیا تو عہد لے کر کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں مرنے کے بعد مجھے آگ میں جلا دینا اور جس وقت جل کے میں بالکل کوئلہ ہو جاؤں تو جو کچھ میری ہڈیاں وڈیاں وغیرہ جلی ہوئی ہونگی ان کو پیس لینا پیس کر ان کے باریک ذرات بنا لینا پھر انتظار کرنا کسی آندھی والے دن میں جس دن آندھی چلے زور کی ہوا چلے تو آدھی راکھ میری میدانی علاقے میں اڑا دینا اور آدھی راکھ میری سمندر کے کنارے کھڑ ہو کے سمندر میں اڑا دینا آدھی راکھ ادھر اڑا دیجیو اور آدھی دریائی' سمندری علاقہ میں سمندر میں اڑا دینا۔ بیٹوں نے کہا کہ جی کیا بات ہے اس طرح سے کیوں؟ وہ کہنے لگا کہ میں بہت گناہگار ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اٹھا لیا تو مجھے ایسا عذاب دے گا جو اس نے کسی کو نہیں دیا ہوگا۔ کم عقل تھا کم علم تھا اللہ کی قدرت کے احاطہ کو نہیں سمجھتا تھا وہ سمجھا کہ اگر باریک سے باریک کر کے ذرے اڑا دیئے جائیں گے تو اللہ اکٹھے نہیں کرے گا اس لئے میں عذاب سے بچ جاؤں گا جب قبر میں نہیں جاؤں گا ذرات باریک آدھے سمندر میں اڑ جائیں گے آدھے جنگل میں اڑ جائیں گے تو نہ اللہ اٹھائے گا نہ مجھے عذاب دے گا۔ **لئن قدرنی اللہ علی** یہ لفظ ہے۔ کہ اگر اللہ نے میرے اوپر قدرت پالی **لیعذبنی** مجھے ایسا عذاب دے گا کہ **ماعذب احدامن العالمین** کہ اس نے سارے جہانوں میں سے کسی کو ایسا عذاب نہیں دیا ہوگا جو مجھے اب عذاب دے گا اگر اللہ نے میرے پر قدرت پالی یہ اس نے اپنی جہالت کی بنا پر کم عقلی کی بنا پر ایسا کہا تو انسان مکلّف اپنے عقل کے مطابق ہے وہ اللہ کی قدرت کا احاطہ اتنا نہیں سمجھتا تھا کہ ان ذرات کو اللہ تعالیٰ دوبارہ اکٹھا کر لے گا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ سرور کائنات

ﷺ نے فرمایا کہ بیٹوں نے ایسا ہی کیا جب وہ مر گیا اس کو جلا دیا جلانے کے بعد اس کو پیس دیا پیس کر اس کے ذرات باریک کر دیئے باریک کرنے کے بعد آندھی کے دنوں میں اس کو اڑا دیا تو جس وقت یہ سارے کام سے فارغ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا خشکی کو کہ اس کے ذرات کو اکٹھا کرو اور بحر (سمندر) کو حکم دیا کہ جہاں جہاں ذرات بکھرے ہوئے تھے اکٹھے کر کے اس کو دوبارہ بنا لیا پھر اس کو کھڑا کر کے پوچھا کہ ایسا کیوں کیا تھا؟ وہ کہتا ہے جی آپ سے ڈر کر۔ آپ سے ڈر کر ایسا کیا تھا کہ آپ کہیں مجھے سزا نہ دیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تو مجھ سے ڈر گیا تو میں نے تجھے معاف کیا۔ یہ متفق علیہ روایت ہے (بخاری ص ۱/۴۹۵۔ مسلم ۲/۳۵۶) جس میں یہ بات صراحت کے درجہ میں آ گئی کہ اللہ تعالیٰ بکھرے ہوئے ذرات بھی اکٹھے کرتا ہے اگر ثواب اور عذاب کا تعلق ذرات کے ساتھ نہیں تو ان کو اکٹھا کرنے کی کیا ضرورت؟ ارے بات سمجھے یا نہیں؟ اس لئے ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ جہاں بھی ذرات بکھرے ہوئے ہوں وہیں تعلق روح کا ہوتا ہے اور ان کے اندر احساس پیدا ہو کے ثواب و عذاب کا احساس پیدا ہوتا ہے اور وہیں اس کو ثواب و عذاب ہوتا ہے ذرات کے ساتھ بھی تعلق قائم ہو جاتا ہے اس شبہ کو دور کرنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ عذاب اور ثواب کا تعلق برزخ سے ہے۔

عذاب وثواب کیلئے معروف قبر ضروری نہیں

یہ بات ذرا سمجھنا جو کہنے لگا ہوں عذاب وثواب کے لئے یہ قبر ضروری نہیں اگر کسی کو یہ مل گئی قبر تو عذاب وثواب یہیں ہوگا اور اگر کسی کو یہ قبر نصیب نہیں ہوئی تو برزخ سے تو باہر نہیں کیونکہ برزخ تو ایک جہان ہے اور مرنے کے ساتھ آدمی اس جہان میں منتقل ہو گیا اس جہان کے اندر عذاب وثواب اس کو ہوگا چاہے یہ قبر نصیب ہو چاہے یہ قبر نصیب نہ ہو اصل عقیدہ یہ ہے جس کو مختصر کر کے یوں بھی بیان کر دیتے ہیں۔ کہ بھائی عذاب وثواب کا تعلق ان قبروں کے ساتھ نہیں عالم برزخ کے ساتھ ہے لیکن عالم برزخ

ہوگا کہاں؟ جہاں اس کے ذرات پڑے ہوئے ہیں جہاں مجموعی طور پر انسان پڑا ہوا ہے وہاں کہنے والوں کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ یہاں نہیں یوں سمجھو کہ جو ان قبروں میں ہے وہ برزخ میں بھی ہے اور جو برزخ میں ہے ضروری نہیں کہ ان قبروں میں ہو جس طریقے سے منطقی طور پر آپ کہا کرتے ہیں یہ عموم خصوص مطلق والی بات کہ **من فی البرزخ من فی القبور** ان میں کیا نسبت ہے یہ شرح تہذیب والے سمجھتے ہیں ان میں عموم خصوص مطلق ہے **من فی القبور من فی البرزخ** یہ موجبہ کلیہ ہے لیکن جو برزخ میں ہے وہ قبروں میں بھی ہو یہ کوئی ضروری نہیں۔ ایک آدمی قبر میں نہیں پرندوں کے پیٹ میں ہے وہ بھی برزخ میں ہے ایک آدمی قبر میں نہیں مچھلیوں کے پیٹ میں ہے وہ بھی برزخ میں ہے۔ وہ قبروں میں بھی ہو یہ کوئی ضروری نہیں۔ اس عقیدہ کو صاف رکھنے کے لئے کہ عذاب سے کوئی نہیں بچ سکتا وہ کہتے ہیں کہ جہاں قبر کے عذاب کا ذکر کیا جائے وہاں برزخ کا عذاب مراد ہوتا ہے۔ یہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ جب قبر نہیں تو عذاب بھی نہیں ہوگا اور اس کا مطلب یہ سمجھنا کہ ان قبروں سے تعلق ہی کوئی نہیں برزخ میں ہوتا ہے تو برزخ کیا چیز ہے؟ برزخ تو ایک جہان ہے کہ مرنے کے بعد سے شروع ہوا قیامت سے پہلے پہلے جو وقت ہے یہ برزخ ہے۔ آپ مرنے کے بعد ہی برزخ میں منتقل ہو گئے اگر قبر میں چلے گئے تو بھی آپ برزخ میں ہیں اور اگر قبر میں نہیں گئے تو بھی آپ برزخ میں ہیں عذاب وثواب سے بچیں گے نہیں اس لئے اگر آپ کو قبر نصیب ہوگی تو سارا عذاب وثواب کا تعلق اسی سے ہوگا اور اگر قبر نصیب نہ ہوئی تو جہاں بھی آپ پڑے ہوئے ہیں آپ برزخ سے باہر نہیں ہیں اس لئے عذاب وثواب کا تعلق وہاں ہوگا تو اس مغالطہ میں کبھی نہ آنا کہ کہیں لکھا ہوا ہو کہ قبر کے عذاب سے مراد ہے برزخ کا عذاب اور اس برزخ کے عذاب کے لفظ کو لے کر قبر کے عذاب کا انکار کرے کہ ان قبروں میں عذاب وثواب نہیں ہے یہ غلط ہے اور یہیں سے گمراہی کی ابتدا ہوتی ہے اس لفظ کو یوں سمجھ لیا گیا کہ قبر کو ختم کر دیا گیا کہ عذاب قبر

سے مراد ہے برزخ کا عذاب۔ اس لئے قبر کوئی ضروری نہیں ہو یا نہ ہو برزخ کا عذاب ہوتا ہے۔ اس سے قبر کی سرے سے نفی کر دی کہ ان میں نہیں عذاب ہوتا برزخ میں ہوتا ہے۔ یہی مغالطہ ہے جو لوگ دیتے ہیں اور یہی جملہ ہے جس سے لوگ مغالطہ کھاتے ہیں۔ (آپ میری بات سمجھ گئے) یعنی ان دونوں باتوں کو جوڑنے کے لئے کہ اگر کسی کو قبر نصیب نہ ہوئی تو کیا اس کو عذاب بھی نہیں ہوگا وہاں یہ لفظ بولا جاتا ہے کہ نہیں عذاب کے لئے قبر ضروری نہیں عذاب تو برزخ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے جو آدمی برزخ میں چلا گیا اس کو عذاب یا ثواب ہوگا تو عذاب قبر سے مراد ہے عذاب برزخ اس جملہ کا صحیح مطلب یہ ہے تاکہ دلائل کے ساتھ اس کی پوری پوری مطابقت ہو جائے۔ تو برزخ میں جو چلا گیا اس کو عذاب ہوگا ثواب ہوگا جہاں جہاں ذرات اس کے پڑے ہوئے ہیں وہاں وہاں ہوگا اور اگر قبر نصیب ہوگئی تو سارے کے سارے حالات یہیں طاری ہوں گے اس لئے زیارت ان قبروں کی کی جاتی ہے اور اکابر انہیں قبور کے ساتھ معاملات کرتے ہیں جس طرح سے کرتے ہیں وہ اگلے نمبر پر آئے گا کہ زندوں کا قبروں سے کیا تعلق ہے۔ آپس میں کیا رابطہ ہوتا ہے کیا نہیں ہوتا۔ عذاب و ثواب اسی میں ہوتا ہے۔ باقی یہ جو عذاب و ثواب ہوتا ہے کبھی کبھی اس کا احساس بھی ہو جاتا ہے اور کبھی لوگ اس کا احساس نہیں بھی کر سکتے یعنی یہ اگلی بات آ گئی دوسرے نمبر کی جو میں کہنا چاہتا ہوں کہ انہیں قبروں میں ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کی خچر انہیں قبروں کو دیکھ کر بدکی تھی اور انہیں قبروں کے اوپر حضور نے شاخیں گاڑی تھیں یہی قبریں ہیں جن کے متعلق حضور نے فرمایا تھا کہ ظلمتوں سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اندھیرے سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ میری دعا کی برکت سے ان کو روشن کر دیتے ہیں لیکن یہ اگلی بات ہے کہ ہمیں اس کا احساس کیوں نہیں ہوتا اس کو آپ دو درجوں میں سمجھ لیجئے۔ کہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کو ظاہر کرنے کے لئے اس عذاب کو نمایاں بھی کر دیتے ہیں عذاب کو بھی اور ثواب کو بھی لیکن اکثر و بیشتر اس دنیا میں رہ کر ہمیں اس کا احساس

نہیں ہوتا دونوں باتوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے سمجھ لیجئے کبھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کو نمایاں کرنے کے لئے اس کو ظاہر کر بھی دیتے ہیں نمونہ دکھا بھی دیتے ہیں اور وہ نمونے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے بھی آ جاتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے جو کچھ ہو رہا ہوتا ہے زندے اس کا احساس نہیں کرتے۔ نمونے دکھا بھی دیتے ہیں جیسے یہی روایتیں جو میں نے بتائی ہیں آپ کو کہ حضور ﷺ کو احساس ہو گیا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ ٹھیک ہے یا نہیں؟ اور اس سے زیادہ کھل کر واقعات بھی پیش آ جاتے ہیں زیادہ لمبی چوڑی باتوں میں جانے کی ضرورت نہیں

ڈاکٹر نور محمد نور کے آنکھوں دیکھے واقعات

ایک ڈاکٹر صاحب ہیں نور محمد نور۔ پچھلے دنوں میں نشتر کالج میں تھے اب ان دنوں میں مجھے معلوم نہیں کہ وہ حیات ہیں یا وفات پا گئے ہیں میرا خیال ہے کہ وہ حیات ہیں میں نے سنا نہیں ان کی وفات کے متعلق۔ (مجمع سے کسی نے کہا حیات ہیں) حیات ہیں نور احمد نور ڈاکٹر۔ انہوں نے جو ہسپتال میں وقت گزارا اپنی زندگی کے بعض مشاہدات اپنے رسالہ میں لکھے ہیں جو تازہ بہ تازہ بات ہے جس کا لکھنے والا اب بھی موجود ہے اس سے پوچھا جا سکتا ہے سنا جا سکتا ہے ورنہ واقعات تو اس بارے میں بہت طویل ہیں بڑے لمبے لمبے واقعات ہیں وہ نور احمد نور لکھتے ہیں اپنے اس رسالہ میں کہ میں جماعت کے ساتھ گیا ہوا تھا مانسہرہ کے علاقہ میں یہ ۶۵ء کی بات ہے۔

عذاب قبر کی کہانی ایک فوجی کی زبانی

۶۵ء میں واقعہ پیش آیا انہوں نے جو سنا وہ ۶۸ء میں سنا جس کو یوں سمجھو کہ اس وقت (۱۹۹۶ء میں) ۲۶ سال ہو چکے ہیں وہ لکھتے ہیں مانسہرہ کے علاقہ میں ایک بستی میں ہم ایک جماعت لے کر گئے ہوئے تھے مسجد میں جماعت ٹھہری ہوئی تھی تو جماعت نے اپنی تعلیم شروع کی اور ہم باہر گشت کے لئے نکلے جس طرح تبلیغی جماعت والے کیا کرتے ہیں تو باہر کچھ لوگ بیٹھے تھے ہم نے ان کو دعوت دی کہ مسجد کے اندر تعلیم ہو رہی

ہے تعلیم میں شرکت کرو تو وہاں ایک آدمی تھا وہ کہنے لگا کہ جی میں نماز کے وقت آؤں گا اور آ کے اپنا ایک واقعہ سناؤں گا۔ چنانچہ وہ شخص نماز کے وقت میں آیا اور آ کے کہنے لگا کہ ۶۵ء میں جو پاکستان کی ہندوستان کے ساتھ جو جنگ ہوئی تھی کہتے ہیں کہ ۶۵ء میں ایک قبرستان میں اسلحہ دبایا ہوا تھا اور میں وہاں حفاظت کے لئے متعین تھا میری ڈیوٹی تھی وہاں، دن کا وقت تھا تو میں نے وہاں قبرستان میں گھومنا شروع کر دیا جب گھومنا شروع کیا تو ایک قبر سے مجھے کچھ چڑ چڑاہٹ کی آواز آئی کہ جیسے ہڈیاں ٹوٹ رہی ہیں اور گڑ بڑ ہو رہی ہے اس طرح کی آواز مجھے محسوس ہوئی تو میں متوجہ ہو گیا آواز سنی تو میں نے اپنی رائفل کے بٹ کے ساتھ اینٹیں اکھیڑنا شروع کر دیں قبر کی کہ یہ آواز یہاں سے آ رہی ہے تو جیسے جیسے میں اینٹیں اکھیڑتا چلا گیا آواز تیز ہوتی گئی یعنی وہ زیادہ کھل کر آنے لگی حتیٰ کہ وہ میں نے لاش ننگی کر دی قبر کھول دی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اندر ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ پڑا ہوا ہے اور ان کے اوپر ایک چوہے جیسا جانور مسلط ہے اور وہ اس کو منہ مارتا ہے اور ہڈیاں یوں اکڑتی ہیں اور چڑ چڑ کرتی ہیں اور آواز پیدا ہوتی ہے اور پھر وہ ٹھیک ہو جاتی ہیں تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر منہ مارتا ہے پھر وہ اس طرح سے ہوتا ہے وہ کہتے ہیں مجھے ترس آیا کہ یہ جانور مردہ کے اوپر مسلط ہے اسے تکلیف پہنچا رہا ہے میں نے اسے اپنی رائفل کے ساتھ مارنے کی کوشش کی تو مٹی میں غائب ہو گیا وہ جانور۔ تھوڑی دیر کے بعد میں دیکھتا ہوں کہ وہ جانور مٹی سے نکل کر میرے پیچھے بھاگ رہا ہے کہتے ہیں میں آگے آگے بھاگا وہ پیچھے پیچھے میرے اوپر خوف مسلط ہو گیا تو آگے پانی کا تالاب تھا میں اس جانور سے بچنے کے لئے اس پانی میں گھس گیا اور وہ جانور اس تالاب کے کنارے پر آ کے رک گیا کہتے ہیں میں نے جو اس کی طرف دیکھا تو اس نے اپنا منہ جو تھا وہ اس تالاب کے پانی پر لگایا تو اس کا منہ پانی پر لگنا ہی تھا کہ پانی ابلنے لگ گیا تالاب کا پانی جو تھا وہ ابلنے لگ گیا کہتے ہیں میں جلدی سے باہر نکلا اتنے میں میری دونوں ٹانگیں جل چکی تھیں جتنی پانی میں تھیں وہ دونوں ٹانگیں جل گئیں

کہتے ہیں میں نے اپنے ساتھیوں کو بلایا انہوں نے مجھے اٹھایا اٹھا کے جلدی جلدی ہسپتال پہنچایا گیا راولپنڈی کے ہسپتال میں میرا علاج ہوا یہاں کچھ نہ ہوا مجھے امریکہ تک بھیجا علاج کیلئے لیکن کہنے لگے وہ اس طرح سے جیسے مردار سے بو آتی ہے پیپ اور لہو رستا تھا آہستہ آہستہ سارا گوشت ختم ہو گیا خالی ہڈیاں رہ گئیں اس طریقے سے اس نے مجھے ٹانگیں دکھائیں جن کے اوپر پٹیاں لپیٹی ہوئی تھیں گوشت وغیرہ سب جل گیا اور بدبو اسی طریقے سے آتی تھی اور پٹیاں اوپر باندھی ہوئی تھیں کہتے ہیں یہ میرا حال دیکھ لو یہ حال ہوا ہے اس پانی کی وجہ سے جس پانی کو اس جانور نے منہ لگایا تھا یہ نور احمد نور اپنا مشاہدہ نقل کرتے ہیں کہ آنکھوں سے ہم نے دیکھا کہ اس شخص نے سنایا یہ ہے قبر کے عذاب کا نمونہ جو کبھی کبھی اللہ تعالیٰ دکھا دیتے ہیں (بات سمجھ گئے) یہ تو میں نے پڑھا نور احمد نور کے رسالہ میں وہ رسالہ عام ملتا ہے۔ شائع ہو چکا ہے۔

مرنے کے بعد رافضی کی شکل مسخ ہو گئی

اور ایک واقعہ آپ کو اور سنا دوں۔ ہم کبیر والا میں ہوتے تھے جس وقت ملتان شہر میں ایک واقعہ پیش آیا اور باقاعدہ وہ اخبارات میں بھی آیا اور وہ واقعہ بھی نور احمد نور نے اس کتاب میں لکھا ہے لیکن لکھا اجمال کے ساتھ ہے تاکہ اس کا کوئی نشانہ نہ بنے اور اس کا خاندان ناراض نہ ہو جائے لکھا اجمال کے ساتھ ہے اور ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ واقعہ اخبار میں آیا تھا اور ہم نے خود پڑھا ہے۔ اور یہ اس وقت بہت مشہور ہوا تھا میں مدرس تھا اس وقت کبیر والا میں جب یہ بات پیش آئی ایک رافضی تھا وہاں ملتان میں جس کو دھاڑ شاہ کہتے تھے اچھا بڑا زمیندار تھا ہمیں چھپانے کی کیا ضرورت ہے؟ ایسی بات تو ہے نہیں ڈاکٹر صاحب نے ذرا اجمال کے ساتھ لکھ دیا میں فوراً پڑھ کے سمجھ گیا کہ یہ وہی واقعہ ہے رافضی تو سمجھتے ہو نا؟ شیعہ تھا بڑا زمیندار تھا اس نے وصیت کی ہوئی تھی کہ مجھے کربلا میں لے جا کر دفن کرنا اور مر گیا وہ یہاں تو گھر والوں نے سوچا جس طرح جاہلوں میں ایک طریقہ ہے کہ بطور امانت کے دفن کر دیں جب جانے کا وقت ہو گا یا اسباب مہیا

ہوں گے تو نکال کر لے جائیں گے اس طرح سے کر کے وہ دفن کیا ہوا تھا تو جو نور احمد نور نے لکھا ہے (اس ترتیب سے عرض کردوں) لکھتے ہیں کہ میرے پاس دو مزدور بے ہوشی کی حالت میں ہسپتال میں لائے گئے نشتر ہسپتال میں بے ہوشی کے عالم میں....ان کو جب ہوش میں لایا گیا تو وہ چیخیں مارنے لگے جس طرح سے وہ بہت ڈرے ہوئے ہوں بڑی مشکل کے ساتھ ان کے دماغی توازن کو ٹھیک کیا اور وہ ذرا تھوڑے سے سنبھلے تو سنبھلنے کے بعد پھر ان سے پوچھا گیا کہ ہوا کیا تمہیں؟ تو پھر انہوں نے بتایا کہ ہم وہ قبر کھودنے پر لگائے گئے تھے کہ قبر کھودو کیونکہ اس کو نکالنا تھا اور نکال کر دوسری جگہ منتقل کرنا تھا جب اس کی قبر کھودی تو اتنے برے حال میں اس کو دیکھا ہے کہ دیکھ کر ہم تو چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے اور گھر والوں نے جب دیکھا تو وہیں قبر بند کر کے اس کو نکالا نہیں اور عام طور پر مشہور ہوئی تھی یہ بات کہ خنزیر کی شکل میں مسخ ہو کر انتہائی عذاب کی حالت میں تھا اور مسخ ہو چکا تھا خنزیر کی شکل میں اور اسی طریقے سے اس کو بند کر دیا گیا اخبار میں یہ آیا ہم نے بھی پڑھا یہ بات بہت مشہور ہوئی تھی اور ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بیہوش مزدور میرے پاس آئے تھے میں نے ان کا علاج کیا وہ کہہ رہے تھے کہ جب ہم نے اس کو دیکھا تو اسکو ایسے برے حال میں دیکھا کہ دیکھنے کے بعد ہم برداشت نہیں کر سکے چیخیں مار کے بے ہوش ہو گئے تو اس قسم کے واقعات اگر سننے سنانے شروع کر دیئے جائیں تو بہت واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ یہ عذاب دکھا بھی دیتے ہیں۔ اس کا مشاہدہ بھی کروا دیتے ہیں یعنی عام لوگوں کو۔ عام لوگوں کو بھی اس کا احساس ہو جاتا ہے۔

قبر میں روپے انگاروں کی شکل میں

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا ایک وعظ ہے حقوق العباد کے متعلق۔ حضرت نے اس میں ایک واقعہ بیان کیا ہوا ہے کہ تھانہ بھون کے علاقہ میں ایک ملاں جی تھے جن کو مال سے بڑی محبت تھی تھوڑے تھوڑے کر کے انہوں نے بہت سارے پیسے جوڑ لئے تھے

اور اتنی محبت کہ اس کو ایک بوری میں ڈال کر مٹی میں دبایا ہوا تھا لیکن روز اس کو نکالتے تھے گنتے تھے گننے کے بعد دوبارہ اسمیں ڈالتے تھے پھر اس کو دفن کر دیتے تھے اتنی محبت تھی اس مال کے ساتھ ہر روز نکالتے تھے اس کی زیارت کرتے تھے گنتے.... گننے کے بعد دوبارہ اس میں ڈالتے تھے پھر اس کو دفن کر دیتے تھے۔ کئی طالبعلموں کو سراغ لگ گیا کہ استاجی کا خزانہ یہاں دفن ہے تو انہوں نے موقع تلاش کر کے وہ نکال لیا نکالنے کے بعد کچھ پیسے خرچ کر کے شاندار سی دعوت پکائی دعوت پکانے کے بعد استاجی کو بھی دعوت دے دی کہ جی کھانا آج آپ نے ہمارے ہاں کھانا ہے تو استاجی جب گئے تو اچھے اچھے کھانے دیکھ کر کھا بھی رہے ہیں مزے بھی لے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ بھائی کیا خوشی تھی آج؟ جس کی وجہ سے اتنے آج تم نے لذیذ کھانے پکائے ہیں وہ کہتا ہے حضور آپ کی جوتیوں کا صدقہ ہے یہ تو آپ کا ہی فیض ہے۔ دو چار دفعہ بات ایسی ہوئی تو اس نے سوچا کہ کہیں میرے پیسے تو نہیں نکال لئے پھر جب وہ گئے تو دیکھا اس کا خزانہ نکالا ہوا تھا چیخ مار کے وہیں مر گیا جب چیخ مار کر وہیں مر گیا تو اس کے دفن کا انتظام کیا گیا تو وہاں لوگوں نے کہا کہ یہ رقم جو ہے پچاس ساٹھ ہیں سو ہیں جتنے بھی جمع کئے ہوئے تھے منحوس رقم ہے جس نے ایک مسلمان کی جان لے لی اس لئے اس کو اس کے ساتھ ہی دفن کر دو اس کو استعمال نہ کرو اس کے لئے اس کی قبر میں ڈال دو اس وقت پیسے ہوتے تھے چاندی کے روپے... کاغذ کے نوٹ نہیں ہوتے تھے۔ کاغذ کے نوٹ تو ہمارے ہوش میں شروع ہوئے ہیں پہلے اصل سکہ ہوتا تھا چاندی کا اس سے پہلے سونے کا بھی ہوتا تھا لیکن میں نے سونے کا سکہ نہیں دیکھا چاندی کا دیکھا ہے کہتے ہیں دفن کرتے وقت وہ پیسے جو تھے قبر میں ڈال دیئے اب ایک گروہ ہے کفن چوروں کا جیسے میں نے پہلے ذکر کیا وہ کپڑے نہیں چھوڑتے تو پیسے قبر میں کہاں چھوڑیں کفن چور نباش کو پتہ چلا کہ میاں جی کے ساتھ تو دولت بھی دفن کی گئی ہے وہ رات کو چلا گیا قبر کھودنے..... تو جس وقت اس نے قبر کھودی تو قبر کھودنے کے بعد اس نے دیکھا کہ وہی روپے انگاروں

کی شکل میں اس کے بدن پر پڑے ہوئے ہیں انگاروں کی شکل میں۔ اس نے لالچ کے مارے سمجھا کہ شاید یہ سونے کا سکہ ہے جو چمک رہا ہے کہتے ہیں آگے کو ہاتھ بڑھایا تو ایک انگلی ذرا سی لگی تو چیخیں مارتا ہوا باہر نکل آیا اتنی تکلیف تھی اسکو... ذرا سی انگلی مس کرنے کے بعد کہ ہمیشہ اس کو پانی میں ڈبو کے رکھتا تھا ذرا سا سکون ہوتا پانی گرم ہو جاتا پھر پانی کو بدلتے ...تو ذرا سا ہاتھ لگ جانے کے بعد بھی اس کو اتنا احساس ہوا بہت شدید آگ کا یہ واقعہ حضرت نے لکھا ہے اور اپنے علاقہ کا لکھا ہے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ عام آدمی کو بھی کبھی کبھی اللہ تعالیٰ ایسا واقعہ دکھا دیتے ہیں جس کے ساتھ ایک نمونہ مہیا ہو جاتا ہے کہ ان قبروں میں اللہ تعالیٰ عذاب کس طرح سے دیتے ہیں لیکن عام طور پر عالم غیب میں اسکو اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھا ہے اور عام آدمیوں کو یہ محسوس نہیں ہوتا۔ کیوں محسوس نہیں ہوتا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کو کس طرح سے مخفی رکھا ہے؟ کہ بعض بعض چیزیں ایسی ہوا کرتی ہیں اب یہ بات کہہ کر ختم کروں گا اگلی بات پھر اگلے بیان میں۔

ہر چیز کو معلوم کرنے کیلئے حس کا ہونا ضروری ہے

بعض بعض چیزیں ایسی ہوا کرتی ہیں کہ جن کو معلوم کرنے کے لئے جن کا احساس کرنے کے لئے خاص قسم کی حس کی ضرورت ہوتی ہے اب یہ فنی بات ہے جو آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں روحانیات کی۔ کسی چیز کو محسوس کرنے کے لئے ایک خاص حس چاہئے جس کے ساتھ اس کا احساس کیا جائے مثال کے طور پر یہ ایک عالم رنگ و بو ہے آپ کے سامنے ...دنیا میں دیکھو کتنے رنگوں کے پھول ہیں اور کتنے شاندار شاندار پھول ہیں کتنے اچھے اچھے ان کے رنگ ہیں لیکن ان رنگوں کا احساس کرنے کے لئے آنکھ میں بینائی چاہئے بات ٹھیک ہے؟ جن بیچاروں کو آنکھ کی بینائی نہیں ملتی جو مادر زاد نابینے ہیں ان کو نہیں معلوم کہ گلاب کا رنگ کیا ہوتا ہے کلی کا رنگ کیا ہوتا ہے گینڈے کے پھول کا رنگ کیا ہوتا ہے وہ کچھ مزا نہیں لے سکتے اتنی رنگ برنگ دنیا ہے لیکن ان کے نزدیک کچھ بھی نہیں آپ ان کے سامنے بیٹھ کر ذکر کریں کہ گلاب کا

رنگ ایسا ہوتا ہے گینڈے کا ایسا ہوتا ہے کلی کا ایسا ہوتا ہے فلانے کا ایسا ہوتا ہے وہ کہیں گے پتہ نہیں کیا بکواس کر رہا ہے ہمیں تو کچھ نہیں پتہ چلتا اور وہ صحیح کہیں گے اپنے خیال کے مطابق کہ اس چیز کو جاننے کے لئے جس حس کی ضرورت ہوتی ہے وہ حس ہے ہی نہیں ان کے پاس وہ کہیں گے ہم قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ کچھ بھی نہیں ہے تم ایسے ہی کہہ رہے ہو کہ کوئی سرخ ہے کوئی سفید ہے کوئی نیلا ہے کوئی پیلا ہے کوئی فلانا ہے کوئی فلانا ہے ہم تو سمجھتے ہیں بکواس ہے کچھ بھی نہیں اب اس اندھے کے انکار کو کیا آپ ایسے سمجھیں کہ آنکھوں والے جو کچھ دیکھتے ہیں پھولوں کو دیکھتے ہیں کلیوں کو دیکھتے ہیں رنگ سے مزے لیتے ہیں یہ اندھے کے قول کو لے کر آنکھوں والے کے قول کا انکار کر دیں گے آپ ہی کہیں گے کہ بھائی تو معذور ہے تیرے پاس آنکھ ہے نہیں تو کریں کیا؟ لیکن جن کے پاس آنکھ ہے اس سے پوچھ کہ کیا مزہ ہے رنگ برنگ پھول دیکھنے میں (ارے سمجھے کہ نہیں) تو کیا یہ رنگ برنگ پھولوں کا مزہ کان کے ذریعے سے لیا جا سکتا ہے؟۔نہیں لیا جا سکتا۔ زبان سے چکھ کر پتہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ سرخ ہے یا سفید ہے یا سیاہ ہے پتہ کر سکتے ہیں آپ؟ زبان کے ذریعے سے نہیں لیا جا سکتا۔ اب آپ دیکھتے ہیں کہ ماشاء اللہ کیا موسیقی بجتی ہے گانے میں اور باجے بجتے ہیں نور جہاں کا ترنم ہے حتیٰ کہ خوش آوازی سے پورا جہان آباد ہے لیکن بہرے کے لئے کچھ بھی نہیں جس کے پاس کان نہیں ہیں اس کے لئے کچھ بھی نہیں آپ بیٹھ کر کسی طریقے سے اس کو سمجھانے کی کوشش کریں کہ ملکہ ترنم جب گاتی ہے تو کیا مزے آتے ہیں جس وقت وہ فلانا گاتا ہے تو کیا لطف آتا ہے تو بہرہ کہے گا بکواس ہے۔ کیوں جی؟ اس کے نزدیک بکواس ہی ہے وہ کہے گا کہ کچھ بھی نہیں اگر ہوتا تو مجھے نہ معلوم ہوتا تو آپ کہیں گے بھائی تیرا انکار اپنی جگہ لیکن کیا کریں تیرے پاس وہ حس ہے نہیں جس کے ساتھ تو سنے۔ تیرے پاس آنکھیں ہیں لیکن آواز کا مزہ لینے کے لئے آنکھ نہیں چاہئے بلکہ کان چاہئے۔ بات سمجھے؟

غیب اشیاء کے احساس کیلئے فراست ایمانی ضروری ہے

اسی طرح سے عالم غیب کی چیزوں کا احساس کرنے کے لئے ایک فراست ایمانی ہے وہ فراست ایمانی اگر موجود ہو تو ساری مخفی چیزیں انسان کے سامنے ایسے ہوتی ہیں جیسے آنکھوں والے کے سامنے پھولوں کی رنگت اور جس طرح سے کانوں والے کے سامنے گانوں کی لذت وہ آوازیں بھی سن لیتے ہیں وہ حالت بھی دیکھ لیتے ہیں لیکن جن کو وہ مقام نصیب نہیں ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے اندھا پھولوں کے رنگ کا انکار کرتا ہے یا بہرہ آواز کے لطف کا انکار کرتا ہے اب ایک آدمی بہرہ ہو اپنی جگہ معذور ہے اندھا ہو اپنی جگہ معذور ہے لیکن ایک آدمی کو اللہ نے وہ ایک خاص حس دی ہوئی ہے بعضی چیزیں دیکھو موجود ہوتی ہیں اب یہ جراثیم موجود ہیں لیکن آپ کے پاس خوردبین ہے نہیں آپ نہیں دیکھ سکتے (ایک اور موٹی سی مثال دے دوں) جراثیم بیماریوں کے موجود ہیں یا نہیں آپ لیبارٹریوں میں جائیں ڈاکٹروں کے پاس ایسے آلات ہیں کہ ایک چیز کو ایک لاکھ گنا بڑا کر کے وہ دیکھتے ہیں تو تب جا کر معمولی سا نظر آتا ہے ایک لاکھ گنا بڑھا کر کسی کو پچاس ہزار گنا بڑھاتے ہیں تو وہ ذرا سا محسوس ہوتا ہے۔ اپنے آلات کے ذریعے اس کا حجم بڑھا کر اس کو دیکھتے ہیں اب جن کے پاس خوردبین ہے نہیں وہ یہ جراثیم نہیں دیکھ سکتے اس میں انکار کی کونسی بات ہے میں کہوں کہ جراثیم نہیں ہیں ڈاکٹر کہے گا تو ٹھیک کہتا ہے تیرے پاس وہ آلہ ہے نہیں جس کے ساتھ دیکھا جاتا ہے بات سمجھ گئے ہو؟ بالکل اسی طرح سے فراست ایمانی ایک ایسی چیز ہے جس کے ساتھ مغیبات کا کشف ہوتا ہے جن کو وہ فراست ایمانی حاصل ہے ان کے سامنے وہ کشف ہوگا جن کو فراست ایمانی حاصل نہیں ہے ان کو کشف نہیں ہوگا۔ یہ تو ایک مخفی بات ہے جو کشف ہوتا ہے جس کے ساتھ وہ چیزیں نظر آجاتی ہیں جو عام آدمی کو نظر نہیں آتیں

حضرت لاہوریؒ کا کشف قبور

اس لئے اولیاء اللہ اگر اس قسم کی بات کرتے ہیں مجاہدہ اور ریاضت کرنے والے اگر کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا ہے عذاب میں یہ ہو رہا ہے میں نے اپنی آنکھوں سے

بات کرتے ہوئے دیکھا۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کو اور اپنے کانوں کے ساتھ ان کی بات سنی کہ سٹیج کے اوپر کہہ رہے تھے سٹیج پر بیٹھے ہوئے کہ میں کہا کرتا ہوں یہی جملہ تھا ان کا اور اکثر یوں کہتے تھے کہ میں کہا کرتا ہوں اولاہوریو! او لاہوریو تکرار کے ساتھ حضرت فرمایا کرتے تھے میں کہا کرتا ہوں اولاہوریو۔ اولاہوریو تمہارے قبرستان میں میانی صاحب میں کچھ حافظوں کی قبریں بھی ہیں کچھ گریجویٹ لوگوں کی قبریں بھی ہیں احمد علی کو نہ بتاؤ کہ یہ حافظ کی قبر ہے یہ گریجویٹ کی قبر ہے اپنے طور پر متعین کرلو کہ یہ حافظ کی قبر ہے یا گریجویٹ کی قبر ہے پھر احمد علی کو لے جاؤ احمد علی تمہیں اشارہ کرکے بتادے گا کہ **قبر هذا القبور روضة من رياض الجنة وقبر هذا القبور حفرة من حفر النيران** یہ جنت کا باغ ہے۔ یہ جہنم کا گڑھا ہے۔ احمد علی تمہیں اشارہ کرکے بتادے گا تم میرا امتحان کرو یہ بات سمجھ رہے ہو؟ اب احمد علی تو قبر کے پاس جاکر دیکھ لے کہ یہ **روضة من رياض الجنه** ہے اور یہ **حفرة من حفر النيران جهنم** کا گڑھا ہے احمد علی تو دیکھ لے اور اپنے آپکو پیش کرتا ہے کہ میرا امتحان کرو میں تمہیں بتاتا ہوں اپنے طور پر متعین کرلو کہ یہ گریجویٹ کی قبر ہے اپنے طور پر متعین کرلو کہ یہ حافظ کی قبر ہے مجھے نہ بتاؤ میں بتاؤں گا تمہیں کہ یہ قبر **روضة من رياض الجنة** ہے یا **حفرة من حفر النيران** ہے اگر یہ حس اللہ تعالیٰ نے احمد علی کو دی تھی مجھے اور آپ کو نہیں دی تو اپنے آپ کو اندھے سمجھو، بہرے سمجھو، تم آنکھوں والوں اور کانوں والوں کا انکار کیوں کرتے ہو۔؟

ارے بات سمجھ رہے ہو؟ اپنے آپ کو اندھے سمجھو اپنے آپ کو بہرے سمجھو اگر تمہارا ارادہ ہے کہ تم بھی دیکھو اگلا جملہ بھی فرمایا میں نے ان کی زبان سے سنا وہ کہتے تھے کہ نہیں نہیں صرف یہ نہیں کہ میں دیکھتا ہوں میں تمہیں دکھا سکتا ہوں لیکن آؤ میرے پاس میرا بتایا ہوا ذکر کرو اور جو کچھ کھاؤ مجھے دکھا کر کھاؤ۔ میں حلال اور حرام میں تمہیں تمیز بتاؤں گا کچھ پڑھنے کے لئے بتاؤں گا میرے طریقے پر چلو تو میں تمہیں اس مقام

تک پہنچاؤں گا کہ تم بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ قبروں میں کیا ہوتا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

اہل برزخ کو عذاب وثواب قبر میں ہوتا ہے

بموقع: ہفتہ وار اصلاحی بیان

مقام: جامعہ باب العلوم کہروڑپکا

تاریخ:

وقت: بعد نماز عشاء

خطبہ

الحمدلله نحمده ونستعينه ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادى له ونشهد ان لا الٰه الا الله وحده لاشريك له ونشهد ان سيدنا و مولانا محمد عبده ورسوله صلى الله تعالى وعلى آله واصحابه اجمعين۔

اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمٰن الرحيم۔

النار يعرضون عليها غدوًا وعشيا ويوم تقوم الساعة ادخلوا ال فرعون اشد العذاب صدق الله العلى العظيم ونحن علٰى ذلك لمن الشاهدين والشاكرين والحمدلله رب العالمين۔

اللهم صل وسلم وبارك على سيدنا محمد وعلٰى آله واصحبهٖ لما واصحابه كما تحب وترضٰى عدد ماتحب وترضٰى۔

تمہید

پچھلے بیان میں یہ ذکر آیا تھا کہ عالم برزخ کے جو حالات ہیں چاہے وہ خوشحالی سے متعلق ہیں چاہے وہ بدحالی سے متعلق ہیں جن لوگوں کو قبر میں دفن ہونا نصیب ہو جاتا ہے وہ حالات ان پر اسی قبر میں ہی گزرتے ہیں اور یہ جو قبروں میں ہیں یہ عالم برزخ میں ہیں اور اگر کسی کو قبر نصیب نہیں ہوتی بلکہ اسکے ذرات بکھر جاتے ہیں جیسے دریا میں ڈوب گیا دریائی جانور کھا گئے جنگل میں کہیں مر گیا اور جنگل کے درندے کیڑے مکوڑے اس کو کھا گئے پرندے کھا گئے اس کے ذرات بکھر گئے تو وہ اللہ کے علم اور اللہ کی قدرت سے باہر نہیں بلکہ جہاں جہاں اس کے ذرات بکھرے ہوئے ہوتے ہیں وہیں وہیں روح کے تعلق کے ساتھ اس میں احساس پیدا ہوتا ہے اور ثواب یا عذاب کا مزہ وہ ذرات چکھتے ہیں اور یہ بھی غالباً میں نے ذکر کیا تھا کہ دنیا میں جسم کے احکام غالب ہیں کہ روح کو راحت اور تکلیف پہنچتی ہے تو جسم کی وساطت سے پہنچتی ہے اسی جسم کو راحت پہنچاتے ہیں تو اس سے ہماری روح کو راحت پہنچتی ہے اسی جسم کو تکلیف پہنچاتے ہیں تو ہمارے روح کو تکلیف پہنچتی ہے برزخ میں معاملہ اس کے برعکس ہوگا کہ اصل تکلیف اس روح کو ہوگی پھر روح کی وساطت سے اس بدن کو ہوگی اصل راحت اس روح کو آئے گی پھر اس کی وساطت سے بدن کو راحت کے اثرات پہنچیں گے اور آخرت میں پھر معاملہ مکمل ہوگا جس طرح سے ہم یہاں جسد عنصری کے ساتھ مکمل حیات کے ساتھ زندہ ہیں آخرت میں قیامت کے بعد پھر اس طرح سے مکمل حیات ہوگی اس کا ذکر پھر بعد میں آئے گا ابھی آپ کے سامنے برزخ کا تذکرہ ہو رہا تھا تو میں نے حدیث کی روشنی میں اور مشاہدات و واقعات کی روشنی میں ذکر کیا تھا کہ عذاب و ثواب انہیں قبروں کے اندر ہوتا ہے اور سرور کائنات ﷺ اور اولیاء اللہ کے واقعات جو پیش آتے ہیں وہ انہیں قبروں میں پیش آتے ہیں اس سلسلے میں میں نے کئی سارے

واقعات آپ کے سامنے ذکر کئے اور یہاں سے جانے کے بعد مجھے ایک واقعہ اور یاد آیا وہ چونکہ ہمارے قریبی بزرگوں کا ہے اس لئے وہ تذکرہ میں آ جانا چاہئے اور آپ کے حافظوں میں وہ بیٹھ جانا چاہئے

دیوبندی نسبت کے اصل مرجع

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ہمارے علمائے دیوبند کے بڑے گزرے ہیں اور دارالعلوم دیوبند کے سرپرست تھے مولانا قاسم نانوتویؒ جن کو ہم بانی دارالعلوم کہتے ہیں وہ انہیں کے رفقاء میں سے تھے اور انہوں نے مل جل کر یہ مدرسہ بنایا تھا اور حضرت نانوتویؒ کی وفات جلدی ہوگئی تھی اور ان کے بعد طویل عرصہ تک دیوبند کی سرپرستی حضرت گنگوہی نے ہی کی ہے تو دیوبند کے اندر جو اثرات آئے ہیں روحانی وہ اصل حضرت گنگوہیؒ کے ہیں اس لئے صحیح نسبت دیوبند کی وہ حضرت گنگوہیؒ کی نسبت ہے حضرت شیخ الہندؒ بھی حضرت گنگوہی کے خلیفہ تھے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ بھی حضرت گنگوہی کے خلیفہ تھے سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ بھی حضرت گنگوہی کے خلیفہ تھے یہ جتنے بھی دیوبند کے اندر بڑے بڑے علماء ہوئے ہیں وہ سارے کے سارے حضرت گنگوہیؒ کے خلفاء میں سے ہی ہیں حکیم الامت حضرت تھانویؒ اگرچہ باقاعدہ حضرت گنگوہیؒ کے مرید نہیں تھے لیکن حضرت کی تربیت میں بھی بہت سارا دخل حضرت گنگوہی کا ہے تو گنگوہی نسبت یہی اصل کے اعتبار سے دیوبندی نسبت ہے

عذاب قبر کا اثر برتن اور پانی پر

حضرت کی خانقاہ کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ خانقاہ میں ایک برتن تھا پانی کا جس کو وہ اپنی زبان میں بدنہ کہتے تھے ہماری زبان میں کہہ لیجئے اسکو گھڑا ایک گھڑا آیا خانقاہ میں جب اس میں پانی ڈالا جاتا تھا تو پانی کا ذائقہ کڑوا ہو جاتا تھا کسی دوسرے برتن میں وہ پانی لے کر پیتے تو ذائقہ ٹھیک ہوتا تھا اور جب اس برتن میں پانی ڈالتے تو پانی کڑوا

ہو جاتا تھا بہت حیران ہوئے صوفیا جو خانقاہ کے اندر جمع تھے انہوں نے اس معاملہ کو حضرت گنگوہیؒ کے سامنے ذکر کیا تو آپ نے مراقبہ کیا توجہ کی غالباً میں نے آپ کے سامنے گزشتہ بیان میں یہ بات کہی تھی کہ یہ برزخ کے حالات وحی سے معلوم ہوتے ہیں یا فراست صحیح سے معلوم ہوتے ہیں ایمانی فراست کے ساتھ جن لوگوں کو یہ فراست نصیب ہوئی ہے ان لوگوں کو اس قسم کے واقعات کا احساس ہو جاتا ہے اس کی تفصیل پچھلے بیان میں آپ کے سامنے عرض کی تھی مگر جن کو یہ فراست نصیب نہیں اس فراست سے محروم ہیں وہ ان باتوں کو معلوم نہیں کر سکتے جس طرح میں نے مثال دی تھی کہ آوازوں کے مزے بہرہ نہیں معلوم کر سکتا اور جس طرح رنگا رنگ پھولوں سے تلذذ اندھا نہیں معلوم کر سکتا چاہے آپ ہزار ان کے سامنے یہ چیزیں ذکر کریں کیونکہ رنگا رنگ چیزوں کو دیکھنے کے لئے آنکھوں کی بینائی چاہیے اور خوش آوازی سے متاثر ہونے کے لئے کان میں شنوائی چاہیے اگر کوئی شخص کان کی شنوائی سے محروم ہے اچھی آوازوں سے متاثر نہیں ہو سکتا آنکھ کی بینائی سے محروم ہے اس رنگا رنگ دنیا سے وہ کوئی مزہ نہیں لے سکتا اسی طرح سے برزخ کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھی ایک ایمانی حس ہے اگر وہ حس حاصل ہو جائے تو یہ حالات معلوم ہو سکتے ہیں اور اگر وہ حس نہ ہو تو پھر یہ حالات معلوم نہیں ہو سکتے تو بہتر یہ ہوا کرتا ہے کہ جن کو یہ حس حاصل نہیں وہ ان پر اعتماد کریں جن کو یہ حس حاصل ہے اس کی تکذیب کی کوئی وجہ نہیں ہے تو حضرت گنگوہیؒ نے مراقبہ کیا مراقبہ کر کے آپ نے فرمایا کہ یہ گھڑا جس مٹی سے بنا ہوا ہے یہ مٹی کسی قبرستان کی ہے اور اس صاحب قبر کو عذاب ہو رہا ہے اور وہ مٹی اس میں لگی ہوئی ہے اور اس کے اثرات ہیں کہ جب پانی اس برتن میں ڈالا جاتا ہے تو یہ بدمزہ ہو جاتا ہے۔ واقعہ اس لئے سنا رہا ہوں کہ آپ کو بتاؤں کہ مٹی کے ذرات میں اثر جو آیا تھا وہی قبر والی بات ہے

عذاب قبر سے نجات کا موثر طریقہ

آپؒ نے خانقاہ والوں سے کہا کہ ستر ہزار دفعہ کلمہ پڑھو **لا الٰہ الا اللّٰہ** کیونکہ روایات میں آتا ہے کہ **لا الٰہ الا اللّٰہ** ستر ہزار دفعہ پڑھ کر ایصال ثواب کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے بخش دیتے ہیں تو ستر ہزار دفعہ آپ نے کلمہ پڑھایا کلمہ پڑھوانے کے بعد اسکا ثواب اس قبر والے کو جس کی مٹی اس گھڑے کو لگی ہوئی تھی ایصال ثواب کروایا اور ایصال ثواب کرانے کے بعد دعا کی اس کے لئے مغفرت کی اور فرمایا کہ اب چکھو گھڑے کا پانی تو جس وقت دیکھا کہ گھڑے کا پانی بالکل خوش ذائقہ ہو گیا تھا اور کڑواہٹ ختم ہوگئی تھی تو اس کڑواہٹ کا ختم ہو جانا یہ علامت ہوئی کہ حضرت گنگوہیؒ کا تاثر صحیح تھا اور یہ واقعہ پیش آ جانا اس بات کی دلیل ہے کہ عذاب کے اثرات اس مٹی پر ہوتے ہیں جو مٹی قبر پر لگی ہوئی ہے اور یہ واقعات اس قبر پر پیش آتے ہیں اسی سلسلے میں یہ ذکر کر رہا ہوں کہ ثواب اور عذاب کے واقعات اسی قبر پر گزرتے ہیں یہ پچھلے بیان کا حصہ ہے پھر بات یہاں تک چلی تھی کہ پھر لوگوں کو پتہ کیوں نہیں چلتا اس پر یہ بات لمبی ہو کر ختم ہوگئی تھی۔

عالم برزخ کی عالم خواب سے مناسبت

آج میں اس بات کی وضاحت آپ کے سامنے کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے عقائد کی کتابوں میں جہاں قبر کے حالات کا ذکر کیا جاتا ہے وہاں سمجھانے کے لئے ہمیشہ ایک بات کو بطور مثال کے پیش کرتے ہیں اسی مثال کی تشریح مقصود ہے مثال کا حاصل یہ ہے کہ برزخ کے حالات کو بہت ساری مناسبت حاصل ہے انسان کے خواب کے ساتھ اور نیند کے ساتھ...... یہ ہے اس بات کا حاصل جو عقائد کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے کہ برزخ کے حالات خواب کے حالات کے مشابہ ہیں اس کی تشریح کرتا ہوں آپ کے سامنے ہماری جو زندگی ہے ایک تو ہم اس وقت زندہ بیٹھے ہیں ایک ہماری یہ حالت

ہے اور ایک ہے جسوقت ہمارے اوپر موت طاری ہو جائے گی مرنے کے بعد کی حالت یہ جو ہماری نیند کی حالت ہے یہ ہماری برزخی حالت ہے نہ تو ہم اس میں پوری طرح سے زندہ ہوتے ہیں اور نہ ہم اس میں پوری طرح سے مرے ہوئے ہوتے ہیں یہ بات میری سمجھ رہے ہو؟ نیند کی جو حالت ہے نیند کی حالت اس میں نہ تو انسان پوری طرح سے زندہ ہوتا ہے اگر زندہ ہوتا تو سارے کے سارے حواس ٹھیک ہونے چاہئیں۔ آنکھیں دیکھتی ہوں، کان سنتا ہو زبان بولتی ہو سارے کے سارے حالات ٹھیک ہونے چاہئیں لیکن ایسا بھی نہیں ہے اور اگر حقیقتاً مرا ہوا ہو تو بالکل حرکت ہی ختم ہو جائے لیکن نقل وحرکت جاری رہتی ہے دل دھڑکتا ہے معدہ کام کرتا ہے اندر کے حالات اس طرح سے ٹھیک رہتے ہیں آدمی پہلو بھی پلٹتا ہے حرکت بھی کرتا ہے تو اس لئے پوری طرح سے یہ مرا ہوا بھی نہیں ہوتا تو موت کے بعد والی حالت بھی نہیں ہوتی اور بالکل بیداری والی حالت بھی نہیں ہوتی تو نیند کی حالت انسان ایسے سمجھے جس طرح سے برزخ والی زندگی میں ہوتا ہے نہ پوری طرح سے مرا ہوا ہوتا ہے نہ پوری طرح سے زندہ اس لئے عربی میں کہتے ہیں **النوم اخو الموت** کہ نیند موت کی بہن ہے النوم چونکہ عربی میں مذکر ہے اس لئے اخ کا لفظ استعمال ہوا اردو میں نیند چونکہ مونث ہے اس لئے ہم نے بہن کا لفظ استعمال کیا النوم اخ الموت یعنی نیند موت کی بہن ہے یعنی نیند موت کی طرح ہی ہے اور پنجابی میں بھی کہا کرتے ہیں سویا مویا ایک برابر کہ سویا ہو یا مرا ہوا ہو یہ برابر ہی ہوتے ہیں جیسے مرے ہوئے کو آس پاس کا کوئی پتہ نہیں چلتا اس طرح سے سوئے ہوئے کو آس پاس کا کوئی پتہ نہیں چلتا اس لئے مثال کے اندر یہ ذکر کیا جاتا ہے سویا مویا یک برابر بہرحال ہماری نیند ہمارے لئے ایک برزخی حقیقت ہے۔

برزخ کے حالات نید کی مثال سے

تو برزخ کے حالات سمجھانے کے لئے نیند کی مثال بہت موثر ہے دو آدمی آپس میں دوست ہیں ایک بیدار بیٹھا ہے اور دوسرا سویا ہوا ہے جو سویا ہوا ہے وہ خواب دیکھتا

ہے کہ میں باغات کی سیر کرر ہا ہوں وہاں کے پھلوں سے مزے لے رہا ہوں اوراس قسم کے سارے حالات وہ سیر کرتا پھرتا ہے بڑی خوشی کی حالت میں اپنے آپ کو دیکھتا ہے جس وقت وہ بیدار ہوتا ہے تو اپنے بدن میں سرور کے حالات محسوس کرتا ہے اور جو پاس بیٹھا ہوتا ہے اسے پتہ تک نہیں وہ کہے گا میں خواب میں دہلی گیا تھا لال قلعہ دیکھ کر آیا ہوں میں فلاں بازار میں گیا تھا اور وہاں یہ رونق دیکھی اور یہ بیدار جو ساتھ بیٹھا ہوا ہے وہ اس کو یہ نہیں کہتا کہ تو جھوٹ بول رہا ہے بلکہ کہتا ہے کہ تو گیا ہوگا کیونکہ یہ خواب کی بات ہے خواب کی دنیا اور ہے بیداری کی دنیا اور ہے تو خواب میں خواب دیکھنے والے پر جو اثرات ہوتے ہیں تو ضروری نہیں کہ بیداری والے کو پتہ ہو کہ اس پر کیا گزر رہا ہے۔ اوراس طرح جو ڈراؤنے خواب دیکھتے ہیں بچے خواب کے اندر ڈر جاتے ہیں عورتیں عجیب وغریب قسم کے خواب دیکھتی ہیں اور آپ بھی دیکھتے ہیں کہ آپ بھاگے پھر رہے ہیں دشمن آپ کے پیچھے ہے سانپ آپ کو کاٹ رہا ہے دشمن آپ کو مار رہا ہے کوئی قتل کرر ہا ہے کوئی پیٹ رہا ہے اس قسم کے حالات آپ دیکھتے ہیں اور جس کی ران پر آپ سر رکھ کر سوئے ہوتے ہیں اس کو پتہ تک نہیں ہوتا وہ بیٹھا ہے آپ کے چہرہ کی طرف تک رہا ہے اور اس کو کوئی پتہ تک نہیں اور جس وقت آپ بیدار ہوں گے آپ اسے بتائیں گے کہ میرے پیچھے شیر بھاگا تھا میں اس کے سامنے یوں بھاگ گیا تھا میرے پیچھے دشمن لگا تھا میں یوں ہو گیا تھا میں یوں بھاگا پھرتا رہا

خواب کے اثرات ظاہر بدن پر

اور جس وقت انسان سوکر اٹھتا ہے تو اپنے بدن پر خاصے تھکاوٹ کے آثار محسوس کرتا ہے اب خواب میں یہ جو بھاگا پھرتا رہا یا کھاتا پیتا رہا یہ اصل کے اعتبار سے اس کی روح کی کیفیت ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بدن پراس کے بھی اثرات ہوتے ہیں۔ اور کوئی بات آپ سمجھ نہ سکیں تو بالغ لوگوں کے لئے تو یہ سمجھنا بہت ہی اچھا ہے کہ جب صبح اٹھتے ہیں تو بسا اوقات چادر گیلی گیلی سی لگتی ہے تو نہانے کی ضرورت پیش آجاتی ہے وہ

خواب ہی تو دیکھا ہوا ہوتا ہے اور کیا ہوتا ہے؟ اور اس خواب کے اثرات آپ کے بدن پر ہوتے ہیں۔ یعنی خواب آپ دیکھتے ہیں خواب کے نتیجے میں غسل کی آپ کو حاجت ہو جاتی ہے خواب تو آپ کی روح نے دیکھے تھے لیکن اس کے نتیجے میں جسم متاثر ہو گیا یہ کتنی ایک نمایاں مثال ہے لیکن ایک آدمی پاس بیٹھا ہوا ہے وہ قطعاً محسوس نہیں کر سکتا کہ آپ کس حال میں ہیں کس حال میں نہیں ہیں تو جیسے خواب دیکھنے والا سچ بولتا ہے وہ خواب میں بھاگتا بھی ہے دوڑتا بھی ہے راحت بھی حاصل کرتا ہے مصیبت میں بھی پھنستا ہے چیختا بھی ہے چلاتا بھی ہے سب کچھ ہے لیکن پاس بیٹھنے والوں کو خبر تک نہیں ہوتی۔

عذاب قبر کا احساس ہمیں کیوں نہیں ہوتا

اس مثال کے ساتھ ہماری عقائد کی کتابوں میں اس مسئلہ کو سمجھایا جاتا ہے کہ برزخی حالت میں بھی اہل برزخ پر جو کچھ گزرتا ہے آپ پاس بھی بیٹھے ہوں تو آپ کو نہیں پتہ کہ مرنے والے کے ساتھ کیا ہو رہا ہے اگر آپ کو احساس نہیں ہوتا تو اس لئے نہیں ہوتا کہ عالم خواب عالم بیداری سے آگے ایک اور چیز ہے اس طریقے سے عالم برزخ عالم دنیا کے آگے ایک اور چیز ہے دونوں عالم علیحدہ علیحدہ ہونے کی وجہ سے دونوں کی کیفیات کا احساس ایک دوسرے کو نہیں ہوتا تو بیداری والا خواب کے حالات کا جس طرح انکار نہیں کر سکتا اسی طرح ہمیں بھی چاہیئے ہم بھی مرنے والے پر جو کچھ ہوتا ہے جو ہمیں بتایا گیا جس کا وحی میں ذکر آیا حدیث میں ذکر آیا یا اہل فراست اہل کشف دیکھ کر بتاتے ہیں انکار نہیں کر سکتے کہ قبر میں اس کو بٹھایا کیسے جاتا ہے ہڈیاں اس کی چڑ چڑ کیسے کرتی ہیں قبر تنگ کس طرح سے ہوتی ہے اس میں جنت کی کھڑکی کیسے کھلتی ہے دوزخ کی کھڑکی کیسے کھلتی ہے سانپ اس کو کیسے کاٹتے ہیں بچھو اس کو کس طرح سے کھاتے ہیں یہ واقعات پیش آتے ہیں یقیناً پیش آتے ہیں لیکن ہم اس دنیا میں رہتے ہوئے احساس عام طور پر نہیں کر سکتے چونکہ وہ جہان دوسرا ہے جس طرح خواب دیکھنے

والے پر سب کچھ یہ بات گزرتی ہے لیکن بیداری میں پاس بیٹھا ہوا شخص احساس نہیں کرسکتا یہ ایک ادنیٰ سی مثال ہے جو برزخ کے حالات کو سمجھانے کے لئے کہ خواب والی کیفیت کے ساتھ برزخ والی کیفیت زیادہ سمجھ میں آجاتی ہے اور ہمارے عقائد کی کتابوں میں اسی مثال کے ساتھ ہی برزخ کے حالات کو سمجھایا گیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک اور بات بھی ہے۔

خواب کے ذریعہ اہل برزخ سے ملاقات

خواب کے ساتھ جس طرح میں نے برزخی حالت کو تشبیہ دی تو اس خواب میں اہل برزخ کے ساتھ مناسبت بھی بڑی جلدی ہوتی ہے یعنی برزخ کے حالات معلوم کرنے کا ذریعہ بھی خواب ہے۔ خواب کے ساتھ برزخ کے بہت سارے حالات معلوم ہوجاتے ہیں اہل برزخ کے ساتھ رابطہ ہوجاتا ہے خواب میں انسان کا اور اس خواب میں رابطہ ہوجانے کے بعد اہل برزخ کے حالات بڑی آسانی سے معلوم ہوتے ہیں اور شریعت نے انکا اعتبار کیا ہے

خواب کی شرعی حیثیت

یہ صرف خواب کی بات نہیں شریعت نے اس کا اعتبار کیا ہے ویسے بھی آپ پڑھیں گے حدیث شریف میں کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ خواب یہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے (بخاری ص ۱۰۳۴/۲ ۔ مسلم ص ۲۴۲/۲) اور یہ بھی فرمایا کہ نبوت ختم ہوگئی لیکن مبشرات باقی ہیں (بخاری ص ۱۰۳۵/۲) اور مبشرات یہی ہیں جو خواب کی صورت میں ظاہر کردیئے جاتے ہیں اس کو نبوت کا حصہ قرار دیا اور فرمایا کہ جو نبوت کا حصہ ہو وہ کبھی جھوٹا نہیں ہوا کرتا اس لئے جو صحیح خواب ہوتا ہے جو صالحین کو نظر آتا ہے سچا خواب ہوتا ہے وہ واقعتاً ٹھیک ہوا کرتا ہے نبوت کا حصہ ہونے کی بنا پر اللہ تعالیٰ برزخ کے حالات خواب کے اندر خوب اچھی طرح سے نمایاں کردیتے ہیں اور ان واقعات

کے ساتھ بھی برزخ کے حالات کو سمجھنا آسان ہوجاتا ہے اور یہ جو میں نے کہا کہ شریعت نے خود اس کا اعتبار بھی کیا ہے وہ اس لئے کہا کہ خود سرور کائنات ﷺ کو خواب کے ذریعہ جو حالات معلوم ہوئے وہ امت کے سامنے بیان کئے ہیں اور وہ اسی طرح سے حجت ہیں جس طرح سے دوسری وحی حجت ہوا کرتی ہے۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ حضور ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ ورقہ بن نوفل جو تھا اس نے آپ کی تصدیق کی تھی جو بھی حالات آپ پر پیش ہوئے تھے اس کی تصدیق کی تھی ورقہ بن نوفل کا واقعہ آپ کو یاد ہوگا کہ جب پہلی پہلی وحی حضور ﷺ پر آئی ہے اور آپ اس سے بہت گھبرائے ہوئے تھے دل دھڑکتا تھا گھر آئے تھے تو بعد میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئی یہ چچا زاد بھائی ہیں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اور یہ اہل کتاب میں سے تھے شرک چھوڑ کر انہوں نے عیسائیت قبول کرلی تھی یہ اہل علم میں سے تھے اور اس وقت بڑی عمر کے تھے تو جتنا حال حضور ﷺ نے سنایا ورقہ نے تصدیق کی کہ یہ تو بالکل ایک نبی کا حال ہے اللہ تعالیٰ آپ کو نبوت دے گا وہ واقعہ حدیث میں مفصل ہے (بخاری ص ۱/۲) لیکن جس وقت آپ کی دعوت شروع ہوئی دعوت سے پہلے پہلے ورقہ وفات پا گیا دعوت کا زمانہ ورقہ نے نہیں پایا جو حال اس کے سامنے آیا تھا اس نے تصدیق کردی تو آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ ورقہ نے آپ کی تصدیق کی تھی تو آخرت میں اس کا کیا انجام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں ورقہ کو دیکھا ہے اس کا لباس سفید ہے اگر وہ جنتی نہ ہوتا اس کا لباس ایسا نہ ہوتا (ترمذی ص ۲/۵۴) تو گویا کہ ورقہ کو سفید لباس میں خواب میں دیکھا تو سرور کائنات ﷺ نے اس سے سمجھا کہ ورقہ کی حالت برزخ میں اچھی ہے وہ معذب نہیں ہے اس کا حال کافروں والا نہیں اگر وہ بخشا ہوا نہ ہوتا وہ مغفور نہ ہوتا تو وہ اس لباس میں نہ ہوتا جس لباس میں میں نے اس کو دیکھا ہے تو اس خواب کے ساتھ ورقہ کی حالت برزخ کی معلوم ہوگئی جو حضور ﷺ نے قابل اعتماد طریقہ سے بیان کی گویا کہ ورقہ اچھے حال میں تھا وہ برے حال میں نہیں تھا

یہ بھی خواب ہے۔

خواب میں ملاقات کا دوسرا واقعہ

حضور ﷺ کا باب القصاص میں مشکوٰۃ شریف میں ایک واقعہ ہے طفیل بن عمرو دوسیؓ صحابی ہیں اور ابو ہریرہؓ کے قبیلہ کے ہیں جب یہ ہجرت کر کے آئے ہیں حضور ﷺ کی طرف تو ان کے ساتھ ایک اور آدمی آیا تھا تو جو دوسرا آدمی آیا تھا وہ مدینہ منورہ آ کر بیمار ہو گیا۔ جب وہ بیمار ہو گیا تو وہ بے صبرا ہو گیا کچھ جوڑوں میں اس کے درد تھا تو اس نے چھری لے کر اپنے ہاتھوں کے جوڑ کاٹ لئے جہاں درد تھا اور کاٹنے کے بعد وہ خون رکا نہیں اور خون نکلنے کے سبب وہ شخص فوت ہو گیا تو یہ بات خودکشی میں داخل ہو گئی کہ اپنا زخم خود لگایا اور اس زخم کے خون بہہ جانے کی وجہ سے موت واقع ہو گئی تو یہ خودکشی ہے اور خودکشی حرام ہے یہ شخص جو فوت ہو گیا گویا کہ خودکشی کے ساتھ مر گیا بعد میں اس کو خواب میں دیکھتے ہیں خواب میں وہ نظر آتا ہے اچھی حالت میں نظر آتے ہیں لیکن ہاتھ اس طرح سے چھپائے ہوئے ہیں انہوں نے پوچھا کہ کیا گزری؟ وہ کہنے لگا کہ میں جو حضور ﷺ کی طرف ہجرت کر کے آیا تھا تو اس ہجرت کی برکت سے اللہ نے مجھے معاف کر دیا بخش دیا ہے اس نے خواب میں بتایا تو اب طفیل بن عمرو کہتے ہیں کہ یہ ہاتھ کیوں چھپا رکھے ہیں آپ نے؟ یہ ہاتھ کیوں چھپائے ہوئے ہیں؟ وہ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کہہ دیا ہے کہ یہ ہاتھ تو نے خود خراب کئے تھے یہ ہم صحیح نہیں کریں گے یہ اسی طرح سے رہیں گے کٹے ہوئے زخمی ہاتھ اسی طرح سے رہیں گے یعنی باقی تجھے معاف کیا لیکن چونکہ یہ ہاتھ تو نے خود خراب کئے ہیں ہم ٹھیک نہیں کریں گے۔ یہ طفیل بن عمرو دوسی نے خواب دیکھا تو گویا کہ اپنے ساتھی کی برزخ کی حالت خواب میں نظر آ گئی جب اس کی یہ حالت خواب میں نظر آ گئی تو اس نے یہ خواب حضور ﷺ کے سامنے بیان کیا کہ یا رسول اللہ میں نے اس کو اس حال میں دیکھا ہے تو آپ نے اس کے لئے دعائیہ جملہ فرمایا کہ **اللھم لیدہ فاغفر** یا اللہ اس کے ہاتھوں کو بھی معاف

کردے یہ جو اس کے ہاتھوں کا قصور ہے معاف کردے۔(مسلم ص ۷۴/۱) گویا کہ اس کے خواب کی تصدیق کردی تو یہ خواب کے ذریعہ برزخ کا حال جو معلوم ہوا تھا حضور ﷺ نے اس کو برقرار رکھا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خواب کے ساتھ برزخ کے حالات معلوم ہوجاتے ہیں اور بالکل صحیح معلوم ہوجاتے ہیں اس سلسہ میں واقعات تو بہت زیادہ ہیں آپ کے سامنے صرف چند ایک عرض کرتا ہوں کہ ایک اصول آپ کے سامنے آجائے کہ خواب میں بھی عالم برزخ کے ساتھ رابطہ ہوجاتا ہے اور اس رابطہ کے ساتھ اہل برزخ کے حالات خواب میں معلوم ہوجاتے ہیں اور اکثر وبیشتر نیک لوگوں کے خواب سچے ہوتے ہیں اور وہ واقعۃً صحیح ثابت ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ بھی اہل برزخ کا حال معلوم کیا جاسکتا ہے

حضور ﷺ اور خواب میں برزخ کے تفصیلی حالات

حدیث شریف میں یہ واقعہ بھی ہے کہ سرور کائنات ﷺ کی عادت شریفہ تھی صبح کی نماز کے بعد اپنے اصحاب سے پوچھا کرتے تھے کہ تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو بیان کردیتا تھا تعبیر کی ضرورت ہوتی تو نبی اکرم ﷺ تعبیر دے دیتے تھے۔تو ایک دفعہ آپ نے صبح کو پوچھا کہ کسی نے خواب دیکھا ہے تو کسی نے کوئی خواب بیان نہیں کیا آپ ﷺ نے فرمایا میں نے رات ایک خواب دیکھا ہے اور اس خواب میں کتنے سارے برزخ کے حالات حضور نے دیکھے جو صحابہ کو سنائے اور حدیث میں لکھے ہوئے ہیں کہ ”میں سویا ہوا تھا میرے پاس دو آدمی آئے مجھے اٹھایا اٹھا کر کہا کہ چلو چنانچہ مجھے لے کر چل دیئے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی لیٹا ہوا ہے اور دوسرا اس کے سرہانے کھڑا ہے جو سرہانے کھڑا ہے اس کے ہاتھ میں بڑا سارا پتھر ہے پھر وہ اس لیٹے ہوئے کے سر پر زور سے مارتا ہے اور وہ سر کچلا جاتا ہے پتھر لڑھک کر دور چلا جاتا ہے اور وہ اس پتھر کو اٹھانے کے لئے جاتا ہے اتنے میں سر اس کا ٹھیک ہوجاتا ہے یہ پھر اس کے سر کو کوٹتا ہے یہ دیکھ کر حضور ﷺ ان دونوں سے پوچھتے

ہیں کہ یہ کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں آگے چلو آگے گئے تو ایک آدمی بیٹھا ہے اور اس کے ساتھ ایک آدمی کھڑا ہے جو کھڑا ہے اس کے ہاتھ میں لوہے کا کلوب ہے اس طرح سے مڑا ہوا جس طرح سے چھرا ہوتا ہے وہ ادھر ڈالتا ہے چیرتا ہوا یہاں تک لے جاتا ہے اور ادھر سے نکال کر ادھر ڈالتا ہے چیرتا ہوا پھر ادھر تک لے جاتا ہے جب وہ ادھر کو چیرتا ہے تو اتنے میں یہ ٹھیک ہو جاتا ہے تو پھر یہ ادھر کو چیرتا ہے بار بار اس کو چیرا جا رہا ہے کبھی ادھر سے کبھی ادھر سے یہ ہیبت ناک منظر حضور نے دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ دونوں نے کہا کہ آگے چلو آگے حضور فرماتے ہیں کہ میں نے کیا دیکھا کہ ایک غار ہے تنور کی طرح جو اندر سے کھلی ہے اور اوپر سے بند ہے اور اس میں آگ بھڑک رہی ہے اور میں نے اس میں مرد بھی دیکھے میں نے اس میں عورتیں بھی دیکھیں اور وہ آگ جوش مارتی ہے تو وہ منہ تک اٹھ کر آ جاتے ہیں پھر وہ نیچے کو چلے جاتے ہیں میں نے ان کے متعلق بھی سوال کیا تو انہوں نے یہی کہا کہ آگے چلو آگے گئے تو خون کی ایک نہر دیکھی اسمیں ایک آدمی کھڑا ہے اور ایک آدمی کنارے پہ ہے کنارے والے کے سامنے بہت سارے پتھر رکھے ہوئے ہیں وہ جو نہر میں کھڑا ہے وہ باہر کو آنے کی کوشش کرتا ہے تو یہ اس کے منہ پر پتھر مارتا ہے پھر پیچھے کو لوٹا دیتا ہے اس کے متعلق بھی سوال کیا تو انہوں نے یہی کہا کہ آگے چلو آگے گئے تو ایک درخت تھا درخت کے نیچے ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا تھا وہاں بہت سارے بچے تھے اور ایک طرف ایک اور آدمی کو دیکھا وہ آگ جلا رہا تھا پھر وہ درخت پر چڑھا کر لے گئے اور پہلا وہ منظر جو جا کے دیکھا تو ایک بہت بڑا دار (گھر) ہے اس میں مرد بھی ہیں عورتیں بھی ہیں پھر آگے اور دیکھا اس سے بھی زیادہ خوبصورت تو حضور فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں کہا بھائی ساری رات ہوگئی تم مجھے گھمائے پھرتے ہو کچھ بتاؤ تو سہی یہ قصہ کیا ہے؟

وہ کہنے لگے کہ اب ہم بتاتے ہیں پہلا شخص جس کو تم نے دیکھا تھا یہ تھا حافظ قرآن، قرآن پڑھنے والا۔ قرآن پڑھ کر وہ غفلت کی نیند سو جاتا تھا نہ دن کو عمل کرتا تھا

نہ رات کو عمل کرتا تھا۔ قرآن کریم کا اللہ نے علم دیا تھا لیکن وہ اسی طرح سے غفلت کے ساتھ زندگی گزارتا تھا کہ نہ وہ دن کو عمل کرتا تھا نہ رات کو عمل کرتا تھا اب قیامت تک برزخ میں اس کو یہی سزا ملتی رہے گی اس کے سر کو پتھروں کے ساتھ کوٹا جائے گا۔ یہ قرآن پڑھنے والے کا واقعہ ہے۔ جس نے پڑھ تو لیا لیکن اس کے حقائق پر عمل نہیں کیا اس کو برزخ کے اندر یہ سزا ملے گی حضور کو خواب میں دکھا دی گئی اور جس کا گلا پھاڑا جا رہا تھا باچھیں پھاڑی جا رہی تھیں یہ جھوٹ بولنے والا آدمی تھا پروپیگنڈہ سیکرٹری جس طرح سے سیاسی جماعتوں کے ہوتے ہیں جھوٹی خبریں گھڑ لیں اور مشہور کر دیں کہ خبریں گھڑتے ہیں گھڑ کے چھوڑ دیتے ہیں۔ دنیا کے دوسرے کنارے تک پہنچ جاتی ہیں اس طرح سے خبریں بنا کر اڑاتے ہیں یہ خبریں بنا کر اڑانے کی جس کو عادت ہو برزخ کے اندر اسی طرح سے اس کی باچھیں چیری جائیں گی یہ برزخ کا واقعہ خواب میں دکھایا گیا اور تنور کے اندر جو لوگ دکھائے گئے تھے وہ زانی لوگ تھے مرد اور عورت جو زنا کرتے تھے ان کو برزخ کے اندر یہی سزا ملتی رہے گی خون کی نہر میں کھڑا جس کے منہ پر پتھر مارے جا رہے تھے یہ سود خور تھا اور وہ درخت کے نیچے جو بوڑھا شخص تھا وہ حضرت ابراہیمؑ تھے اور یہ جو ارد گرد بچے تھے یہ وہ بچے تھے جو مسلمانوں کے نابالغ فوت ہو جاتے ہیں اور جو آگ جھونک رہا تھا وہ مالک خازن نار تھا جو جہنم کا ناظم ہے اور جو پہلا دار آپ نے دیکھا یہ **عامۃ المسلمین** کا تھا دوسرا دار یہ شہداء کا تھا اور فرمایا کہ میں جبرائیل ہوں یہ میکائیل ہے (بخاری ص ۱۸۵/۱) یہ دونوں جو حضور ﷺ کو اٹھا کر لے گئے تھے یہ دونوں فرشتے تھے تو یہ خواب حضور ﷺ کا بیان کردہ ہے اور بیان کرنے کے بعد واقع ہوا کہ یہ سزائیں برزخ کے اندر اس قسم کے گناہوں کے اوپر اللہ تعالیٰ دیتے ہیں یہ واقعہ ثابت ہو گیا برزخ کے حالات حضور ﷺ کو خواب میں بتا دیئے گئے۔ تو یہ واقعات جو ذکر کیے گئے اس لئے ذکر کیے گئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ برزخ کے اندر یہ واقعات ہوتے ہیں ایسے ایسے گناہوں کی ایسی ایسی سزائیں ہوتی ہیں جیسے

بیداری میں اللہ بعض اوقات دکھا دیتے ہیں خواب میں بھی دکھا دیتے ہیں تو خواب میں ان اہل برزخ کے ساتھ جو رابطہ ہوتا ہے تو اہل برزخ اپنے حالات بتا دیتے ہیں اس کے واقعات بھی بہت زیادہ ہیں اہل برزخ اپنے حالات بتا دیتے ہیں۔

خواب میں ایک صحابی کی وصیت اور اس پر عمل

جنگ یمامہ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی تھی اس میں بہت سارے صحابہ شہید ہوئے تھے ان شہید ہونے والوں میں ایک صحابی ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بھی ہیں جن کو خطیب انصار کہتے تھے جن کی آواز بہت اونچی تھی جن کے متعلق واقعات حدیث میں آتے ہیں یہ بھی شہید ہو گئے تھے۔ انہوں نے ایک زرہ پہن رکھی تھی بہت خوبصورت' اچھی اور ان کے شہید ہونے کے بعد کسی شخص نے وہ زرہ اتاری اتارنے کے بعد کسی دوسری جگہ لے جا کے چھپادی۔ جب چھپادی تو یہ ثابت بن قیس خالد بن ولید کو خواب میں ملتے ہیں خالد بن ولید یہ قائد تھے صحابہ کے اس لڑائی میں۔ ان کی قیادت میں وہ لڑائی لڑی گئی تھی خالد بن ولیدؓ کو بتاتے ہیں کہ میری زرہ فلاں شخص نے اتاری ہے فلاں جگہ چھپائی ہوئی ہے وہاں سے جا کر اٹھا لو۔ کچھ اور وصیتیں بھی کیں کہ میں نے فلاں سے اتنا لینا ہے فلاں کو اتنا دینا ہے میرا فلانا غلام ہے وہ آزاد کیا ہوا ہے یہ بہت ساری باتیں خالد بن ولیدؓ کو بتائیں خالد بن ولیدؓ نے بیداری کے اندر جب معلوم کیں تو ساری باتیں سچی نکلیں جہاں انہوں نے بتایا تھا کہ یہ زرہ رکھی ہوئی ہے وہاں سے یہ زرہ ملی علامہ عینیؒ نے اس واقعہ کو عمدۃ القاری میں نقل کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ مستدرک میں بھی ہے (مستدرک حاکم ص ۲۶۰/ ۳) علامہ لکھتے ہیں کہ یہ شخص ایسا ہے کہ مرنے کے بعد اس نے جو وصیت کی اس پر بھی عمل کیا گیا وصیت تو زندگی میں ہوتی ہے لیکن انہوں نے موت کے بعد وصیت کی اور اس پر بھی عمل کیا گیا اور یہ بھی واقعہ ہے کہ اہل برزخ اہل دنیا کو اپنے حالات بتا دیتے ہیں

یہودیوں کی سازش نورالدین زنگی کو خواب میں

باقی سرور کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے متعلق تو آپ نے وہ واقعہ سنا ہی ہوگا کہ جو بہت معروف مشہور واقعہ ہے کہ جب یہودیوں نے سازش کی تھی آپ کی لاش کو نکالنے کی اور وہ مسلمان نیک اور عابد زاہد صوفی بن کر مدینہ میں آگئے تھے اور آنے کے بعد سرنگ لگالی تھی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو نکالنے کے لئے مکان کرایہ پر لے لیا اندر اندر سے کھودتے رہے رات کو مٹی باہر پھینک آیا کرتے تھے اوراس طرح سے کرتے کرتے قریب تھا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تک پہنچ جائیں تو نورالدین زنگی اس وقت جو مسلمانوں کا بادشاہ تھا اس کو خواب آیا اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خواب میں اس کو کہا کہ یہ بدبخت مجھے نکالنا چاہ رہے ہیں اس کا سدباب کرو۔ اس نے اہل مدینہ کی دعوت کی اور کہا کہ سارے کے سارے لوگ یہاں آئیں دعوت کھانے کے لئے تاکہ ان کو پہچانیں کہ یہ کون لوگ ہیں اور خود کرسی بچھا کر بیٹھ گئے تو سارے اہل مدینہ دعوت کھا گئے لیکن ان میں وہ شخص نہیں آئے جو خواب میں دیکھائے گئے تھے تو پریشان ہوئے لوگوں سے پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ ہاں جی دو درویش ایسے ہیں جو سارا دن عبادت کرتے ہیں وہ کسی کے گھر کھانے کے لئے نہیں جاتے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہیں آئے باقی تو سارے آگئے فرمایا کہ ان کو بلا کر لاؤ جس وقت بلا کر لائے تو دیکھا کہ وہی تھے جو لگے ہوئے تھے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پیچھے اور آپ کی لاش نکالنا چاہتے تھے بنے ہوئے تھے صوفی اور بہت عبادت گزار سارا دن مسجد میں بیٹھے رہتے اور اللہ اللہ کرتے رہتے تسبیح گھماتے تھے اور رات کو اپنا کام کرتے تھے وہ پکڑ لئے پکڑ کر جو دیکھا تو سرنگ کھودی ہوئی تھی اور قریب تھا بلکہ بعض آثار سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک پاؤں ننگا ہوگیا تھا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا۔ زنگی نے اس پاؤں پر بوسہ بھی دیا اور اس کے بعد روضہ کے اردگرد خندق کھدوائی پانی تک اور اس میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا اب جو روضہ اقدس ہے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اس کے اردگرد حصار وہ پیتل پگھلا کر تانبا پگھلا کر ڈالا ہوا ہے تاکہ بعد میں کوئی خبیث اس قسم کی حرکت نہ کرسکے۔ یہ جو جالی لگی ہوئی ہے جہاں

جہاں جالی لگی ہوئی ہے اس کے نیچے جو ہے وہ سارا کا سارا پانی تک زمین کھود کر جس طرح بنیاد کھودی جاتی ہے سیسہ پگھلا کر اور تانبا ملا کر پگھلا کر وہ ساری کی ساری بنیاد بھری ہوئی ہے تا کہ کوئی سوراخ نہ کر سکے تو حضور ﷺ نے برزخ کا حال جو تھا وہ بتا دیا

حضرت حذیفہ اور جعفرؓ کی قبریں کھولنے کا واقعہ

اور ایسے ہی وہ مشہور واقعہ جو اخبار میں آیا ہے ۱۹۰۴ء کا واقعہ ہے لکھنؤ میں سب سے پہلے شائع ہوا تھا حضرت حذیفہ بن الیمان حضرت جعفر بن عبداللہ یہ دو صحابی ہیں بہت معروف صحابی ہیں اور ان دونوں کی قبریں اس قبرستان میں تھیں جو دجلہ دریا کے کنارہ پر تھا تو دریا جس طرح سے ڈھا لگا دیتا ہے کاٹتا کاٹتا قبرستان کے قریب پہنچ گیا انہوں نے بھی خواب کے اندر جو اپنے وقت کا حاکم تھا عراق کا حاکم تھا اس کو اطلاع دی کہ یہ پانی ہماری قبروں کے قریب آ رہا ہے اس کا کوئی تم بندوبست کرو بار بار جس وقت اس نے خواب دیکھا تو علماء سے مشورہ کر کے طے پایا کہ ان قبروں کو کھولا جائے اٹھایا جائے یہاں سے۔ چنانچہ اخبار میں لکھا ہے کہ کوئی دس ہزار کا مجمع ہوگا اس وقت...تو چشم دید واقعہ دیکھنے والے ایک شخص نے ہندوستان میں آ کر بیان دیا لکھنؤ سے اخبار نکلتا تھا صدق مولانا عبدالماجد دریابادی کا اس میں یہ شائع ہوا بعد میں مختلف کتابوں میں آیا قاضی زاہد الحسن نے اس واقعہ کو اپنی کتاب کے اندر نقل کیا ہے جو سیرت النبی پر لکھی ہے رحمت کائنات نام ہے غالبًا اس کتاب کا.... میرے پاس وہ کتاب ہے تو جب قبریں کھولی گئیں تو واقعی وہاں تک پانی پہنچنے والا تھا تو وہاں سے ان کو نکالا گیا کفن بالکل صحیح سالم لاشیں صحیح سالم آنکھوں میں چمک اسی طرح سے اور وہاں سے اٹھا کر پھر باقاعدہ سب مسلمانوں نے ان کی زیارت بھی کی اور زیارت کر کے ان کو دوسری جگہ دفن کیا تو خواب کے اندر یہ اطلاع دے دی

حضرت حمزہؓ کی قبر کھولنے کا واقعہ

اور نور احمد نور ڈاکٹر کا جس کا ذکر پچھلی دفعہ میں نے آپ کے سامنے کیا تھا انہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی واقعہ لکھا ہے (یہ تو غالباً میں نے پچھلی دفعہ بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں میں سعودی عرب میں ایک شہر میں ڈاکٹر تھا تو وہاں سے مدینہ منورہ زیارت کے لئے آیا وہ زندہ ہے ابھی نور احمد نور زندہ ہیں جس کا میں نے پچھلے دنوں ذکر کیا۔ تو واقعہ چھپ کر شائع ہوا الخیر میں بھی آیا کتابی شکل میں چھپ گیا کہ مدینہ منورہ میں ایک دوست ایک ڈاکٹر کے پاس ٹھہرے وہ ڈاکٹر بیمار تھا تو اس نے مجھے کہہ دیا کہ جی آج مریض آپ نے دیکھنے ہیں تو کہتے ہیں میں نے وہ سارے کے سارے مریض بھگتائے تو ایک آدمی آیا وہ کہنے لگا کہ میرا گھر ہے اس پہاڑ کے پاس اور میرے گھر میں مریض ہے آپ نے وہاں جا کر دیکھنا ہے۔ کہتے ہیں میں اس کے ساتھ اس مریض کو دیکھنے کے لئے چلا گیا تو اس بدو نے واقعہ سنایا کہ آج سے پچاس سال پہلے یعنی جب وہ واقعہ سنا رہا ہے اس سے پچاس سال پہلے اور یہ ویسے بات دس پندرہ سال پہلے کی ہوگی تو اس طرح یوں سمجھو ساٹھ پینسٹھ سال ہوگئے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی پہلی قبر جو تھی وہ جبل رماۃ کے پہلو میں تھی اور اس کے اوپر باقاعدہ گنبد بنا ہوا تھا چھوٹا سا اور وہ گنبد کے کھنڈرات میں نے دیکھے ہیں اب تو مٹی وٹی ڈال کر جگہ اونچی کر دی ہے اب وہ نشانات وہاں نہیں ہیں وہ کہنے لگا کہ پہلے قبر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی یہاں تھی اور وہ جگہ ذرا نشیبی تھی بارش کا پانی جمع ہونے لگ گیا سرایت کرتا کرتا وہ قبر تک کہیں پہنچ گیا تو مدینہ کے گورنر کو خواب آیا حضرت حمزہ کہتے ہیں کہ یہ پانی مجھے تکلیف دے رہا ہے اس کا انتظام کرو بار بار خواب دیکھا خواب دیکھنے کے بعد گورنر نے قبر کھولنے کا ارادہ کر لیا قبر کھولنے والوں میں وہ بدو کہتا ہے کہ میں خود شریک تھا قبر کھودنے میں تو گویا کہ مشاہدہ کرنے والا آدمی خود بتاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ جس وقت ہم نے قبر کھولی تو پانی واقعتہً سرایت کر چکا تھا تو وہاں سے اٹھا کر ان کو فاصلہ پر جہاں اب قبر ہے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی وہاں ان کو دفن

کردیا کہتے ہیں کہ کفن بالکل صحیح...... لاش اسی طرح سے تھی ناک کٹا ہوا ہے کان کٹے ہوئے ہیں ہونٹ کٹے ہوئے ہیں پیٹ پھٹا ہوا ہے کلیجہ نکالا ہوا ہے جس طرح سے ان کا وہ مثلہ کیا گیا تھا۔ بالکل اسی طرح سے لاش پڑی ہوئی تھی کہتے ہیں قبر کھودتے وقت بے احتیاطی کے ساتھ ذراسی کدال آپ کے پاؤں پر لگ گئی کدال جس سے کھودا جاتا ہے ذراسی لگ گئی کہتے ہیں خون جاری ہوگیا جس طرح سے تازہ خون کسی زندہ انسان سے نکلتا ہے اس طرح سے تازہ خون جاری ہوگیا وہ تو خیر بعد میں بات آئے گی کہ بدن میں حیات ہوتی ہے روح کے تعلق کی بنا پر اور شہداء میں بھی اور کامل طریقے سے انبیاء میں ہوتی ہے وہ تو حیات انبیاء اور حیات شہداء کے موضوع میں بات آئے گی وہاں پھر اس واقعہ کا حوالہ دوں گا لیکن یہاں تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خوابوں کے اندر رابطہ جو اہل برزخ کے ساتھ ہوتا ہے تو اہل برزخ اپنے حالات بعد والوں کو بتا دیتے ہیں اور یہ بھی ایک ذریعہ ہے برزخ کے حالات معلوم کرنے کا اور یہ تکلیف جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بارش کے پانی سے تکلیف ہورہی تھی اپنا یہ حال وقت کے گورنر کو انہوں نے خواب میں بتا دیا تو خواب میں بتانے کے ساتھ اس کا انتظام پھر کردیا گیا تو خواب جو اس قسم کے آیا کرتے ہیں یہ مبشرات کہلاتے ہیں تو اہل برزخ کے ساتھ رابطہ ہوجانے کے بعد اہل برزخ کچھ کچھ زندوں کو بتا بھی دیتے ہیں تو جیسے خواب خود برزخ کی مثال ہے اسی طرح خواب برزخ والوں کے ساتھ رابطہ ہونے کا ذریعہ بھی ہیں اور رابطہ قائم ہونے کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے کے حال کا پتا چلتا ہے اور اس کا اعتبار کیا گیا ہے تاریخ اس قسم کے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔

بیداری میں اہل برزخ سے ملاقات

حدیث میں ایسے واقعات موجود ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب موجود ہیں بیداری میں بھی یہ واقعات نمایاں ہوتے ہیں یہ تفصیل آگے آئے گی آپ کے سامنے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جو ہوئی تھی کیا عقیدہ ہے آپ کا بیداری میں ہوئی تھی یا خواب میں ہوئی تھی؟

بیداری میں ہوئی تھی نا.....تو جب یہ معراج بیداری میں ہوئی تھی تو مکہ معظّمہ سے لے کر بیت المقدس تک جو حضور کا سفر ہوا ہے وہ آپ پڑھیں۔ نشر الطیب میں خصوصیت کے ساتھ جو ساری روایتیں جمع کیں حضرت تھانویؒ نے یہاں بھی بہت سارے واقعات اللہ تعالیٰ نے برزخ کے حضور ﷺ کو دکھائے ہیں جو اہل برزخ کے ساتھ گزرے ہیں۔ اور پھر بیت المقدس جانے کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ملاقات وہاں بیت المقدس میں ہوئی تھی کہ نہیں؟ اور انبیاء علیہم السلام سارے کے سارے اس دنیا سے جا چکے برزخی زندگی میں ہیں تو برزخی زندگی میں جو موجود ہیں ان کی ملاقات زندوں کے ساتھ....معراج اسکا ایک سچا اور پکا واقعہ ہے یہ ٹھیک ہے کہ یہ معجزہ ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ معجزہ ہے لیکن معجزہ جس وقت ثابت ہوجائے تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایسا ہونا عقلاً وشرعاً ممکن ہے۔ ناممکن چیز جو ہے وہ معجزہ کے طور پر نہیں آیا کرتی ارے بات سمجھے یا نہیں؟ اگر کوئی بات معجزۃً بھی ثابت ہوجائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایسا ہوجانا عقلاً بھی ممکن ہے شرعاً بھی ممکن ہے اس لئے ارواح کے ساتھ ملاقات ان لوگوں کی جو عالم برزخ میں جا چکے ان کی ملاقات بیداری میں زندہ انسان کے ساتھ جو کہ آپس میں دنیوی زندگی میں موجود ہو یہ عقلاً بھی ممکن ہے شرعاً بھی ممکن ہے اور اگر کسی صحیح دلیل کے ساتھ اس کا ثبوت ہوگا تو وہ قول بھی کرنا پڑے گا مثلاً معراج کی رات میں حضور ﷺ کی ملاقات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بیت المقدس میں ہوئی یہ معراج کا حصہ ہے۔ آپ نے نماز پڑھائی ہے اور ان لوگوں نے پڑھی ہے۔ یہ واقعہ سنتے رہتے ہو یا نہیں؟ لیکن آپ نے اس کو اس انداز سے کبھی بھی نہیں سوچا کہ دیکھو اہل برزخ جو ہیں وہ ایک زندہ انسان کے ساتھ ملاقات کررہے ہیں اس انداز سے آپ نے کبھی بھی نہیں سوچا ہوگا یہ بات بھی اس بات کی دلیل ہے پھر وہ انبیاء جو آئے تھے انمیں سے اکثر تو برزخی تھے لیکن ایک ان میں وہ بھی تھا جو باقاعدہ زندہ' وہ کون؟ عیسیٰؑ تو عیسیٰ تو اپنی اس بدنی ناسوتی زندگی میں حضور سے ملے ہیں اس لئے عیسیٰؑ کو شرف

حاصل ہے کہ نبی ہونے کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کے صحابی بھی ہیں باقی انبیاء کو صحابی نہیں کہیں گے کیونکہ اس عالم میں ملاقات نہیں ہے وہ عالم برزخ میں جا چکے ہیں حضور ﷺ اس حیات میں ہیں اور صحابی بنتا ہے آدمی اس مکلّف زندگی میں' لیکن حضرت عیسیٰ کی حیات جو ہے وہ تو اسی بدن کے ساتھ زندہ ہیں ان کے اوپر تو موت کا ورود ہی نہیں ہوا' جب ان کی ملاقات حضور ﷺ سے ہوگئی تو نبی ہونے کے ساتھ ساتھ ان کو صحابیت کا شرف بھی حاصل ہے بہرحال یہ واقعہ معراج بھی اس بات کی دلیل ہے کہ برزخ والوں کی ملاقاتیں دنیا والوں کے ساتھ ہوتی رہتی ہیں ایک بات ذکر کر کے اس کو ختم کرتا ہوں۔

برزخ اقرب الیٰ الدنیا ہے

علماء لکھتے ہیں کہ برزخ جو ہے جیسے میں نے عرض کیا کہ آخرت اور دنیا کے درمیان میں ایک آڑ ہے۔ لیکن اپنے حالات کے اعتبار سے یہ اقرب الی الدنیا ہے کیونکہ آخرت میں جنت دوزخ پیدا تو ہو چکی ہے لیکن وہ جہان آیا نہیں آخرت ابھی آئی نہیں وہ آئے گی قیامت کے بعد اگرچہ جنت دوزخ دونوں پیدا ہو چکے ہیں لیکن عالم آخرت ہمارے سامنے نہیں آیا اور یہ عالم دنیا موجود ہے اور جب انسان اس عالم ثانی میں منتقل ہوتا ہے تو کم از کم اسکا بدن جو ہے وہ تو اسی دنیا میں مدفون ہے ہماری آنکھوں کے سامنے ہے روح ہے جو اس بدن سے آزاد ہوگئی جو آخرت کی سیر کرتی ہے جنت دیکھتی ہے دوزخ دیکھتی ہے یا اس کو جنت دوزخ دکھائی جاتی ہے جیسے اس آیت میں ذکر ہے جو میں نے پڑھی تھی روح تو پھرتی ہے جہاں بھی پھرے لیکن اس کا بدن تو اس دنیا میں موجود ہے اس لئے برزخ کا قرب جو ہے وہ اس دنیا کی طرف زیادہ ہے بمقابلہ آخرت کے اس لئے برزخ میں دنیا والے حالات زیادہ جاری ہوتے ہیں طاری ہوتے ہیں بمقابلہ آخرت کے۔

صحابہ پر بھی حالات برزخ پیش آتے ہیں

یہ بات کہنے کے ساتھ ایک بات اور آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں اس سے ایک فائدہ ہوگا اور حدیث شریف میں واقعات آتے ہیں سرور کائنات ﷺ نے صحابی کو دفن کیا دفن کرنے کے بعد جب اس کی قبر بن گئی تو آپ نے ذکر کرنا شروع کردیا صحابہ نے بھی ذکر شروع کردیا کافی دیر تک **سبحان اللہ سبحان اللہ** کا ذکر ہوتا رہا **الحمدللہ** کا ذکر ہوتا رہا **اللہ اکبر** کا ذکر ہوتا رہا تو بعد میں آپ نے فرمایا کہ اس نیک بندے پر قبر تنگ ہوگئی تھی قبر نے اس کو دبوچ لیا تھا **ضم ضمہ** اس کو دبوچ لیا تھا دبا لیا تھا مگر اس ذکر کی برکت سے اللہ نے اس کو کشادہ کردیا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس صحابی کو قبر میں ایک قسم کے عذاب کی ابتدا ہوچکی تھی لیکن حضور ﷺ کے ذکر کی برکت سے چھٹکارا ہوگیا۔ (مشکوٰۃ ص ۱/۲۶)

ایک صحابی ہیں حضور ﷺ کے مدعم اس کا نام ہے حضور ﷺ کے کجاوہ کو اتار رہے تھے اور تیر آیا وہ لگا جس کے مارنے والے کا کوئی پتہ نہیں تو صحابہؓ اس کو دیکھ کر کہنے لگے **ھنیا لہ الشہادۃ** کہ شہادت مبارک ہو آپ نے فرمایا کہ اس کو شہادت مبارک ہو؟ میں تو اس کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک چادر اس نے مال غنیمت میں سے خیانت کی تھی وہ آگ بن کر اسکو لپٹی ہوئی ہے (بخاری ۲/۶۰۷۔ مسلم ص ۱/۷۴) تو یہ صحابی ہے اور برزخ میں آگ کی لپیٹ میں آیا ہوا ہے اور اس طرح سے اور بھی کئی واقعات ہیں حدیث میں آتے ہیں وہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ صحابہ تو سارے کے سارے مغفور ہیں پھر یہ برزخ میں آگ میں لپٹے ہوئے ہیں قبر انہیں دبوچ رہی ہے اور یہ انہیں تکلیف ہورہی ہے یہ کیا قصہ ہوا یہ ایک ذہن میں اشکال ہوتا ہے کیونکہ صحابہ کی عظمت ہمارے دل میں ہے جس قسم کی بشارتیں ہم ان کے متعلق سنتے ہیں اس کے بعد تو سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ ان میں سے کسی کو وفات کے بعد عذاب ہوگا سوچا ہی نہیں جاسکتا لیکن برزخ کے واقعات حدیث میں ہیں جو صحابہ پر گزرے ہیں اور تکلیف کا تذکرہ بھی ہوتا ہے تو

وہاں اصل کے اعتبار سے بات یہی ہے کہ برزخ من وجہ دنیا ہے تو جس طرح دنیا میں غلطی کرنے کی بناء پر صحابہ کرام کو سزا ہوئی کہ کوئی غلطی ہوگئی تو حضور ﷺ نے اس کو سزا دی اور اس سزا کے ساتھ اس کے گناہ کی تلافی ہوگئی۔ اسی طرح سے اگر کسی کے ذمہ کوئی تھوڑا بہت قصور ذمہ رہ گیا تھا کمی رہ گئی تو وہ برزخ چونکہ اس دنیا کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھنے والی چیز ہے تو یہاں کی چھوٹے موٹے سزا کے ساتھ اس کے گناہوں کی تلافی ہوجائے گی جب آخرت قائم ہوگی اللہ کا حساب و کتاب ہوگا تو پھر کوئی صحابی حضور ﷺ کو ایمان کی حالت میں دیکھنے والا کوئی شخص کسی قسم کے عذاب میں مبتلا نہیں ہوگا پھر سارے کے سارے مغفور ہیں صحابہ کرام کے متعلق برزخ کی سزا کے واقعات جو حدیث شریف میں آتے ہیں ان کی یہ تاویل بالکل آسان ہوگی کہ جب ہم یہ کہیں کہ برزخ من وجہ دنیا ہے اس کے اندر جو حالات طاری ہوتے ہیں ان کی مناسبت دنیا کے ساتھ ہے تو جس طرح دنیوی زندگی میں صحابہ کرام کو بعض غلطیوں کی بنا پر سزا ہوئی اسی طریقے سے برزخ میں بھی بعض غلطیوں کی بنا پر اگر سزا ہو تو یہ آخرت کا حصہ کم ہے دنیا کا حصہ زیادہ ہے پھر ان واقعات کی تاویل کرنی بھی ان واقعات کے ساتھ آسان ہوجاتی ہے۔ بہرحال اس موضوع پر بات ہو رہی تھی کہ برزخ کے حالات معلوم ہوسکتے ہیں لیکن ان کے معلوم ہونے کے ذرائع مختلف ہیں اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا قبر والوں کے حالات کا پتہ چلتا ہے چل سکتا ہے خواب کے ذریعہ سے بھی اور بیداری میں بھی۔ بیداری کے واقعات پچھلی دفعہ ذکر کئے تھے۔ یہ عنوان اس بات پر آ کر سمٹ گیا کہ برزخ میں عذاب اور ثواب ہے اسی دنیا میں ہے انہیں قبروں میں ہیں لیکن مختلف ذریعوں کے ساتھ اس کو معلوم کیا جاسکتا ہے اگر کسی کو معلوم نہ ہو تو یوں سمجھو اس کے پاس وہ حس ہے نہیں یا اس کا وہ منصب اور مرتبہ نہیں ہے تو اس کو دوسروں پر اعتماد کر کے یہ بات مان لینا چاہئے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

اب اگلے عنوان میں انشاء اللہ ذکر کریں گے کہ ہم اہل برزخ کے ساتھ کیا کچھ

تعاون کر سکتے ہیں اور اہل برزخ بھی ہمارے کچھ کام آ سکتے ہیں یا نہیں یہ عنوان انشاء اللہ العزیز اگلے بیان میں آئے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

ہاتھوں پر مہندی لگانے کا شرعی حکم

س:۔ ہاتھوں پر مہندی لگانے کا کیا حکم ہے مرد کے لئے؟

ج:۔ یہ بات تو عام سی ہے عورتوں کے لئے مہندی زینت ہے ہاتھوں کو لگانا بطور زینت کے درست اور سر پر لگانا داڑھی پر لگانا حضور ﷺ کے زمانہ سے ثابت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مہندی کا خضاب کیا کرتے تھے پاؤں پر لگالی جائے کسی بیماری کے عذر کی بنا پر یہ بھی درست ہے زیب و زینت کے لئے لگانا وہ مرد کے لئے ٹھیک نہیں۔ ہاتھوں پر لگانا عورتوں کے لئے ہے مردوں کے لئے نہیں ہے۔ تشبہ بالنساء کی بنا پر اس میں کراہت کا قول کیا جائے گا۔ باقی داڑھی پر لگانا ٹھیک ہے۔ سر پر لگانا ٹھیک ہے پاؤں پر لگانا بطور علاج وغیرہ کے لگانا ٹھیک ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

س:۔ جہاد اور تبلیغ ان میں سے افضل کون ہے کیا ان دونوں کے درمیان تطبیق ہوسکتی ہے اور کیا موجودہ تبلیغی جماعت کا طرز عمل صحیح ہے بعض لوگ تبلیغی جماعت پر یہ الزامات لگاتے ہیں کہ وہ جہاد کے منکر ہیں کیا یہ الزام صحیح ہے؟

ج:۔ یہ ذرا تفصیل طلب مسئلہ ہے۔ انشاء اللہ کوئی عنوان قائم کر کے پھر کسی دن اس پر پوری بحث کروں گا۔ بات سمجھنے کی ہے لیکن اتنا ہی عرض کردوں کہ تبلیغی جماعت اپنی جماعت ہے اور اس کے فیوض اور برکات اتنے زیادہ ہیں کہ جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور اس جماعت کی وجہ سے بہت ہدایت پھیل رہی ہے اور یہ علمائے دیوبند ہی کا فیض ہے حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن پر یہ طریقہ منکشف ہوا اور جنہوں نے یہ طریقہ اپنایا یہ حضرت گنگوہیؒ کے مرید ہیں خلافت ان کو حضرت گنگوہیؒ کی طرف سے نہیں حضرت گنگوہیؒ کے بڑے خلیفہ مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ جو حضرت مولانا زکریا

کے پیر ہیں مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے ہے بات سمجھے؟ حضرت مولانا شیخ الحدیث صاحب مولانا محمد زکریا صاحب جن کی تبلیغی نصاب یہ پڑھتے ہیں ان کے والد جو تھے مولانا یحیٰ صاحب یہ مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی تھے یہ حضرت گنگوہی کے خلیفہ ہیں اور آخری آخری دورہ حضرت گنگوہیؒ نے صرف انہیں کی وجہ سے پڑھایا تھا۔......سارا کا سارا فیضان حضرت گنگوہی کی خانقاہ کا ہے مولانا الیاسؒ اپنے ہیں حضرت گنگوہی کے مرید ہیں مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے مرید ہیں علماء دیوبند نے مکمل طور پر اس جماعت کی سرپرستی کی ہے۔ یہ دیوبند ہی کا فیض ہے لیکن آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ الجھنا یہ خوامخواہ کی ایک تنگ نظری ہے تبلیغ بھی اپنی جگہ درست ضروری... تدریس بھی اپنی جگہ درست ضروری.... جہاد بھی اپنی جگہ درست اور ضروری.... یہ مختلف شعبے ہیں ان کو آپس میں جوڑ کر رکھنا چاہیئے ان کا آپس میں لڑنے کا کوئی سوال نہیں۔ اور یہ جاہلوں والی بات ہے اور چھوٹے درجے کے لوگ ہیں جو اس قسم کا الجھاؤ پیدا کر لیتے ہیں ورنہ بڑے اس قسم کی بات نہیں کرتے سمجھے یا نہیں؟ تقسیم کار کے طور پر کوئی کسی کام میں لگا ہوا ہے کوئی کسی کام میں لگا ہوا ہے آپ کے دل کے جذبات تبلیغی جماعت کے خلاف بالکل نہیں ہونے چاہئیں بلکہ یہ سمجھیں کہ یہ بہت اچھی جماعت ہے یہ چھوٹے لوگوں کی جاہل قسم کے لوگوں کی یہ کوتاہیاں ہیں جو اس قسم کی باتیں کرتے ہیں جس سے خوامخواہ ٹکراؤ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے بڑوں کی طرف سے اس قسم کی کوئی بات نہیں ہے جہاد بھی اپنی جگہ ضروری تبلیغ بھی ضروری تدریس بھی ضروری اور یہ خالصتاً جماعت اپنی جماعت ہے اور اس پر پوری طرح سے اعتماد رکھنا چاہیئے اور ان پڑھ اور جاہلوں کی باتوں میں آ کر آپس میں تصادم نہیں لینا چاہیئے۔ انشاء اللہ العزیز کسی دن اگر طبیعت چل پڑی تو پھر پوری تفصیل کے ساتھ اس پر مستقل بیان کروں گا یہ آپس میں لڑنے بھڑنے والی بات نہیں ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

موت کی کیفیت

بموقع: ہفتہ وار اصلاحی بیان

بمقام: جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا

تاریخ:

خطبہ

الحمدلله نحمده ونستعينه ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادى له ونشهد ان لا الٰه الا الله وحده لاشريك له ونشهد ان سيدنا و مولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى آله واصحابه اجمعين۔

اما بعد ولو ترىٰ اذالظلمون فى غمرات الموت والملائكة باسطوا ايديهم اخرجوا انفسكم اليوم تجزون عذاب الهون بما كنتم تقولون على الله غيرالحق وكنتم عن آياته تستكبرون۔

وقال تعالٰى فى مقام آخرو كيف اذا توفتهم الملائكة يضربون وجوههم وادبارهم وقال الله تعالٰى فى مقام آخر يتوفكم ملك الموت الذى وكل بكم وقال فى مقام آخر ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملائكة الاتخافوا ولا تحز نوا وابشروا بالجنة التى كنتم توعدون۔

صدق الله العلى العظيم ونحن علٰى ذلك لمن الشاهدين والشاكرين والحمدلله رب العلمين۔

اللهم صل وسلم وبارك علٰى سيدنا محمد وعلٰى آله

وصحبہٖ وبارک وسلم استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ......

تمہید

سب حضرات ایک مرتبہ لازماً درودشریف پڑھا کریں کیونکہ جس مجلس میں آپ ﷺ کا نام نامی آئے تو آپ ﷺ پر ایک مرتبہ درودشریف پڑھنا واجب ہے برزخ کے متعلق حالات مختلف پہلوؤں سے تقریباً تین بیانوں میں آچکے ہیں آج اسی سلسلے کا چوتھا بیان ہے آج کے بیان میں موت کی کیفیت اور موت کے بعد کی صورت حال ذکر کروں گا اللہ کی توفیق اور اس کی رحمت کے ساتھ۔

انسان کی زندگی جب اختتام کو پہنچتی ہے اور موت کا وقت آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ موت فرشتوں کی وساطت سے دیتے ہیں اصل تو زندگی اور موت دینے والا اللہ ہی ہے اسی کے ہاتھ میں سب کی موت وحیات ہے۔لیکن اس نے اپنی حکمت کے تحت چونکہ اس نظام کو چلانے کے لئے بغیر کسی احتیاج کے بغیر کسی ضرورت کے محض اپنی حکمت کے تحت فرشتوں سے متعلق کیا ہے اس لئے جب بچے کے اندر زندگی ڈالی جاتی ہے تو حدیث شریف میں آتا ہے کہ فرشتہ روح پھونکتا ہے بطن مادر میں ماں کے پیٹ میں بچے کی پرورش ہوتی ہے تو فرشتوں کی وساطت سے ہوتی ہے روح پھونکی جاتی ہے تو فرشتوں کی وساطت سے پھونکی جاتی ہے اور جس وقت موت کے وقت روح نکالی جاتی ہے تو بھی فرشتوں کی وساطت سے نکالی جاتی ہے۔(مسلم ص۳۳۲/۲)

حدیث قرآن کی تشریح ہے

قرآن کریم کی جوآیات میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہیں یہ متن ہے اور روایات حدیث اس کی تشریح ہیں حدیث قرآن کی شرح ہے آپ طالب علم ہیں آپ کو بنیادی طور پر یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ ہم قرآن کریم کو حدیث کی روشنی میں سمجھا

کرتے ہیں اور حدیث کو قرآن کریم کی شرح اور اس کی وضاحت سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنی کلام میں اپنے الفاظ میں نازل فرمایا اس میں اگر کچھ اجمال ہے اس میں کچھ اشارات ہیں تو حدیث شریف میں اس اجمال کو دور کردیا جاتا ہے اس میں اور اشارات کی تشریح کردی جاتی ہے تو وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ حدیث کی ضرورت نہیں یا وہ حدیث کا انکار کرتے ہیں حقیقت کے اعتبار سے نہ قرآن کریم کو وہ سمجھ سکتے ہیں نہ قرآن کریم پر وہ ایمان لا سکتے ہیں حدیث کے بغیر قرآن کریم سمجھ میں نہیں آ سکتا یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں ایک میں اجمال ہے اور ایک میں تفصیل ہے اور ایک میں کچھ اشارات ہیں دوسرے میں وضاحت ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے کہا **اقیموا الصلوٰۃ** یہ ایک بنیاد بتا دی نماز قائم کرو۔ اب نماز قائم کرو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ نماز کو قائم کس طرح کیا جاتا ہے اپنے رسول کو اپنی کتاب کا مبین بنا کر بھیجا اللہ تعالیٰ نے **لتبین للناس مانزل الیھم** تاکہ تو کھول کھول کر بتائے لوگوں کو وہ بات جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے تو سرور کائنات ﷺ نے کھول کر بتا دیا کہ **اقیموا الصلوٰۃ** کا کیا معنی ہے کن اوقات میں نماز پڑھی جائے گی، کتنی کتنی رکعات پڑھی جائیں گی اور اس کے اندر کیا کیا پڑھا جائے گا وہ جتنی بھی روایات حدیث میں ہیں وہ سب **اقیموا الصلوٰۃ** کی تشریح ہیں۔

اس طرح زکوٰۃ ہے اسی طرح سے حج ہے اسی طرح سے صوم ہے اسی طرح سے قیامت کے احوال ہیں پورا ذخیرہ حدیث جو ہے قرآن کریم اس کی بنیاد ہے اور حدیث شریف اس کی وضاحت ہے قرآن کریم میں اگر کوئی اصول اجمالاً ذکر کیا گیا ہے تو حدیث اس کی وضاحت کرتی ہے اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ حدیث سے استغناء کرنے سے قرآن اور حدیث شریف بھی ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے۔

قرآن وحدیث میں عدم مطابقت کا عقیدہ گمراہی ہے

جن کو یہ دو چیزیں نظر آتی ہیں کہ قرآن حدیث کے خلاف ہے یا قرآن اور

حدیث میں مطابقت نہیں۔ حقیقت کے اعتبار سے یہ نظریہ گمراہی کی بنیاد ہے۔ مولانا رومیؒ نے اس بات کو سمجھاتے ہوئے ایک مثال دی ہے۔ وہ کہتے ہیں ایک استاد کا ایک شاگرد بھینگا تھا بھینگا سمجھتے ہو جس کو فارسی میں لوچ کہتے ہیں اور عربی میں احول کہتے ہیں۔ احول لوچ بھینگا اس کی دونوں آنکھوں کا زاویہ علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے ہماری دونوں آنکھیں اکٹھے دیکھتی ہیں ایک چیز میں دیکھتا ہوں میری دونوں آنکھیں دیکھتی ہیں یہ ٹیوب نظر آ رہی ہے اور یہ چاند نظر آ رہا ہے اور جب دونوں آنکھیں علیحدہ علیحدہ دیکھتی ہیں تو یہ آنکھ مستقل دیکھے گی یہ مستقل دیکھے گی تو ایک کی دو نظر آنے لگ جاتی ہیں جیسے کہ گلستان میں آپ نے یہ فقرہ پڑھا ہوگا۔ یک دو بیند لوچ۔ لوچ فارسی میں بھینگے کو کہتے ہیں۔ بھینگا ایک کو دو دیکھا کرتا ہے وہ کہتے ہیں ایک استاد کا شاگرد بھینگا تھا استاد نے اپنے شاگرد سے کہا کہ الماری میں ایک بوتل پڑی ہے اس کو اٹھا کر لے آ وہ جاتا ہے تو اس کو بوتلیں دو نظر آتی ہیں وہ استاد کے پاس آ کر کہتا ہے کہ استاجی بوتلیں دو ہیں کونسی لاؤں۔ استاد کہتا ہے دو نہیں ہیں ایک ہی ہے اس کو اٹھا لے آ اپنے بھینگے پن کو چھوڑ دے وہ کہتا ہے نہیں جی میں بالکل اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں یہ دو ہیں آپ کیسے کہتے ہیں کہ ایک ہے اس لئے بتاؤ کونسی لے کر آؤں۔ استاد نے تنگ آ کر کہا کہ ایک کو توڑ دے دوسری لے آ۔ تو جب اس نے ایک کو توڑا تو دوسری بھی ساتھ ٹوٹ گئی۔ مولانا اس مثال کو دے کر کہتے ہیں کہ جن کو اللہ اور اس کے رسول میں فرق نظر آتا ہے قرآن اور حدیث میں فرق نظر آتا ہے حقیقت کے اعتبار سے بھینگے ہیں۔ اللہ پر ایمان نہ ہو تو رسول کو نہیں مانا جا سکتا رسول پر ایمان نہ ہو تو اللہ کو نہیں مانا جا سکتا قرآن کو کوئی نہ مانے تو حدیث پر ایمان نہیں لا سکتا۔ حدیث کو کوئی نہ مانے تو قرآن پر ایمان نہیں لا سکتا ان کو علیحدہ علیحدہ سمجھنے والا کہ حدیث کوئی علیحدہ چیز ہے قرآن کوئی علیحدہ چیز ہے حقیقت کے اعتبار سے بھینگے ہیں تو جب یہ ایک کو چھوڑتے ہیں تو دوسرا بھی ساتھ ہی چھوٹ جاتا ہے حدیث چھوڑو قرآن ساتھ ہی چھوٹ جائے گا قرآن چھوڑو حدیث بھی ختم ہو جائے گی

اللہ پر ایمان نہیں ہوگا رسول ماننے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا رسول پر ایمان نہ ہوتو اللہ پر ایمان لانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لئے حدیث کی حیثیت ہمارے نزدیک قرآن کریم کی تشریح کی ہے۔جو شخص حدیث کو نہیں مانتا یوں سمجھو کہ وہ قرآن کو بھی نہیں مانتا۔فتنوں میں ایک فتنہ یہ بھی ہے جس کو انکار حدیث کا فتنہ کہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کتاب اللہ کے ہوتے ہوئے حدیث کی ضرورت نہیں یا کہتے ہیں کہ حدیث کی باتیں قرآن کے خلاف ہیں یہ بات ان کی جہالت سے ناشی ہے یہ بات حقیقت کے مطابق نہیں ہے یہ بات اپنے ذہن میں عقیدہ کے طور پر جما لیجئے کہ قرآن سمجھنے کے لئے حدیث سے استغناء نہیں کیا جاسکتا قرآن سمجھنے کے لئے حدیث کا ہونا ضروری ہے اب جو مسئلہ میں آپ کے سامنے ذکر کرنا چاہتا ہوں تو دیکھو قرآن کریم نے اس کا ذکر کیا ہے۔**لوتری** خطاب ہے ہر کسی کو جو بھی مخاطب ہے اس لئے ہم ترجمہ کرتے ہوئے کہہ دیا کرتے ہیں اے مخاطب یعنی کوئی متعین آدمی نہیں قرآن یہ آپ کو بھی خطاب کرکے کہہ رہا ہے جو بھی سنے گا اس کو وہ مخاطب ہے۔**لوتری اذا الظٰموان فی غمرات الموت**" اگر تو دیکھے ظالموں کو جب وہ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں۔ "**والملائکۃ باسطوا ایدیھم**" اور فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ کہہ رہے ہوتے ہیں اخرجوا انفسکم نکالو اپنی جانیں۔**الیوم تجزون عذاب الھون** آج تمہیں ذلت کی سزا دی جائے گی ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔**بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق** اس وجہ سے کہ تم اللہ پر ناحق بول بولتے تھے اللہ نے وہ باتیں نہیں کہی تھیں جو تم کہتے تھے کہ یہ اللہ کی باتیں ہیں **وکنتم عن آیاتہ تستکبرون** اور تم اسکی آیات سے تکبر کرتے تھے اس کی آیات کو قبول نہیں کرتے تھے آج تمہیں ذلت کی ماردی جائے گی نکالو اپنی جانوں کو۔فرشتے ان کو ڈانٹ ڈپٹ کر رہے ہوتے ہیں اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اے مخاطب اگر تو دیکھے تو تو عجیب حال دیکھے گا۔

دوسری آیت جو میں نے پڑھی تھی سورۃ محمد کی آیت ہے **وکیف اذا توفتھم الملئکۃ** ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کو وفات دیں گے **یضربون وجوھم وادبارھم**۔ ادبار دبر کی جمع ہے اور وجوہ وجہ کی جمع ہے وہ ان کے منہ پر اور ان کے چوتڑوں پر مار رہے ہوں گے **یضربون وجوھم وادبارھم** ان کے منہ کو بھی پیٹ رہے ہوں گے اور ان کی پشتوں کو بھی پیٹ رہے ہوں گے۔ دبر پچھلا حصہ ان کی پٹائی کر رہے ہوں گے آگے سے بھی اور پیچھے سے بھی۔ فرشتے ان کی پٹائی کر رہے ہوں گے وفات دیتے وقت ....قرآن کریم کی آیت اس بارے میں صریح ہے یہ تو ظالموں کی بات ہوگئی۔

قبر میں عذاب وثواب کا نظر نہ آنا انکار کی دلیل نہیں بن سکتا

اس پر میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں کہ قرآن کریم نے یہ تو کہہ دیا کہ جب موت آنے لگتی ہے تو فرشتے وہاں موجود ہوتے ہیں **یتوفکم ملک الموت** تمہیں ملک الموت وفات دیتا ہے تو موت کا فرشتہ وہاں موجود ہوتا ہے۔ صراحت آ گئی قرآن کریم میں جس کا انکار کفر ہے اب جب ایک آدمی مر رہا ہے تو ملک الموت بھی وہاں موجود ملائکہ بھی وہاں موجود جمع کا صیغہ ہے اور اس کے جوت بھی پڑ رہے ہوتے ہیں اور اس کے چوتڑ بھی کوٹے جا رہے ہیں اور اس کو دھمکیاں بھی دے رہے ہیں تو پاس بیٹھنے والو کیا نظر آیا کرتا ہے کچھ؟ پتہ نہیں آپ نے مرتے ہوئے کسی کو دیکھا ہے یا نہیں دیکھا بہر حال یہ گھر والوں سے پوچھ لینا اپنے بڑوں سے پوچھ لینا بہت موقع ایسے آتے ہیں کہ جب انسان مر رہا ہوتا ہے تو انسان پاس بیٹھا ہوتا ہے یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ نظر آنے نہ آنے کا جھگڑا اسکو حدیث کے ساتھ نہ لگاؤ یا قرآن کے ساتھ بھی لگا لو جس سے پتہ چلے کہ یہ کیفیات یقینی ہیں بالکل یقینی ہیں ان کے اوپر ایمان لانا ضروری ہے اور ان کا انکار کفر ہے لیکن اگر تم پاس بیٹھے ہو تو تم نہیں دیکھتے کہ یہ ملک الموت آ گیا۔ یہ فرشتے آ گئے اور یہ اس کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہیں اسکا گلا دبانے

کے لئے اس کے ناک کوٹنے کے لئے اس کی دبر کوکوٹنے کے لئے اور یہ اس کے اوپر بیٹھے دھمکیاں دے رہے ہیں اور اس کے اوپر سختیاں آرہی ہیں سب کچھ قرآن کہتا ہے کہ موت کے وقت میں ہوتا ہے لیکن پاس بیٹھنے والوں کو کچھ نظر آتا ہے؟ تم دیکھ نہیں رہے لیکن ایمان ہے۔ تو اس سے معلوم ہوگیا کہ موت کی کیفیات یا اس کے مابعد کی کیفیات اگر نظر نہ آئیں یا ہمیں اس کا شعور نہ ہو تو انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اگر انکار کرنا ہے تو پھر قرآن کریم کی ان آیات کا بھی انکار کرنا پڑے گا جس کے بعد کفر میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔

جان کنی کے وقت توبہ قبول نہیں ہوتی

پھر یہیں سے برزخ کے حالات شروع ہوجاتے ہیں جبکہ موت آرہی ہوتی ہے اور نیک لوگوں کا ذکر بھی ہے ان کے لئے فرشتے بشارتیں لے کر آتے ہیں قران کریم میں اسکا ذکر آیا ہوا ہے اور جس وقت یہ کیفیت موت کی طاری ہوتی ہیں اس کو کہتے ہیں غرغرہ کی کیفیت جب انسان کا سانس اکھڑتا ہے تو آخرت اس کے سامنے منکشف ہوجاتی ہے فرشتے اس کو سامنے نظر آنے لگ جاتے ہیں اچھی یا بری کیفیت جو اس کو پیش ہونے والی ہوتی ہے اس کے سامنے نمایاں ہوجاتی ہے۔ تو جس وقت یہ عالم آخرت نمایاں ہوجاتا ہے تو اس وقت ایمان لانے کا بھی کوئی اعتبار نہیں اور اگر وہ کسی گناہ سے توبہ کرتا ہے تو اس توبہ کا بھی کوئی اعتبار نہیں **ان اللہ یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر** بندے کی توبہ اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک اس کے اوپر غرغرہ کی کیفیت طاری نہ ہو اور جس وقت غرغرہ کی کیفیت طاری ہو جائے اس وقت چونکہ عالم آخرت آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے پھر ایمان بالغیب نہیں رہتا اس وقت نہ ایمان لانے کا اعتبار رہے اور نہ آخرت کی سزا کو دیکھنے کے بعد گناہ سے توبہ کرنے کا اعتبار رہے۔ (ترمذی ص ٢/١٩٣)

اس لئے اپنے گناہوں سے توبہ موت کی کیفیت طاری ہونے سے پہلے پہلے کرو

ایمان موت کی کیفیت سے پہلے پہلے لائیں ورنہ آخرت منکشف ہو جانے کے بعد تو ہر کوئی ایمان لے آتا ہے ہر کوئی توبہ توبہ پکارنے لگ جاتا ہے لیکن نہ اس وقت توبہ کا کوئی اعتبار' نہ اس وقت کے ایمان کا کوئی اعتبار' قرآن کریم نے آپ کے سامنے فرعون کا واقعہ نقل کیا ہے جو ساری زندگی تو **انا ربکم الاعلیٰ** کہتا رہا بھڑکیں مارتا رہا **انا ربکم الاعلیٰ۔ انا ربکم الاعلی** اپنے مقابلہ میں کسی کو سمجھتا ہی کچھ نہیں تھا؟ **ماعلمت لکم من الٰہ غیری** مجھے کوئی اپنے علاوہ تمہارا خدا نظر نہیں آتا۔ **ماعلمت لکم من الہ غیری** میرے علاوہ مجھے کوئی خدا تمہارا نظر نہیں آتا میں نہیں جانتا کسی اور خدا کو اپنے علاوہ' میں ہی تمہارا الٰہ ہوں میں ہی تمہارا رب ہوں۔ **لان اتخذت الہاغیری لا جعلنك من المسجونین** اگر میرے علاوہ کسی اور کو الٰہ کہا حضرت موسیٰ کو دھمکی دیتا ہوا کہتا ہے کہ اگر میرے علاوہ کسی اور کو الٰہ کہا تو تجھے میں جیل میں ڈال دوں گا یہ فرعون کی فرعونیت کی بھڑکیں ہیں لیکن جس وقت تک ناک میں ایک گھونٹ پانی پڑا زیادہ سے زیادہ ایک چلو پڑا ہوگا ناک میں کوئی سمندر تو نہیں گھس گیا کیا خیال ہے؟ اور فرعون انسان ہی تھا؟ اس کا ناک وہ ہاتھی کے سونڈ کے برابر تو نہیں تھا انسان کا ناک تھا نا؟ تو اس میں کتنا سارا پانی گیا ہوگا ایک چلو! ایک چلو پانی گیا تھا ساری فرعونیت نکل گئی وہ کہتا ہے **آمنت برب موسیٰ و ھارون** میں رب موسیٰ و ہارون پر ایمان لے آیا اس وقت کہا گیا کہ **الآن**؟ اب ایمان لاتے ہو؟ ساری زندگی تم تکذیب کرتے رہے؟ اب فرعون کا **آمنت برب موسیٰ و ھارون** ضائع گیا کیونکہ اس کو اب آخرت نظر آ گئی تھی اور ایک گھونٹ پانی نے اس کا دماغ ٹھکانے کر دیا تھا ایسے وقت میں نہ ایمان لانے کا اعتبار' نہ کسی گناہ سے توبہ کرنے کا اعتبار' یہ ہے وہ کیفیت۔ جس وقت یہ کیفیت نمایاں ہوتی ہے اچھے آدمی کو آخرت کا شوق پیدا ہو جاتا ہے برے آدمی کو ڈر لگتا ہے ۔ یہ وہ وقت ہے جس کے متعلق حضرت محمد ﷺ نے فرمایا **من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ و من کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقائہ**' جو اللہ سے ملاقات چاہتا ہے اللہ بھی

اس سے ملاقات چاہتا ہے جو اللہ سے ملنا نہیں چاہتا اللہ بھی اس سے ملنا نہیں چاہتا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ ہم تو سارے ہی موت سے ڈرتے ہیں موت سے کراہت کرتے ہیں تو کیا ہمیں کوئی اللہ سے ملنے سے کراہت ہے؟ فرمایا کہ نہیں کراہت تو اس سے پہلے پہلے ہوتی ہے موت کی کیفیت طاری ہو جانے کے بعد جب اگلے جہان کے حالات نمایاں ہوتے ہیں اس وقت مؤمن کو شوق ہوتا ہے کہ میں جلدی اللہ کی طرف جاؤں اور اللہ بھی اس کے متعلق شوق رکھتا ہے کہ یہ جلدی آئے اور کافر جو ہے وہ بدکنے لگ جاتا ہے آخرت سے اور اللہ کو بھی اس سے نفرت ہوتی ہے تو یہ کیفیت اس غرغرہ کی کیفیت پیدا ہونے کے بعد عالم آخرت کے منکشف ہو جانے کے بعد انسان پہ طاری ہوتی ہے یہ ہے بنیاد جو رکھی قرآن کریم نے کہ موت ملک الموت دیتا ہے اور اس کے ساتھ معاون فرشتے ہوتے ہیں اور حدیث میں اسکی ساری کی ساری وضاحت آگئی بہت تفصیل کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان کیا اب جو ہم مانیں گے ایمان بالغیب کے طور پر مانیں گے اور یہ کہہ کر انکار کرنا کہ ہمیں کچھ نظر نہیں آتا ہم محسوس نہیں کرتے ہمیں معلوم نہیں اگر ہے تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتا۔ تو تکذیب پھر قرآن کریم سے شروع ہوگی آگے حدیث شریف کی طرف جائے گی تو ابتدا اس کی قرآن کریم سے ہوگی کیونکہ ان تفصیلات کا اجمال قرآن کریم نے اپنے اندر ذکر کر دیا۔ (بخاری ص۲/۹۶۳ مسلم ص۲/۳۴۳)

موت کی کیفیت

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب کسی کو موت آنے لگتی ہے تو فرشتے آجاتے ہیں اگر کوئی اچھی روح ہوتی ہے تو اس کے لئے جنت کے کفن لے کر آتے ہیں جنت کی خوشبوئیں لے کر آتے ہیں۔ خوشی کے ساتھ آکر بیٹھتے ہیں اور میت کو نظر آنے لگ جاتے ہیں کہ یہ فرشتے آگئے اور آپ اپنے بڑوں سے پوچھ کے دیکھیں بہت سارے واقعات اس قسم کے ہیں کہ مرنے سے پہلے انسان بولنے لگ جاتا ہے کہ یہ مہمان آگئے

یہ جگہ خالی کردو ان کے بیٹھنے کے لئے جگہ دیدو اس قسم کی باتیں میت کے منہ سے نکلنی شروع ہوجاتی ہیں اس کو یہ نظر آنے لگ جاتا ہے بہت ساری باتیں بہت سارے واقعات اس قسم کے ہیں گھروں کے اندر کہ جب موت آتی ہے تو مرنے والا انسان اس قسم کی کہ فلانا آ گیا فلانا آ گیا۔ یہ باتیں کرنے لگ جاتا ہے۔ تو ملائکہ آجاتے ہیں ۔جس وقت اس کی روح نکلتی ہے ملک الموت آ کر بیٹھتا ہے روح نکالتا ہے تو روح کے نکالنے کے بعد حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر وہ اچھی روح ہوتی ہے تو فٹا فٹ فرشتے اس روح کو خوشی کے ساتھ لیتے ہیں اور ایسے ادل بدل کرتے ہیں کہ کبھی وہ لیتا ہے کبھی وہ لیتا ہے جس طرح سے پیارے بچے کو کبھی کوئی اٹھاتا ہے کبھی کوئی اٹھاتا ہے محبت و پیار کے ساتھ اٹھاتے ہیں تفصیل میں میں نہیں جاتا کیونکہ روایات حدیث کے ساتھ کتابیں بھری پڑی ہیں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ جن روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ جو مرے ہوئے ہوتے ہیں سارے کے سارے وہ ملاقات کیلئے بھی آجاتے ہیں یہ بھی حدیث میں آتا ہے وہ ملاقات کے لئے آجاتے ہیں سارے اس کے ارد گرد اکٹھے ہوجاتے ہیں اکٹھے ہونے کے بعد اس سے پوچھتے ہیں فلانے کا کیا حال تھا؟ فلانے کا کیا حال تھا؟ جس سے معلوم ہوتا ہے مرنے کے بعد ارواح کو اپنے دنیا میں موجود رشتہ داروں کے حالات معلوم کرنے کا بڑا شوق ہوتا ہے پوچھتے ہیں۔ جب وہ سارے اکٹھے ہوکر اس سے پوچھنا شروع کرتے ہیں تو بعضے یوں کہنا شروع کردیتے ہیں کہ بھائی اس کو ذرا آرام تو کر لینے دو دنیا سے تھکا تھکا آیا ہے موت کے جھٹکے سہہ کر آیا ہے اس کو ذرا آرام تو کر لینے دو۔ تو روایات میں آتا ہے کہ وہ اموات جو پہلے اپنے متعلقین سے گئی ہوئی ہوتی ہے ارواح وہ اس جانے والے سے اتنا خوش ہوتی ہیں کہ جس طرح سے آپ کا کوئی عزیز کئی برسوں سے غائب ہو دوسرے کسی ملک میں گیا ہوا ہو تو جب وہ آتا ہے تو آپ اس سے ملاقات کر کے خوش ہوتے ہیں تو پہلے پہلے روحوں کو اس سے ملاقات کر کے ایسے خوشی ہوتی ہے۔ اور وہ پچھلوں کے احوال بھی پوچھنا شروع کردیتی

ہیں اور وہ درمیان میں کہہ دیتے ہیں کہ فلانا تو میرے سے پہلے آ گیا ہے تم سے ملاقات نہیں ہوئی؟ پھر سارے غم زدہ ہوجاتے ہیں پھر خیال ہوتا ہے کہ جو پہلے آیا ہے اور ہم سے ملاقات نہیں ہوئی اس کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ جہنم میں گیا۔ پھر وہ جہنمی ہے وہ جنتی نہیں ہے تو اچھے لوگوں کی روحوں کے ملنے کا بھی ذکر حدیث میں آتا ہے۔ خیر روح نکل گئی نکلنے کے بعد روح کہاں جاتی ہے کہاں رہتی ہے اس کی بحث نہیں ہے اس کیلئے بہت وسیع میدان ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنت کے دروازے بھی کھولے ہوئے ہیں جہاں چاہے جائے کھائے پیئے راحت کرے آرام کرے حدیث میں اس قسم کے واقعات آتے ہیں۔ مستدرک حاکم ص ۵۰۴/ تفسیر طبری ص ۲۸۲/۳۰)

روح کی دوستوں سے ملاقات

دوستوں سے ملاقات بھی ہوتی ہے دوستوں سے ملاقات کا ذکر روایات میں صراحۃ کے ساتھ بھی موجود ہے حضرت بلالؓ جس وقت وفات پانے لگے تھے ان کا یہ قول حدیث کی کتابوں میں موجود ہے کہ ان کے اوپر بڑی خوشی کی لہر آئی ہوئی تھی حضرت بلالؓ پر جب ان کی موت قریب آ گئی اور وہ بار بار کہہ رہے تھے کہ **غداً نلقی الاحبۃ محمداً و حزبہ۔** اب کل تو ہم اپنے دوستوں سے ملیں گے۔ محمد ﷺ سے ملیں گے اور آپ کے صحابہ سے ملیں گے بار بار وہ کہہ رہے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ص ۱/۳۵۹) اور حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے لکھنے کے مطابق کہ بلالؓ یہ بات کوئی عقل کے تقاضے سے نہیں کہہ رہا تھا یعنی اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہوا نہ ہوتا کہ مرنے کے بعد اپنے دوستوں سے ملاقات ہوتی ہے تو بلال اتنے وثوق کے ساتھ اس بات کو ذکر نہ کرتا **غداً نلقی الاحبۃ محمداً و حزبہ۔** کل تو ہماری ملاقات اپنے دوستوں سے ہوگی ہم محمد ﷺ سے ملیں گے اور آپ کے صحابہ سے ملیں گے۔ بلال خوشی کے ساتھ اس بات کو بار بار کہتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے حضور ﷺ سے سن کر یہ بات معلوم کی ہوئی تھی کہ مرنے کے بعد اپنے دوستوں سے

ملاقات ہوجاتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی کوئی نیک قوت نصیب کرے تاکہ ہم بھی جس وقت جائیں تو اپنے اکابر اپنے اساتذہ اپنے احباب جو پہلے گئے ہوئے ہیں ان سے ملاقات کر کے ہمیں بھی خوشی ہو۔ وہاں بھی اسی طرح سے رونق لگ جائے جس طرح سے مجمع رہتا ہے ہمارے ساتھ ارد گرد اب روح چلی گئی۔

روح نکلنے کے بعد اس کا بدن سے تعلق رہتا ہے

روح جہاں بھی رہے اس کا تعلق اس بدن کے ساتھ قائم رہتا ہے اس بات کو نہ بھولنا کبھی بھی۔ روح فرشتوں نے نکال لی لیکن اس کا تعلق بدن کے ساتھ قائم رہتا ہے اس لئے بعض روایات میں آتا ہے کہ میت اس شخص کو پہچانتی ہے جو اس کو غسل دے رہا ہے کہ کون مجھے غسل دے رہا ہے میت کو اس بات کا شعور ہے کہ کون اس کو کفن دے رہا ہے میت کو اس بات کا شعور ہے کہ کفن دینے کے بعد کفنانے کے بعد اس کو جنازہ پر رکھ دیا جاتا ہے رکھ دینے کے بعد جس وقت جنازہ اٹھایا جاتا ہے۔ (مسند احمد رقم ۱۰۵۷۴)

بخاری کی روایت ہے ابو سعیدؓ نقل کرتے ہیں **اذا وضعت الجنازۃ فاحتملھا الرجال علی الاعناق** جس وقت جنازہ لوگ اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں تو **ان کانت صالحۃ قالت قدمونی وان کانت غیر صالحۃ قالت یا ویلھا این تذھبون بی۔** جس وقت جنازہ کو اٹھایا جاتا ہے تو اگر وہ نیک ہوتا ہے اچھا ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے مجھے جلدی آگے پہنچاؤ مجھے جلدی آگے پہنچاؤ۔ کیونکہ مسئلہ یہ ہے میں نے ذکر کیا کہ عذاب وثواب کی ابتداء میت کو ٹھکانے پر پہنچانے کے بعد ہوتی ہے فرشتوں کے سوال ہوں گے۔ سوال ہونے کے بعد اس کے لئے جنت کی کھڑکی کھلے گی یا جہنم کی کھلے گی جو بھی آثار شروع ہوں گے وہ اس کے ٹھکانے پر پہنچنے کے بعد ہی ہوں گے اس لئے اگر وہ اچھا ہو تو اس کو شوق ہوتا ہے کہ جلدی مجھے میرے ٹھکانے پر پہنچاؤ مجھے میرے ٹھکانے پر پہنچاؤ اور اگر وہ صالح نہیں ہوتا تو کہتا ہے ہائے میری بربادی مجھے کہاں لئے جا رہے ہو' کہاں لئے جا رہے ہو۔ (بخاری ص ۱/۱۷۶)

لطیفہ

حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جھگڑا جو شروع ہوا ہے یہ آج سے تقریباً ۴۲ سال پہلے خیرالمدارس کے جلسہ سے اس کی ابتدا ہوئی تھی آپ چونکہ طالب علم ہیں آپ کو یاد رکھنا چاہیئے اب یہ ساری باتیں کتابوں میں چھپ گئی ہیں جمع ہوگئی ہیں۔ مولانا عبدالشکور ساہیوال والوں نے پوری تاریخ اس مسئلے کی لکھ دی ہے کہ یہ مسئلہ شروع کیسے ہوا کہاں کہاں گیا کس طرح سے بنا وہ سارا کتاب میں مدون کردیا۔ میرا وہ دورے کا سال تھا قاسم العلوم میں ہم امتحان دے کر جلدی چلے گئے خیرالمدارس میں امتحان ہونے کے بعد شعبان کے وسط میں جلسہ ہوا تھا تو وہاں حضرت سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے جو ہمیشہ خیرالمدارس کے جلسہ پر آیا کرتے تھے اور ہمارے تمام مدارس کے جلسوں میں شرکت کیا کرتے تھے اور احرار میں جمعیت علمائے ہند میں یہ بہت کام کرتے رہے ہمارے اکابر کے ساتھ مل کر یہ کام کرتے تھے حضرت سید انور شاہ صاحبؒ کے شاگرد ہیں ڈابھیل میں انہوں نے دورہ پڑھا ہے سید انور شاہ صاحب کے شاگرد ہیں اور مولانا حسین علی صاحب سے ان کا تصوف کا تعلق تھا مولانا حسین علی صاحب موسیٰ زئی والوں کے خلیفہ ہیں انکا تصوف کا سلسلہ ان کا علمی سلسلہ سارا ہمارے اکابر کا سلسلہ ہے تقریر کرتے ہوئے انہوں نے یہ مسئلہ چھیڑ دیا اور حیات کا انکار کیا اور یوں کہا یہ لفظ کچھ سخت سے ان کی زبان سے نکل گئے کہ اگر زندہ تھے تو صحابہ نے گڑھے میں کیوں ڈال دیا۔ گڑھے کا لفظ بھی استعمال کیا تو لوگوں میں کچھ چہ میگوئیاں شروع ہوگئی حضرت مولانا خیر محمد صاحب تک بات پہنچائی گئی دوسری نشست میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے اٹھ کر کھڑے ہوکر تردید کردی اس تقریر کی کہ بھائی یہ مسلک ہمارا نہیں ہے اور ہمارے اکابر کا یہ مسلک نہیں ہے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات سمجھتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو گڑھا کہنا ٹھیک نہیں وہ تو **روضۃ من ریاض الجنۃ** ہے اس بات کی تردید حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے اگلی نشست میں کردی اپنے اکابر کا عقیدہ واضح کردیا بس یہاں سے

ٹکراؤ شروع ہوا سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے شروع ہوا تو حضرت مولانا غلام اللہ صاحب چونکہ بریلویوں کی تردید میں ان کے ہم مسلک تھے ان کا حضرت مولانا حسین علی صاحب سے تعلق تھا وہ بھی ساتھ شریک ہوگئے اور قاضی شمس الدین صاحب بھی ساتھ شریک ہوگئے قاضی نور احمد صاحب بھی ساتھ شریک ہوگئے یہ چار پانچ بڑے بڑے علماء جو تھے وہ اس نظریے کو لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور باقی سارے حضرات ایک طرف عربی مدارس میں جلسوں پر آنا ان کا بند ہوگیا اور اس طرح سے آہستہ آہستہ خلیج وسیع ہوتی چلی گئی۔ یہ عام طور پر کہتے تھے کہ جس وقت روح نکل جاتی ہے نکلنے کے بعد اس کا بدن کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہتا قبر کے اندر جو بدن پڑا ہوا ہے اس کا روح سے کوئی تعلق نہیں اس لئے عذاب وثواب کا سلسلہ وہ اس قبر کے اندر نہیں قرار دیتے وہ کہتے تھے جہاں روح ہے عالم برزخ میں ہے' **علیین** میں ہے' **سجین** میں ہے' جہاں بھی ہے وہاں یہ چیز ہوگی ان قبروں کے اندر کچھ نہیں ہے یہ بات عام طور پر وہ اور ان کے ماننے والے ذکر کرتے تھے اور ہمارے ساتھ بحثیں ہوتی تھیں تو میں کبیر والا میں تھا جب اس مسئلہ کا شباب تھا اور آپس میں ٹکراؤ تھا تو ملتان میں جلسہ ہوا لانگے خان کے باغ میں بہت بڑا جلسہ تھا اور اس میں حضرت مولانا غلام اللہ خان کی تقریر تھی ہمیں پتہ چلا تو کبیر والا سے ہم بھی گئے سننے کے لئے .....اس تقریر میں حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب نے روایت پڑھی تقریر کے دوران ۔کہ جنازہ اگر نیک ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے آگے پہنچاؤ مجھے آگے پہنچاؤ اور اگر وہ برا ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے کہاں لئے جارہے ہو کہاں لئے جارہے ہو۔ یہ روایت درمیان میں کسی مسئلے کے ضمن میں انہوں نے پڑھی.....جلسہ سے فارغ ہوکر وہ آئے کالا منڈی میں سنہری مسجد میں ان کا قیام تھا میں اور چند ساتھی وہاں پر ملنے کے لئے چلے گئے۔

حضرت حکیم العصر کی مولانا غلام اللہ خان سے ملاقات

اس مجلس میں حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب سے میری ملاقات ہوئی بہت

با اخلاق شخص تھے نہایت ملنسار، خلیق، ملتے وقت تو بالکل ایسے ہوتا تھا جیسے بہت مخلص دوست ہیں اس طرح سے انکا مزاج تھا بہت خوش خلق انسان تھے میں گیا میری چونکہ پہلے ان سے براہ راست ملاقات کبھی نہیں ہوئی تھی بعد میں تو بہت ملاقاتیں ہوتی رہیں تو میرے جاتے ہی انہوں نے مولانا محمد حسین صاحب جلالپور والے ابھی بھی حیات ہیں یہ پاس بیٹھے ہوئے تھے مولانا چائے پی رہے تھے جب میں پہنچا اور اس وقت سات آٹھ طالب علم میرے ساتھ تھے اس وقت سارے الحمدللہ حیات ہیں ان میں سے مولانا عبدالمجید چوک منڈا والے ساتھ تھے مولانا خدا بخش ساتھ تھے مولوی مشتاق مظفر گڑھ کا تھا وہ ساتھ تھا علیک سلیک ہوئی حال چال ہوا تو میں نے کہا حضرت میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں تو میری طرف متوجہ ہو گئے تو میں نے کہا آپ نے جو روایت پڑھی تھی تقریر میں کہ وہ میت کہتی ہے جنازہ کہتا ہے اگر اچھا ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو مجھے جلدی لے چلو اور اگر وہ اچھا نہیں ہوتا تو کہتا ہے کہاں لئے جارہے ہو کہاں لئے جارہے ہو؟ میں نے کہا حضرت یہ کون بولتا ہے تو جلدی سے فرمایا کہ روح، وہ بولتی ہے میں نے کہا حضرت کچھ تھوڑی سی توجہ فرمائیں روح تو فرشتے لے گئے اب یہ **قدمونی این تذھبون بی** تو وہ کہے گا جو لوگ کے ہاتھوں میں ہے یعنی **قدمونی** مجھے آگے بڑھاؤ تو وہ کہے گا جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جس کو لوگ آگے بڑھا سکتے ہیں یا جس کو لوگ لئے جارہے ہیں۔ روح کو تو فرشتے لے گئے۔ روح بندوں کے ہاتھوں میں کہاں ہے؟ جو بندوں کو کہہ دے کہ مجھے آگے پہنچاؤ یا بندوں کو کہہ دے کہ مجھے کہاں لئے جارہے ہو؟ میں نے کہا بات تو سمجھ میں آنے کی نہیں ہے کہ روح بولتی ہے ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ جسم بولتا ہے۔ مولانا بھی خوش خلق تھے باتوں میں لگے رہے جب یہ بات ہوئی اس روایت میں آگے الفاظ یہ ہیں کہ جب وہ کہتا ہے **قدمونی** اور جب وہ کہتا ہے **این تذھبون بی** تو ساری مخلوق سنتی ہے سوائے جن و انسان کے ساری مخلوق کا مطلب یہ ہے جو آس پاس ہوتے ہیں یعنی پاس اگر کوئی دوسری چیز ہو تو

یہ بات سنے گی لیکن جن اور انسان نہیں سنتے کیونکہ ان کے لئے برزخ کے معاملہ کو غائب کر دیا گیا ہے ان کے اوپر فرض کیا گیا ہے کہ محض اللہ کے رسول سے سن کر ایمان لائیں اپنے کان سے سن کر آنکھ سے دیکھ کر جو ایمان لایا جاتا ہے۔ وہ ایمان بالغیب نہیں ہوتا ہم ایمان بالغیب کے مکلّف ہیں تو اس کو سنتے ہیں سارے.... انسان اور جن نہیں سنتے اور پھر آگے الفاظ یہ ہیں کہ انسان اگر اس آواز کو سن لے تو **لصعق** بیہوش ہوجائے اگر اس جانے والے کی چیخ و پکار کو یا اس کی بات کو انسان سن لے تو بے ہوش ہوجائے۔ آگے گفتگو تو بڑی طویل چلی وہ تو ساری نقل کرنی مقصود نہیں ہے۔

سوال

لیکن اس روایت پر ایک ہمارے اہل علم دوست نے کہا کہ جی وہ دلالت حال سے کہتا ہے۔ اب دلالت حال کیا چیز ہے۔

دلالت حال کا مطلب

دلالت حال کا مطلب یہ ہے کہ وہ زبان سے کوئی چیز بولتی نہیں لیکن اس کی حالت اس بات پر دلالت کرتی ہے اور اس سے یہ بات سمجھی جارہی ہے جیسے آپ یہ عمارت دیکھتے ہیں بہت خوبصورت بنی ہوئی تو کوئی دیکھے گا کہے گا کہ یہ عمارت کہہ رہی ہے کہ میرا بنانے والا کوئی بڑا سمجھدار ہے یہ کہنا اس کا بس دلالت حال ہے کہ عمارت کو دیکھ کر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس کا بنانے والا بڑا سمجھدار ہے جیسے کہا کرتے ہیں کہ گداگر کو کتا کیوں بھونکتا ہے؟ آپ نے دیکھا ہوگا گداگر کے پیچھے کتے بہت لگتے ہیں جب کوئی آدمی دروازے کے اوپر مانگتا پھر رہا ہوتا ہے تو کتے اس کو بہت بھونکتے ہیں کہنے والے کہتے ہیں کہ کتا بزبان حال کہہ رہا ہوتا ہے کہ بھائی میں اپنے مالک کا دروازہ کبھی نہیں چھوڑتا چاہے بھوکا رہوں۔ کھانے کو کچھ ملے نہ ملے میں تو اپنے مالک کے دروازے پہ بیٹھا رہتا ہوں تو اپنے مالک کا دروازہ چھوڑ کر در بدر کیوں پھر رہا ہے۔ کتا بزبان حال کہہ رہا ہے یعنی کتے کا حال اس بات پر دلالت کرتا ہے کتا اپنی زبان سے

بولتا نہیں لیکن اس کا حال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس کو مالک مان لیا اس کے دروازے پر بیٹھے رہو میرا حال دیکھو کہ میں جس کو مالک سمجھتا ہوں اس کے دروازے پر بیٹھا رہتا ہوں کچھ دے دے کھانے کو۔ کھالیتا ہوں نہیں دیتا تو میں چھوڑ کے نہیں جاتا تو اپنے مالک کا دروازہ چھوڑ کے دربدر کیوں پھرتا ہے؟ تو کتا گویا کہ بزبان حال گداگر کو یہ بات کہتا ہے۔ تو زبان حال کا یہ مطلب ہوا کرتا ہے کہ اس کی حالت دیکھ کے یہ بات سمجھ میں آتی ہے زبان سے کہنا نہیں ہوتا۔ اسی طرح سے میت بزبان حال کہتی ہے اگر وہ اچھی ہے تو اس کی حالت دیکھ کر سمجھ میں آتا ہے کہ اس کو جلدی ٹھکانے لگاؤ اور اگر وہ بری ہے تو اپنے اس حال سے دلالت کرتی ہے کہ اس کو کسی مصیبت کی طرف لئے جارہے ہو یہ بزبان حال کہتا ہے یہ کسی اہل علم نے اس کے اوپر یہ نقطہ چھوڑ دیا۔

جواب

تو میں نے کہا بھائی ذرا توجہ فرمائیں زبان حال کا یہ مطلب ہوا کرتا ہے کہ یہ بات استدلال سے سمجھ میں آئی ہے بزبان حال کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کا حال دلالت کرتا ہے استدلال کر کے یہ بات سمجھ میں آرہی ہے اگر یہ استدلال کر کے بات سمجھ میں آتی تو پھر یہ اس کو سمجھ میں آتی جس کے اندر استعداد ہے استدلال کرنے کی اور جس میں استدلال کرنے کی استعداد نہیں وہ یہ بات سمجھ نہیں سکتا۔

اب میت سے استدلال کر کے یہ سمجھا جائے کہ یہ میت اچھی ہے یہ چاہتی ہے کہ جلدی پہنچایا جائے یہ کام اس کا ہوگا جس میں اس کام کی صلاحیت ہے استدلال کی صلاحیت انسان میں ہے یا بکری میں؟ استدلال کی صلاحیت بھیڑ میں ہے یا انسان میں ہے؟ استدلال کبوتر کرتا ہے یا انسان کرتا ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ انسان کے علاوہ باقی سارے سنتے ہیں انسان نہیں سنتا جس سے معلوم یہ ہوگیا کہ یہ سننا حقیقتاً مراد ہے استدلال سے سمجھنا مراد نہیں اگر استدلال سے سمجھنا مراد ہوتا تو حضور یوں فرماتے کہ انسان سمجھ سکتا ہے غیر انسان اس بات کو سمجھ نہیں سکتا۔ وہ کہتا ہے اور باقی چیزیں سنتی ہیں

سوائے انسان کے اس لئے نہ قال میں تاویل کی گنجائش نہ سمع میں تاویل کی گنجائش نہ اس کو استدلال پر محمول کرنے کی گنجائش کیونکہ اگر یہ استدلال سے سمجھ میں آنے والی بات ہوتی تو انسان کی سمجھ میں آتی غیر انسان کی سمجھ میں نہ آتی اور حضور فرماتے ہیں کہ انسان کے علاوہ باقی سارے سنتے ہیں اس لئے اس کو دلالت حال قرار دینا یہ بالکل واقعہ کے خلاف ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ حقیقتاً بولتا ہے اور سننے والی چیز حقیقتاً سنتی ہے لیکن انسان نہیں سنتا تاکہ اس کے لئے ایمان بالغیب قائم رہے جس طرح سے یہ فرشتوں کے تھپیڑے نہیں دیکھتا اور ان کے تھپڑوں کی آواز نہیں سنتا فرشتے کہتے ہیں کہ جان اپنی پیش کر ادھر نکل آ کہاں چھپتا پھرتا ہے تو ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں لیکن ہم نہیں سنتے قرآن کریم اس بات کی صراحۃ کرتا ہے اسی طرح سے یہ میت بولتی ہے یقیناً بولتی ہے لیکن ہمارے کانوں کو اللہ تعالیٰ نے شعور نہیں دیا کہ اس کی کلام کو سن سکیں اور باقی چیزیں سنتی ہیں اس لئے ہم اس کے ظاہر پر ایمان لاتے ہیں میت بولتی ہے لیکن انسان سنتا نہیں لیکن ایمان بالغیب اس پر ضروری ہے یہ استدلال والی بات سمجھ میں آ گئی؟ اس لئے استدلال کے طور پر نہیں یہ بات سمجھ میں آئی اگر استدلال کے طور پر سمجھ میں آنی ہوتی تو پھر صرف انسان سمجھ سکتا غیر انسان نہ سمجھ سکتا اور انسانوں میں سے بھی جنہوں نے منطق پڑھی ہوئی ہوتی وہ جلدی استدلال کر لیتے...... ہے نا اسی طریقے سے؟ کیونکہ منطق استدلال کرنا سکھاتی ہے نا؟ تو جاہل نہ سمجھ سکتا عالم سمجھتے۔ انسان سمجھتا غیر نہ سمجھ سکتے تو استدلال کی قوت جس میں ہو وہ سمجھتا دوسرا نہ سمجھتا اس لئے یہ تاویل باطل ہے۔ میت بولتی ہے ہم اس کے اوپر ایمان لاتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں حضور ﷺ کے فرمانے کی وجہ سے اور یہ ایمان بالغیب ہے اور اس بات کا انکار ہم نہیں کرتے انکار کرنا اس کا گمراہی ہے اور اس قسم کی چیخ و پکار کو انسان کے علاوہ باقی چیزیں سن لیتی ہیں برزخ کے عذاب کو باقی چیزیں دیکھ لیتی ہیں لیکن انسان سے اللہ تعالیٰ نے اس بات کو مخفی رکھا ہے تاکہ ایمان بالغیب قائم رہے جہاں البتہ کرامت اور معجزہ کے طور پر بسا

اوقات ظاہر بھی ہوجاتا ہے۔ جیسے کہ پچھلے بیانوں کے اندر میں آپ کے سامنے یہ بات صراحت کے ساتھ کہہ چکا ہوں۔

میت کا قدموں کی آہٹ سننا

اچھا میت کو لے گئے راستے میں وہ بیچاری میت یوں کہتی جاتی ہے کہ مجھے جلدی لے چلو مجھے جلدی لے چلو تاکہ میں اپنے ٹھکانے پہنچوں یا وہ کہتی ہے مجھے کہاں لئے جارہے ہو کہاں لئے جارہے ہو۔ اب لے گئے قبر کھود لی قبر کھودنے کے بعد میت کو قبر کے اندر لٹا دیا لٹانے کے بعد اس کے اوپر مٹی ڈال دی مٹی ڈال کے جس وقت آنے والے واپس آتے ہیں تو صحیح روایت ہے بخاری میں روایت ہے کہ خود امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب قائم کیا ہے **المیت یسمع قرع النعال** یہ ترجمۃ الباب ہے بخاری میں **المیت یسمع قرع النعال** میت پاؤں کی آہٹ سنتی ہے یہ ترجمۃ الباب ہے یعنی واپس آنے والوں کی پاؤں کی آہٹ میت سنتی ہے اور نیچے روایت وہ پیش کی کہ جب یہ دفن کر کے واپس آتے ہیں تو ابھی وہ اتنا قریب ہوتے ہیں کہ ان کے پاؤں کی آہٹ میت سن رہی ہوتی ہے اتنے میں فرشتے آجاتے ہیں محاسبہ کرنے والے منکر نکیر اور آکر اسکو بٹھا لیتے ہیں بٹھانے کے بعد اسکے اوپر یہ تین سوال کرتے ہیں **من ربك؟ وما دینك؟ وما تقول فی هذا الرجل؟** یہ پرچہ تین سوالوں پر مشتمل ہے یہ تین سوال کرتے ہیں اب یہ لفظ جو آگئے کہ میت **یسمع قرع النعال** کہ میت پاؤں کی آہٹ کو سنتی ہے۔(بخاری ص ۱۷۸/۱ اص ۱۸۳/۱)

سماع انبیاء قطعی عقیدہ ہے

میت کا سننا اب یہ لفظ درمیان میں آگیا تو اس کی تھوڑی سی وضاحت کردوں میت سنتی ہے یا نہیں سنتی۔ قبر میں پڑا انسان باہر کی آواز سنتا ہے یا نہیں سنتا اس مسئلہ کو

بطور عقیدہ کے آپ دیکھ لیجئے انبیاء علیہم السلام کو چھوڑ کر انبیاء کے بارے میں امت کا اجماع ہے اور اہل حق میں سے اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ انبیاءؑ کی قبور کے پاس جا کر (یاد رکھنا اس بات کو) انبیاءؑ کی قبور کے پاس جا کر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے انبیاءؑ اپنے بدن کے ان کانوں کے ساتھ سنتے ہیں اور کلام کا جواب دیتے ہیں یہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کا مجمع علیہ ہے یہ مسئلہ ۴۰، ۴۳ سال سے شروع ہوا ہے جس طرح سے میں نے آپ کے سامنے تمہید باندھی اس سے پہلے اس مسئلہ میں اختلاف اہل حق میں نہیں ہے۔ یہ اختلاف بہت قریب زمانہ سے شروع ہوا ہے پہلے انبیاءؑ کے سماع کے بارے میں کوئی کسی قسم کا اختلاف نہیں تھا۔

عام اموات کی سماع کی وضاحت

عام اموات کے بارہ میں یہ ہے کہ ایک ہے سماع یعنی موجبہ کلیہ۔ موجبہ کلیہ کا مطلب یہ ہے ہر بات سنتے ہیں، ہر کسی کی سنتے ہیں، ہر جگہ سے سنتے ہیں، ہر وقت سنتے ہیں یہ ہے موجبہ کلیہ یہ عقیدہ شرک ہے چاہے فرشتے کے متعلق بنائے، چاہے کسی نبی کے متعلق بنائے، چاہے کسی زندہ کے متعلق بنائے، چاہے کسی وفات پانے والے کے متعلق بنائے، چاہے کسی مسلمان کے متعلق بنائے، فرشتے کے متعلق بنائے جس کے متعلق بھی بنائے حیاۃ وموت کی بھی یہاں کوئی بات نہیں ہے یہ عقیدہ خصوصیات الٰہیہ میں سے ہے۔ جس کے متعلق یہ عقیدہ بنائیں گے یوں سمجھو کہ اس کو آپ نے اللہ کا شریک بنالیا چاہے یہ عقیدہ کسی فرشتہ کے متعلق بنالیں چاہے کسی جن کے متعلق بنالیں چاہے کسی مقبول انسان کے متعلق بنالیں چاہے کسی غیر مقبول کے متعلق بنالیں چاہے زندہ کے متعلق چاہے مردہ کے متعلق اسمیں کوئی بات نہیں ہے اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ ہر بات سنتا ہے ہر جگہ سے سنتا ہے ہر وقت سنتا ہے ہر کسی کی سنتا ہے یہ شرک ہے اور جس کے متعلق آپ یہ عقیدہ رکھیں گے اسکو آپ نے اللہ کا شریک بنالیا۔ یہ ہے موجبہ کلیہ مشرکین کا اپنے معبودوں کے متعلق یہی عقیدہ تھا۔ اس

لئے وہ جہاں بھی ہوں اپنے معبودوں کو پکارتے تھے ان کے لئے کوئی خاص جگہ متعین نہیں تھی دن کو پکارتے تھے رات کو پکارتے تھے' سفر میں پکارتے تھے' حضر میں پکارتے تھے' ہر جگہ سے پکارتے تھے۔ یہ مشرکین کا اپنے معبودوں کے متعلق اپنے الٰہہ کے متعلق عقیدہ تھا ایجاب کلی کا اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم جہاں سے پکاریں جب پکاریں جو چاہیں کہیں جس چیز کا کہیں یہ ہمارے شرکاء سنتے ہیں شرکاء کا وہ لفظ استعمال کرتے تھے الٰہہ کا لفظ استعمال کرتے تھے انکو الٰہ قرار دیتے تھے اس لئے یہ عقیدہ مشرکانہ ہے اور ایک ہے سالبہ کلیہ۔ سالبہ کلیہ کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی نہیں سنتے کہیں سے نہیں سنتے قریب سے نہیں سنتے دور سے نہیں سنتے ۔ یہ عقیدہ بھی ٹھیک نہیں بلکہ اس میں کچھ تھوڑی سی تفصیل ہوگی اس کی تفصیل اس طرح سے ہوگی کہ مشرکین کے معبود کون ہیں؟ یہ موضوع تھوڑا سا بدل گیا لیکن ایک ضروری بات آ گئی سامنے آپ کے ذہن میں ڈال دوں۔

بتوں سے کلیۃً سماع کی نفی

مشرکین کے معبود کون ہیں؟ اگر تو مشرکین کے معبود پتھروں کے بت تھے بے جان چیزیں تھیں۔ لکڑی کی بنی ہوئی تصویریں تھیں یا کاغذ کی بنی ہوئی تصویریں تھیں یا پتھروں کی تراشی ہوئی تصویریں تھیں اگر یہ تھے پھر تو سالبہ کلیہ ہے کوئی بات نہیں سنتے' قریب سے نہیں سنتے دور سے نہیں سنتے' رات کو نہیں سنتے' دن کو نہیں سنتے' کسی کی نہیں سنتے نہ پوچھنے والوں کی نہ غیر پوچھنے والوں کی یہ بات ٹھیک ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا بتوں کو توڑنا اور اپنے ابا سے مکالمہ

جیسے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ کو کہا تھا **یا ابت لم تعبد مالا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنك شیئاً** ابا جان ... کیا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہو ...... جو سنتے نہیں **لا یبصر** دیکھتے نہیں **و لا یغنی عنك شیئاً** تیرے کسی کام بھی نہیں آتے۔ یہ حضرت ابراہیم نے اپنے باپ کو کہا کہ نہیں کہا؟ لیکن یہ سنتے نہیں' یہ دیکھتے

نہیں یہ کن کے متعلق تھا جن کو ابراہیم کا ابا اپنے معبود بنائے بیٹھا تھا وہ کون معبود تھے جن کو ابراہیم کا ابا معبود بنائے بیٹھا تھا **اتعبدون ما تنحتون** ان کو پوجتے ہو جن کو اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو کیا یہ قرآن کریم میں لفظ نہیں ہیں۔ **اتعبدون ماتنحتون** کہ جن کو تم اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو ان کو پوجتے ہو۔ تو جو اپنے ہاتھوں کی تراشی ہوئی چیز ہے وہ **لا یسمع و لا یبصر و لا یغنی عنك شیئا** بات سمجھ گئے۔ یہ جو ہاتھوں کے تراشے ہوئے بت ہیں ان کے متعلق یہ بات بالکل، نہیں سنتے، بالکل نہیں دیکھتے کسی کام نہیں آتے، **لا یسمع** نہ قریب سے نہ دور سے نہ اپنے کی نہ پرائے کی کسی کی نہیں سنتے۔ بالکل علی الاطلاق نفی ہے **لا یسمع** الخ۔ یہ کن کے متعلق ہے؟ جن کے متعلق فرمایا **اتعبدون ماتنحتون** کیا تم ان چیزوں کو پوجتے ہو جو تمہارے اپنے ہاتھوں کی تراشی ہوئی ہیں۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ ابراہیمؑ کی قوم بمع ابراہیم کے باپ کے ان چیزوں کو پوجتے تھے جو ان کے ہاتھوں کی تراشی ہوئی تھیں اور ان کے متعلق یہ عقیدہ بالکل صحیح ہے کہ ان کے لئے سماع بالکل ثابت نہیں۔ سالبہ کلیہ میں یہاں ایک دوسری بات بھی کہہ دوں تا کہ آپ کو مغالطہ نہ ہو۔ کہ حضرت ابراہیم کی قوم پتھروں کے بت پوجتی تھی جس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے ان کا عجز ظاہر کرنے کے لئے ان کے بت توڑے تھے؟ ان کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا ان کے بت خانہ میں گھس گئے تھے مار مار کے سب کا چورا چورا کر دیا۔ جس وقت ان کی قوم آئی تھی آ کے کہا تھا کہ **من فعل هذا بالهتنا انه لمن الظلمین** بڑا ظالم ہوگا جس نے ہمارے خداؤں کا یہ حال کر دیا **من فعل هذا بالهتنا**۔ بڑا ظالم ہے جس نے ایسا کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے جو توڑے تھے وہی ان کے الٰہ تھے جن کو توڑا تھا وہی ان کے الٰہ تھے۔ اور جس وقت ابراہیمؑ نے کہا ان سے پوچھئے اگر یہ بولتے ہیں تو ان سے پوچھئے کہ کس نے توڑا ہے؟ انہوں نے کہا حضرت ابراہیمؑ کو کہ تمہیں پتہ تو ہے کہ یہ بولتے نہیں ابراہیم تجھے پتہ ہے کہ یہ بولتے نہیں تو آپ نے کہا **اف لکم و لما تعبدون من**

دون اللہ۔ اف تم پہ اور ان چیزوں پہ جن کو تم اللہ کے علاوہ پوجتے ہو یہ ساری کی ساری بحث ان بتوں کے متعلق ہے اگر یہ کسی کی تصویریں ہوتیں اور معبودان کا کوئی اور ہوتا تو تصویر پھاڑنے سے کبھی کسی کا عجز نہیں ثابت ہوتا۔ میری کوئی تصویر پھاڑ دے اور کہے کہ جی دیکھو میں نے اس کی تصویر پھاڑ کے پھینک دی۔ یہ تو زندہ ہی نہیں ہے یہ تو مر گیا یہ تو کچھ نہیں کرسکتا۔ یہ تو بول ہی نہیں سکتا۔ یہ تو سن ہی نہیں سکتا دیکھنے والا تصویر پھاڑ کے پھینک دے یہ کوئی بات بنتی ہے؟ او کسی کی تصویر پھاڑنے سے کسی کا عجز لازم آجایا کرتا ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے بتوں کا عجز ثابت کیا ان کو توڑ کر معلوم ہوگیا کہ وہی ان کے الٰہیات ہیں اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں ان کے متعلق بالکل صحیح ہے **لایسمع الخ** نہ یہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ کسی کام آتے ہیں اور اگر آپ کہیں کہ نہیں مشرکین کے جو معبود تھے وہ صرف بت نہیں تھے بلکہ ان کے معبود تو فرشتے بھی تھے ان کے معبود جو تھے وہ عیسیٰؑ بھی تھے ان کی معبود حضرت مریمؑ بھی تھی اور ان کے معبود جو تھے وہ اولیاء اللہ بھی تھے ان کو وہ شفعاء کہتے تھے اور ان کو بھی پوجتے تھے اولیاء بھی ان کے الٰہ میں داخل تھے تو پھر میں پوچھتا ہوں کہ فرشتے سارے کے سارے بہرے ہیں کہ ان کے ساتھ کھڑا ہو کر کوئی بات کرے تو فرشتے سنتے نہیں؟ کیا خیال ہے آپکا؟ سوچ سمجھ کر کہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ فرشتہ زندہ ہے یا مر گیا؟ پھر ان کے پاس کوئی بات کرے تو وہ سنتے نہیں ہیں؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عقیدۂ حیات

اور اسی طرح عیسیٰ حیات ہیں یا وفات پا گئے؟ اگر عیسیٰ کے پاس جا کر کوئی بات کرے تو عیسیٰ سنیں گے یا نہیں؟ تو پھر اگر یہ معبود عام قرار دیئے جائیں تو پھر سالبہ کلیہ کیسے ثابت ہوگا؟ موجبہ کلیہ جو ہے وہ شرک ہے عیسیٰ کے متعلق عقیدہ بنالو کہ عیسیٰ زندہ ہیں آسمان پر موجود ہیں اپنی حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں یہ ہمارا عقیدہ ہے اس کا انکار بھی کفر ہے۔ اگر کوئی عیسیٰ کے متعلق عقیدہ رکھے کہ ہر بات ہر جگہ سے ہر کسی کی اور

ہر وقت سنتا ہے تو یہ بھی شرک ہے موجبہ کلیہ شرک ہے لیکن سالبہ کلیہ بھی ٹھیک نہیں۔ تو جس طرح سے یہاں موجبہ کلیہ سالبہ کلیہ کی بات آ گئی اسی طرح سے یہاں یاد رکھئے کہ جو شخص وفات پا گیا اور اس کو قبر کے اندر دفن کر دیا گیا اس کے متعلق موجبہ کلیہ تو شرک ہے یہ تو کبھی خیال نہ کریں آپ کہ کوئی بزرگ ہو کوئی ولی ہو اس کے متعلق عقیدہ بنا لیا جائے کہ ہر بات ہر جگہ سے ہر کسی کی ہر وقت سنتے ہیں یہ شرک ہے۔ ہاں البتہ یہ ہے کہ اگر قریب جا کر کوئی بات کی جائے ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ سنتے ہیں تو یہ شرک نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت نہیں کہ وہ قریب سے سنتا ہے دور سے نہیں سنتا۔ شرک تو تب لازم آئے گا کہ آپ اس کو اللہ کی صفت میں شمار کریں کیا اللہ کی صفت یہ ہے کہ وہ قریب سے سنتا ہے دور سے نہیں سنتا؟ اس لئے اگر اموات کے متعلق یہ کہا جائے کہ قریب سے سنتے ہیں دور سے نہیں سنتے شرک کی حقیقت سے نکل گیا اب آگے یہ واقعہ دیکھنا ہوگا کہ دلیل کے ساتھ سننا ثابت ہے یا نہیں یہ ہے ہمارا عقیدہ اموات کے متعلق موجبہ کلیہ بالکل نہیں اور ہم سالبہ کلیہ کے بھی قائل نہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اگر الٰہ بے جان ہیں سالبہ کلیہ بالکل ٹھیک ہے ورنہ قریب سے سننے کا عقیدہ ہو دور سے سننے کا عقیدہ نہ ہو کسی بات کے سننے کا عقیدہ ہو کسی بات کے سننے کا عقیدہ نہ ہو کسی کی بات سننے کا عقیدہ ہو کسی کی بات سننے کا عقیدہ نہ ہو یہ کوئی شرک نہیں۔ دلائل کے ساتھ دیکھا جائے تو یہ باتیں صحیح ثابت ہوتی ہیں اس کو کہتے ہیں سماع فی الجملہ۔ ہم سماع فی الجملہ کے قائل ہیں ہم موجبہ کلیہ کے قائل نہیں ہیں کوئی بات سن لیتے ہیں۔ جس کا ثبوت ہوگا ہم اس کا قول کریں گے جس کا ثبوت نہیں ہوگا اس کو اللہ کے سپرد کریں گے کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ سنا یا نہیں سنا بہر حال کلیۃً نفی کرنی ٹھیک نہیں یہ عقیدہ سمجھ میں آ گیا؟۔ ایجاب کلی بھی نہیں اور سالبہ کلیہ کے اندر یہ تفصیل ہے اور اس کے علاوہ جتنی اموات ہیں اموات کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ فی الجملہ سماع ثابت ہے فی الجملہ کا مطلب یہ ہے

کہ سلب کلی نہیں قریب سے اگر کوئی بات کہی جائے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ وہ بات سنا دیتا ہے اور کون سی بات سنا تا ہے کونسی نہیں سنا تا یہ حدیث سے ثابت ہے جیسے پاؤں کی آہٹ کا سننا حدیث سے ثابت ہے سلام کے کہنے کا ثبوت حدیث میں آ گیا اس کا ہم قول کریں گے وہ سنتے ہیں۔ (معجم الشیوخ ص۳۵۱/۱/ العلل المتناہیہ ص۹۱۱/۲ عون المعبود ص۳/۲۶۱) باقی اس کے علاوہ ہم کہیں گے کہ سن سکتے ہیں ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے البتہ اصحاب کشف' اصحاب فراست' اگر مرنے والے کی روح کے ساتھ رابطہ کریں اور کہیں کہ ہم نے یہ بات کر لی ان کی طرف سے یہ جواب ملا اس بات کی ہمارے ہاں گنجائش ہے ہم اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ اس کو شرک کہنا یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ مشرکین مکہ جو تھے (یہ ایک اور بات لطیفہ کی ہے کہ مشرکین مکہ کسی قبر پر جا کر کسی بزرگ سے باتیں نہیں کیا کرتے تھے یہ بھی یاد رکھئے بات) کیونکہ وہ تو اس بات کے قائل تھے کہ قبروں میں ہے ہی کچھ نہیں وہ کہتے ہیں مر گئے اور مٹی ہو گیا۔ کہا کرتے تھے کہ مرنے کے بعد انسان مٹی ہو گیا یہاں تو ہے ہی کچھ نہیں تو جو کہتے ہیں قبروں میں ہے ہی کچھ نہیں ان کا عقیدہ مشرکین مکہ کے قریب ہے مشرکین مکہ بھی قبروں میں کچھ نہیں مانتے تھے اس لئے کوئی ثبوت نہیں کہ کوئی مشرک کسی بزرگ کی قبر پر جا کے کھڑا ہو کر فریاد کرے اور اس سے مدد مانگے اس طرح کا ایک واقعہ مجھے حدیث کے اندر دکھا دو جس کا ذکر آیا ہو کہ فلانا مشرک کسی قبر پر جا کر یہ کہتا ہو (مشرکین مکہ) اہل کتاب تو ہو سکتا ہے کیونکہ اہل کتاب برزخی زندگی کے قائل تھے وہ تو آخرت کے قائل تھے یہ تو ہو سکتا ہے انبیاء کے متعلق غلط عقیدہ اختیار کرنا کسی اور مرے ہوئے کے متعلق عقیدہ اختیار کر لیں یہ ممکن ہے کہ وہ قبر کو سجدہ کریں لیکن مشرکین مکہ میں سے کوئی قبر کو سجدہ کرتا ہو قبر پر جا کر سوال کرتا ہو اسکا ثبوت اگر کسی کے پاس ہے تو میرے پاس لاؤ وہ تو اس بات کے قائل تھے کہ قبروں میں ہے ہی کچھ نہیں وہ کہتے ہیں جب انسان مر گیا مٹی ہو گیا قصہ ختم۔ یہ

بات ہے یا نہیں؟۔ جب ہم مرجائیں گے مٹی ہوجائیں گے ہڈیاں بوسیدہ ہوجائیں گی ۔کون دوبارہ زندہ کرے گا؟۔ یہ بار بار قرآن میں آتا ہے کہ نہیں اس لئے قبریں پوجنا مشرکین مکہ کا کام نہیں تھا مشرکین مکہ تصویریں پوجتے تھے بت پوجتے تھے تصویریں بنا کر سجدے کرتے تھے کسی قبر پر سجدہ قبر پر کھڑے ہوکر سوال کریں۔ اہل کتاب تو ایسا کرتے تھے۔ مشرکین مکہ ایسا نہیں کرتے تھے وہ کر کیسے سکتے تھے وہ تو کہتے تھے قبروں میں ہے کچھ نہیں۔ اب آگے بات ہوگی کہ جو سماع کا انکار کرتے ہیں وہ کن آیات سے استدلال کرتے ہیں۔ جن آیات کے اندر تو پکارنے کا ذکر ہے جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے علاوہ یہ تمہاری سنتے نہیں تمہاری عبادت سے غافل ہیں۔ جن کو پکارنے کا ذکر ہے یہاں تو نفی اسی موجبہ کلیہ کی ہے مشرکین کا عقیدہ تھا کہ جب ہم پکارتے ہیں جہاں سے پکاریں وہ سنتے ہیں قرآن کہتا ہے بالکل نہیں سنتے جن کو تم پکارتے ہو تمہاری بات نہیں سنتے تمہیں جواب نہیں دے سکتے تمہارے کسی کام نہیں آسکتے ۔دعا کا لفظ پکارنے کا یہ ہے غائبانہ پکارنا بلکہ ساری آیات اسکا رد کریں گی کہ غائبانہ پکارنے کے ساتھ کوئی نہیں سنتا۔ باقی اموات کے سماع کا جو مسئلہ ہے یہ صرف دو آیتیں یا تین آیتیں قرآن کریم میں ہیں جن کا مطلب سمجھنے کی ضرورت ہے۔ **انك لا تسمع الموتی و لا** الخ دو جگہ یہ آئی ہوئی ہے۔ **ما انت بسمع من فی القبور** ایک آیت یہ آئی ہوئی ہے جن کا مطلب سمجھنے کی ضرورت ہے باقی ہر جگہ دعا کا تذکرہ ہے۔ اور دعا کا سننا غائبانہ پکار کا سننا یہ نفی ہے قرآن کریم کی وہ آیات اسی بات پر دلالت کرتی ہیں اور ہم بھی کہتے ہیں غائبانہ پکار کا سننا سوائے اللہ کے کسی دوسرے کا کام نہیں ہے۔ باقی اموات سنتی ہیں یا نہیں سنتی ان کا مدار ان دو تین آیتوں پر ہے انشاء اللہ العزیز اگلے بیان میں اس کی وضاحت کریں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

سوالات و جوابات

سوال: جادو کا اثر کیسے زائل ہوتا ہے اس کے متعلق کچھ فرمائیں۔

جواب: یہ مجھ سے علیحدہ پوچھ لیں میں بتا دوں گا۔ جادو کا اثر ہوتا ہے اور اسکے زائل کرنے کے کچھ وظائف بھی ہیں۔

سوال: کیا صرف حضور ﷺ کی **قبر روضۃ من ریاض الجنہ** ہے یا ہر صالح آدمی کی قبر **روضۃ من ریاض الجنہ** ہے؟

جواب: ہر صالح آدمی کی قبر **روضۃ من ریاض الجنۃ** ہوتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا **القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران** لیکن درجات کا فرق ہوتا ہے حضور ﷺ کی جنت اور درجہ کی ہے عام لوگوں کی جنت اور درجہ کی ہوگی۔ سمجھا کہ نہیں یہ حضور ﷺ نے قبر دو قسم پر بیان فرمائی ہے کہ قبر **حفرۃ من حفر النیران** یا تو جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہوتا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک جنت کا باغ ہوتا ہے۔ اس میں انبیاء کی تخصیص نہیں اولیاء کی قبر بھی **روضۃ من ریاض الجنۃ** ہیں لیکن درجات کا فرق ہے۔ (ترمذی ص۲/۷۲)

سوال: خطبہ کے دوران ہاتھ باندھنے چاہئیں یا نہیں اور اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور اس کی جیب میں کوئی تصویر ہو تو اس کی نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ فقہ کے مسئلے مفتی صاحب سے پوچھا کرو باقی خطبہ کے دوران بیٹھنے کی کیفیت کوئی متعین نہیں ہے خطبہ تو اصل میں حضور ﷺ کی تقریر ہوتی تھی جس طرح سے کوئی تقریر سنتا ہے خطیب کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھ سکتے ہیں لیکن چونکہ یہاں سمجھنا مقصود نہیں صرف اللہ کے ذکر کے طور پر اس کو پڑھا جاتا ہے۔ سمجھانے والی باتیں پہلے کردی جاتی ہیں اس لئے روبقبلہ ہوکر انسان ادب کے ساتھ بیٹھا رہے پہلے خطبہ میں یوں ہاتھ باندھنا دوسرے میں یوں رکھنا یہ ایجاد بندہ ہے یہ کوئی شریعت کا مسئلہ نہیں

ہے۔ آپ جس کیفیت میں بیٹھنا چاہیں بیٹھ سکتے ہیں۔ شریعت نے اس کی کوئی قسم متعین نہیں کی باقی تصویر اگر لپیٹ کر جیب میں ڈالی ہوئی ہو تو نماز ہو جاتی ہے ساتھ رکھنا بہتر نہیں ہے اگر مجبوری نہ ہو تو۔ مجبوری یہ ہے ہم سینہ سے لگائے پھرتے ہیں قائداعظم کی تصویر کو اور جیب میں سنبھالے پھرتے ہیں اپنے شناختی کارڈ میں اپنی تصویر کو سمجھے کہ نہیں اس قسم کی ضرورت ہے تو اللہ تعالیٰ معاف کرے گا بہر حال دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ یہ بھی نہیں ہونی چاہئے لیکن اب قائداعظم کو چھوڑ کر جائیں کہاں اس کے بغیر کام ہی نہیں چلتا کیوں جی؟ یہ مجبوری ہے اس لئے مجبوری اللہ معاف کرے گا تصویر اگر جیب میں لپیٹ کر ڈالی ہوئی ہو نماز ہو جاتی ہے بلا ضرورت پاس رکھنا بہتر نہیں ہے۔

سوال: سنا ہے کہ بعض غیر مقلدین کا صلیب عیسیٰ کا عقیدہ ہے اس کے متعلق وضاحت فرمائیں یعنی حضرت عیسیٰ کو پھانسی دی گئی تھی۔

جواب: عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا گیا تھا یہ یہودیوں کا عقیدہ ہے مسلمانوں کا نہیں۔ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اٹھا لیا تھا بات سمجھے کہ نہیں؟۔ جو کہتے ہیں سولی پر لٹکائے گئے یہ عقیدہ یہودیوں کا ہے یا بعد میں پھر اس عقیدہ کو عیسائیوں نے اپنایا یہ سمجھتے ہوئے کہ انہوں نے صلیب پر چڑھ کر ہمارے گناہوں کا کفارہ دے دیا اب ہم جو چاہیں کرتے رہیں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام نے قربانی دے کر ہمیں صاف کر دیا ہے فدیہ کا عقیدہ یہ عیسائیوں کا بھی ہے بہر حال سولی پر چڑھانے کا عقیدہ یہ مسلمانوں کا نہیں یہ عقیدہ رکھنا کفر ہے حضرت عیسیٰ یہودیوں کے قبضہ میں نہیں آئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا تھا جبرائیل کی وساطت سے وہ زندہ اپنی اصل زندگی کے ساتھ آسمانوں پر موجود ہیں آخر وقت میں اتریں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق وہ فیصلے کریں گے دجال کو قتل کریں گے۔ یہودیت اور عیسائیت دونوں کا خاتمہ ان کی زندگی میں ہو جائے گا ہمارا عقیدہ یہ ہے۔ اگر کوئی غیر مقلد ایسا کہتا

ہے تو وہ یہودیوں سے متاثر ہو کر کہتا ہے ویسے مجھے نہیں معلوم کہ غیر مقلدوں کا یہ عقیدہ ہے آپ کے علاقہ میں ایسا کوئی غیر مقلد ہوگا ہم نے پہلے یہ بات نہیں سنی کہ غیر مقلد یہ بھی کہتے ہیں۔

سوال: کیا معراج کی رات حضور ﷺ کے پیچھے انبیاء کرام نے انہیں اجساد عنصریہ کے ساتھ نماز پڑھی تھی یا مثالی اجساد کے ساتھ۔ نقلی دلیل کے ساتھ وضاحت فرمائیں وفات کے بعد روح کا اجساد عنصریہ کی طرف رجوع کیا قرآن وحدیث کے ساتھ ثابت ہے؟ ہم جو مردوں کو ایصال ثواب کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس کا ثواب فلاں کی روح کو پہنچ جائے تو معلوم ہوا کہ عذاب وثواب کا تعلق صرف روح کو ہے کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: ایصال ثواب کا نمبر تو میں نے رکھا ہوا ہے مستقل وہ تو انشاء اللہ بیان کریں گے۔ باقی رہا یہ کہ انبیاء کا مختلف جگہوں پر اجساد مثالیہ کے ساتھ جانا تو یقیناً ہے اجساد عنصریہ کہ ساتھ کسی جگہ صراحت نہیں دیکھی کہ قبور سے بھی ان کے اجساد غائب ہو جائیں گے اس کا کوئی حوالہ میرے سامنے نہیں باقی قبر میں رہ کر انبیاء کا سننا جسمانی کانوں کے ساتھ ہوتا ہے قبر کے اندر جو عبادت کرتے ہیں وہ اسی جسم کے ساتھ کرتے ہیں لیکن وہ آخرت کے معاملات ہیں اس لئے ہمیں نظر نہیں آتے۔ جیسے حضور ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو دوسرے انبیاء وہاں پر آئے تھے یہ آنا اجساد مثالیہ کے ساتھ تھا اور کتابوں میں لفظ مثالیہ کی صراحت ہے عنصریہ میں کسی کا قول میں نے نہیں دیکھا ہاں البتہ عیسیٰ علیہ السلام چونکہ اصل جسم کے ساتھ موجود ہیں اس لئے ان کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ جہاں پر بھی گئے ہیں جسد عنصری کے ساتھ گئے ہیں اور جب آئیں گے تو اپنے جسد عنصری کے ساتھ آئیں گے اس لئے میں نے آپ کے سامنے ذکر کیا تھا کہ انبیاء میں سے صرف عیسیٰ علیہ السلام واحد نبی ہیں جن کو حضور ﷺ کی صحابیت کا شرف حاصل ہے کیونکہ انہوں نے اپنی اصل زندگی کے ساتھ اسی زمین پر سرور کائنات ﷺ سے اسی زندگی میں

ملاقات کی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

مسئلہ ایصال ثواب

موقع: ہفتہ وار اصلاحی بیان

بمقام: جامعہ باب العلوم کہروڑپکا

تاریخ:

وقت: بعد نماز عشاء

خطبہ

الحمدللّٰہ نحمدہٗ ونستعینہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہ ونشھد ان سیدنا و مولانا محمدا عبدہٗ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد

فقد قال النبی ﷺ هَدِيَّةُ الْأَحْيَاءِ لِلْأَمْوَاتِ الْإِسْتِغْفَارُ

صدق اللّٰہ العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللّٰہ رب العالمین

استغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ!!

(شعب الایمان ص ۲۰۳/۶_۱۶/۷)

تمہید

کئی ہفتوں سے برزخ کے حالات آپ کے سامنے شروع ہیں اور مختلف مسائل بالترتیب تین چار بیانوں میں آپ کے سامنے آئے آج کی اس مجلس میں اموات کیلئے ایصال ثواب کا مسئلہ ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

بدعت جرم ہے

عوام میں بدعتیں تو بہت ساری ہیں اور زندگی کے مختلف شعبوں میں ہیں لیکن سب سے زیادہ بدعات کا سلسلہ اموات کے بارے میں ہے اور بدعت بہت بڑا جرم ہے اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمارے علماء مشائخ کو اتباع سنت کی توفیق دی ہے اور ان میں بدعت نہیں ہے ہمارا تعلق علماء دیوبند سے ہے اور دیوبند ہندوستان میں ایک شہر کا نام ہے وہاں پر ایک بہت بڑا مدرسہ ہے جہاں دین پڑھا پڑھایا جاتا ہے ہمارے اساتذہ اور مشائخ سب وہیں سے پڑھ کر نکلے ہیں اس لئے ہم دیوبندی کہلاتے ہیں اور علماء دیوبند میں اللہ کے فضل وکرم سے بدعت کا شائبہ تک نہیں ہے۔ اتنی بات مرکزی طور پر آپ یاد رکھیئے۔ اور آپ کو یہ فقرہ ہر وقت ذہن میں رکھنا چاہئے کہ علماء دیوبند کا امتیازی نشان یہ ہے کہ یہ بدعتی نہیں ہیں یہ سنت کے پابند ہیں اتباع سنت ان کا شعار ہے یہ بدعتی نہیں ہیں اس لئے ہمیں ہر طریقہ کو جان کر رکھنا چاہئے کہ سنت طریقہ کیا ہے اور جو سنت سے طریقہ ثابت ہو وہی علماء دیوبند کا طریقہ ہے اور اسی پر چلنا ہی ہمارا شعار ہے۔ دیوبندی بدعتی نہیں ہیں بس یہ ایک فقرہ آپ یاد رکھیں ہم دیوبندی ہیں اور دیوبند کا شعار ہے کہ وہ متبع سنت ہیں بدعتی نہیں ہیں یہ بنیاد ہے آپ کے طرز عمل کی کہ ہم سنت کی اتباع کرنے والے ہیں ہم بدعتی نہیں ہیں۔

بدعت کی تعریف

بدعت کسے کہتے ہیں یہ بھی ہلکا پھلکا سا مطلب آپ کے سامنے ذکر کردوں

بدعت کا مطلب ہے نئی چیز بدعت نئی چیز کو کہتے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں بدعت ہراس امر کو کہتے ہیں جس کا دین ہونا قرآن وسنت کی دلیل سے ثابت نہ ہو اور اس کو دین سمجھ لیا جائے یہ بھی دو چار لفظ یاد رکھیں سبق کے طور پر بدعت کسے کہتے ہیں؟ ہر وہ کام جس کا دین ہونا قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو یعنی شرعی دلیل سے ثابت نہ ہو اور اس کو دین سمجھ لیا جائے تو غیر دین کو دین سمجھ لینا اس کو کہتے ہیں بدعت اور یہ جرم عظیم ہے جس طرح سے اللہ کی الوہیت میں کسی کو شریک کرنا جسے شرک کہتے ہیں یہ بہت بڑا جرم ہے۔ یہ نا قابل معافی جرم ہے اسی طرح سے یہ بدعت ہے شرک و بدعت یہ دو لفظ بولے جاتے ہیں تو بدعت اصل کے اعتبار سے یہ شرک فی النبوۃ ہے یہ بات بتانا کہ کونسا کام اللہ کو پسند ہے کونسا کام پسند نہیں کونسا کام دین ہے کونسا دین نہیں یہ کام نبی کا ہے اور جب کوئی آدمی نبوت کے فیضان کے بغیر اپنے طور پر اپنی پسند اور ناپسند کو معیار بناتے ہوئے کہے کہ یہ کام دین ہے یہ کام کرنا ثواب ہے اور یہ ضروری ہے اسلام کا تقاضا ہے ایمان کا تقاضا ہے جب وہ اپنی خواہش کے طور پر اس طرح کی باتیں کرنے لگ جائے اور اس کے ساتھ کوئی نبوت کی دلیل نہ ہو نبوت کا فیضان نہ ہو تو اس شخص نے اپنے آپ کو منصب نبوت تک پہنچا دیا (کہ اللہ کی مرضیات کا بیان کرنا نبی کا کام ہے غیر نبی کا کام نہیں ہے) تو وہ گویا کہ اپنے آپ کو یوں سمجھتا ہے کہ میں بھی اللہ کی مرضیات کو جانتا ہوں جس طرح نبی جانتا ہے اس لئے بدعت شرک کی طرح بری چیز ہے شرک ہے اللہ کی الوہیت میں کسی کو شریک کر لینا اور بدعت ہے نبوت کے منصب میں کسی کو شریک کر لینا اس لئے ہمیں بدعت سے ایسے ہی نفرت ہے جس طرح سے شرک سے نفرت ہے۔ اور بدعت سے بچنا ایسے ہی ضروری ہے جس طرح شرک سے بچنا ضروری ہے بدعت کو یوں سمجھئے......

ایصال ثواب کا طریقہ

چاہے کسی کو کپڑے دے دیں چاہے کسی کو جوتا دے دیں چاہے کسی کو نقد پیسے

دے دیں اور چاہے کوئی کسی قسم کی چیز جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے دے دیں اور ساتھ ساتھ اتنا کہہ دیں کہ یا اللہ یہ قبول فرما اور اس کا ثواب میرے والد کو میری والدہ کو میرے باپ دادا کو میرے استادوں کو میرے پیروں کو حضور ﷺ کو صحابہ کو تابعین کو فقہاء کو محدثین کو جس کا چاہو ذکر کرو بس آپ اپنے طور پر جب نیت کرلیں گے اور ایسا کہہ دیں گے ثواب پہنچ گیا۔

دلیل

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہوگئی تو انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ میں اس کے لئے صدقہ کروں کیا کروں جس کے ساتھ اس کو ثواب پہنچے فرمایا پانی کا صدقہ کردو تو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوایا کسی جگہ اور کنواں کھدوا کر کہہ دیا **ھذا لام سعد** یہ کنواں سعد رضی اللہ عنہ کی ماں کے لئے ہے (ابو داود ص ۱/۲۳۶) بس ایصال ثواب ہوگیا اسی طرح سے آپ کسی کو دیں اور دیتے ہوئے خیال کرلیں کہ میں فلانے کے لئے دے رہا ہوں اس کا ثواب فلانے کو پہنچ جائے ثواب پہنچ گیا اور یہ طریقے جو متعین کر لئے کہ جس وقت تک ملاں صاحب نہ آئیں یا کوئی مولوی صاحب نہ آئیں اور ایک خاص طریقے استعمال نہ کریں اور خاص ایام نہ ہوں یہ سارا کا سارا تانا بانا جو ہے یہ سارا بدعت سے بنایا گیا ہے اس کا سنت سے کوئی تعلق نہیں نہ اس میں کوئی تیسرے دن کی بات ہے نہ اس میں کوئی بیسویں دن کی بات ہے نہ اس میں کوئی چالیسویں دن کی بات ہے نہ ایصال ثواب کے لئے کسی خاص چیز کا پڑھنا ضروری ہے نہ ایصال ثواب کے لئے کسی خاص شخص کا کسی خاص فرد کا آنا ضروری ہے ہر آدمی براہ راست جو اس کو اللہ توفیق دے مال خرچ کرکے دن کو رات کو تھوڑا بہتا جس کو چاہے دے کر یہ نیت کرلے کہ میں اس کا ثواب اپنے والدین کو پہنچانا چاہتا ہوں ثواب پہنچ جائے گا اور آپ پڑھتے ہیں ہر روز تلاوت کرتے ہیں تلاوت کرنے کے بعد اتنا کہہ دیجئے کہ یا اللہ قبول فرما اس کا ثواب ہمارے والدین کو ہمارے اساتذہ کو یا حضور ﷺ

کو صحابہ کرام کو تابعین کو فقہاء کو جس کے لئے بھی کہہ دیں گے ثواب پہنچ جائے گا۔

ایصال ثواب کے لئے واسطہ کی ضرورت نہیں

نہ کسی مولوی کے پاس اس بارے میں کوئی سیڑھی ہے جو عرش کو لگتی ہے نہ کسی ملاں کے پاس کوئی سیڑھی ہے جو عرش کو لگے کہ وہاں جا کر پہنچا کے آتا ہے ملاں ملوانے کا واسطہ اس میں ضروری ہے بالکل غلط بات ہے یہ ہر آدمی براہ راست وہاں پہنچا سکتا ہے لیکن اس جہالت کی بنا پر کہ جب لوگوں نے سمجھ لیا کہ ہمیں طریقہ ثواب پہنچانے کا آتا نہیں یہ کوئی دوسرا آدمی جو طریقہ جانتا ہو وہی ثواب پہنچاتا ہے اس کے نتیجے میں خیرات خوروں کا ایک مستقل گروہ پیدا ہو گیا جنہوں نے اس طرح سے عوام کے ذہن پر قبضہ جمایا ہے وہ سمجھتے ہیں جب تک یہ آ کر کسی خاص طریقہ سے ثواب نہیں پہنچائیں گے ثواب نہیں پہنچتا اس لئے عوام مجبور ہیں ان کو بلانے کے لئے اور ان کی پیٹ پرستی ہو رہی ہے اور اپنا کام چل رہا ہے۔

ایک جاہل ملاں کا واقعہ

حکیم الامت حضرت تھانویؒ چونکہ بدعات کے متعلق بہت زیادہ بیان فرمایا کرتے تھے وہ ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جگہ (یہ جاہلوں سے فائدہ اٹھانے کے طریقے ہیں) مسجد میں ایک مسافر آ گیا گاؤں میں اور کسی شخص نے مردے کی روٹی دینی تھی مسجد میں وہ آیا تو ملاں صاحب مسجد میں تھے نہیں وہ اس مسافر کو روٹی دے گیا مسافر نے کھالی جب وہ مسجد والا آیا اور اس نے آ کر دیکھا کہ وہ روٹی اس کو دے گیا اگر یہ رواج ایسے پڑ گیا کہ جس کو چاہے روٹی دے دیں تو میرا تو معاملہ گڑ بڑ ہو جائے گا۔ اس نے مسجد میں آ کر چیخیں مارنی شروع کیں کبھی ادھر کو گرتا ہے کبھی ادھر کو گرتا ہے کبھی ادھر ٹکر مارتا ہے کبھی ادھر کو بھاگتا ہے سارا محلّہ اکٹھا ہو گیا کہ یہ مولوی صاحب کو کیا ہو گیا آ کر مولوی صاحب کو پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولوی صاحب..کیا ہو گیا؟ وہ کہتا ہے بس چھوڑو میں یہاں نہیں رہتا یہ مصیبت مجھ سے نہیں اٹھائی جاتی میں جاتا ہوں وہ کہیں

بھائی بات کیا ہے بات تو بتا؟ کہنے لگا بات کیا بتاؤں میں اتنی مدت سے یہاں ہوں میں تمہارے سارے مردوں کو جانتا ہوں کون سا مردہ کس کا ہے میں سب کو پہچانتا ہوں کم ازکم تم ایصال ثواب کے لئے دیتے ہو جس کے لئے دیتے ہو میں ثواب پہنچا دیتا ہوں آج پتہ نہیں یہ کون مسافر آیا ہوا تھا اور کوئی اس کو روٹی دے گیا اور پتہ نہیں اس نے کس کو پہنچا دی میں آیا ہوں تو ساری روحیں میرے پیچھے پڑ گئیں جان چھڑانی مشکل ہوگئی تو مجھ سے یہ مصیبت نہیں سہی جاتی میں جاتا ہوں۔ اور وہ سارے دیہات والے کوئی پاؤں پکڑتا ہے کوئی ہاتھ پکڑتا ہے کہ یہ ہمارے مردوں کو جانتا ہے کوئی نیا آدمی آئے گا وہ ہمارے مردوں کو پہچانے گا نہیں.... تو ہم اپنے مردوں کو ایصال ثواب کیسے کریں گے اس لئے انہوں نے منت سماجت کر کے وعدہ کیا کہ جی آئندہ کسی کو نہیں دیں گے مہربانی فرما کر آپ جائیں نہیں اب یہ باتیں پیدا ہوگئیں۔

فاتحہ چوری کا واقعہ

یہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں ایک وعظ میں وہ کہتے ہیں مجھے ایک تھانیدار نے سنایا وہ تھانیدار حضرت کا مرید تھا کہنے لگا جی ایک عجیب وغریب مقدمہ میرے پاس آیا۔ عجیب وغریب مقدمہ جو میں نے پہلے کبھی نہیں سنا تھا کہ کسی نے آ کر رپٹ درج کروانا چاہی کہ میری فاتحہ کسی نے چرالی میری فاتحہ کوئی چرا کے لے گیا۔ تھانیدار کہتا ہے میں حیران ہوا کہ کس نے فاتحہ چرالی تو مجھے دلچسپی ہوئی تو میں نے معلومات کیں کہ فاتحہ چرانے کا کیا مطلب معلوم ہوا کہ چار پانچ گاؤں میں ایک ہی ملاں ہے جو کھانے پر فاتحہ پڑھتا ہے اور ایصال ثواب کرتا ہے اب ہر جگہ تو وہ جا نہیں سکتا اس نے طریقہ ایجاد کیا ہوا ہے کہ نلکیاں بنائی ہوئی ہیں اور اس میں فاتحہ پڑھ کر پھونک مار کر اور ڈھکن بند کر دیتا ہے ایک روپے کی نلکی بیچتا ہے اور کہتا ہے جب کھانا پکا لیا کرو پکانے کے بعد اس کا ڈھکن کھول کے یوں اس کو ذرا ہلا لیا کرو فاتحہ ہوگئی کہتا ہے کسی کی نلکی کسی نے چرالی تھی تو وہ شکایت کرنے کے لئے آیا کہ جی میری فاتحہ کسی نے چرالی۔ یہ سارے کے

سارے دھندے پیدا اس لئے ہوئے ہیں کہ لوگوں کو یہ سمجھا دیا گیا ہے کہ جب تک ہم نہیں آئیں گے اس وقت تک مردے کو نہ کوئی ثواب پہنچایا جاسکتا ہے نہ کوئی فائدہ پہنچایا جاسکتا ہے اور یوں لوگوں کی جہالت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور پھر یہ بھی ایک نظریہ ہوگیا

گیارہویں کی کھیر اور بدعتی ملاں

یہ میں خود اپنی ایک بات بتاتا ہوں کمالیہ میں ایک دفعہ باہر عصر کے بعد سیر کے لئے نکلا تو کھیت میں کام کرتا ہوا (یہ خود میری اپنی بات ہے) ایک آدمی اٹھ کر آیا میری طرف مجھ سے آ کر پوچھتا ہے کہ مولوی صاحب ایک مسئلہ تو بتاؤ میں نے کہا فرمایئے کہتا ہے کہ جی گیارہویں غیر سید کو دی جاسکتی ہے سید کے علاوہ کسی دوسرے کو دی جاسکتی ہے گیارہویں میں نے کہا کیوں کیا بات ہوگئی کہتا ہے ساری زندگی ہوگئی گیارہویں پکاتے پکاتے گیارہ تاریخ کو پکا کر کسی غریب کو دے دیا کرتے تھے اب ہمارے یہاں ایک سید آ گیا وہ کہتا ہے یہ تو لگتی سید کو ہے کسی دوسرے کو لگتی ہی نہیں تو میں نے کہا بھائی اگر تم اس کی روٹی کا انتظام کر دیتے تو یہ غلط مسئلہ کیوں بناتا جب تم نے اس کی روٹی کا انتظام نہیں کیا تو اس نے غلط بنا دیا اب تو گیارہویں جب تک اس کو نہیں دو گے نہیں ہوگی یہ جہالت سے فائدہ اٹھانے والی باتیں ہیں لوگ اس طرح کرتے رہتے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ ڈال دیا گیا کہ جو کچھ ہم دیتے ہیں مردے کو وہی پہنچتا ہے اس لئے اگر مردے کو کھیر پسند تھی تو کھیر پکا کر دیں گے مردے کو اگر گوشت پسند تھا تو گوشت پکا کر دیں گے مردے کے لئے کپڑے بھیجیں گے مردے کے لئے جوتے بھیجیں گے جس سے مولوی صاحب کی ساری ضرورتیں پوری ہوتی چلی جاتی ہیں کسی نے جوتا بھیج دیا مردے کے لئے وہ جوتا کام آ گیا کسی نے کپڑے بھیج دیئے وہ کپڑے کام آ گئے کسی نے شربت کی بوتل بھیجی کہ وہ شربت بڑے شوق سے پیا کرتا تھا شربت کام آ گیا کسی نے

چائے کی پتی بھیج دی کہ وہ چائے بڑی شوق سے پیتا تھا چائے کام آ گئی جس چیز پر ختم دلا دیا گیا بعینہ وہ چیز پہنچتی ہے اس طرح کی مردے کی پسندیدہ چیزیں لوگ ختم دلوا کر مردے کو پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں سراسر جہالت ہے' سراسر بے وقوفی ہے' اگر کوئی اس قسم کا مسئلہ بتاتا ہے تو لوگوں کی جہالت سے فائدہ اٹھانے والی بات ہے اس میں بھی ایک لطیفہ ہے۔ ہے تو بے ہودہ سا لیکن ہے واقعہ' یہ بھی ایک بزرگ کی کتاب میں میں نے پڑھا اسی افسوس کے ساتھ کہ لوگوں کی جہالت کی بنا پر لوگوں نے کہاں تک پہنچا دیا کہ ایک دفعہ کسی نے طالب علم مدرسہ کا بلا لیا گھر میں کہ آ کر ختم دے جا۔ چارپائی کے اوپر کھانا اس کے سامنے چن کر رکھ دیا اس نے ختم پڑھنا شروع کر دیا جب اس نے پڑھنا شروع کر دیا تو اس کو چارپائی کے نیچے ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی حرکت ہو رہی ہے تو وہ اس طالب علم نے بڑھ کر نیچے کو جھانکا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک عورت چارپائی کے نیچے لیٹی ہوئی تھی تو طالب نے پوچھا یہ کیا؟ وہ عورت کہنے لگی کہ آپ ان چیزوں کا میرے خاوند کو ایصال ثواب کر رہے تو میں نے سوچا کہ جہاں یہ چیزیں پہنچیں گی میرا پیار بھی پہنچ جائے گا۔

یہ جہالت کے ساتھ لطیفے بن گئے۔ سمجھے کہ نہیں۔ اسی جہالت کو دور کرنا یہ آپ حضرات کا کام ہے ایصال ثواب کے لئے یہ مسئلہ یاد رکھیں میں کبیر والا میں جمعہ پڑھاتا تھا تو سال میں ایک دفعہ یہ تقریر ضرور کرتا تھا کہ یاد رکھو ہمارے پاس کوئی سیڑھی نہیں ہے جو عرش کو لگتی ہے کسی مولوی کے پاس کوئی سیڑھی نہیں ہے جو عرش کو لگتی ہو اور وہ جا کر ثواب پہنچا کر آتا ہے اپنے اپنے مردوں کو خود ثواب پہنچایا کرو کسی مولوی کو واسطہ بنانے کی کوئی ضرورت نہیں آپ اس طرح سے کرنا شروع کر دیں لوگوں کو یہ مسئلہ پڑھا دیں اگر لوگ ان کو روٹیاں دینی چھوڑ دیں ان رسمی ملاؤں کو جو ختم پڑھتے پھرتے ہیں دروازوں پر یہ خود کہیں گے کہ مسئلہ اس طرح ہے کہ بغیر ختم کے ثواب پہنچ جاتا ہے اور یہ مسئلہ بنا ہوا اس طرح ہے کہ جب یہ کریں گے تو ان کو کچھ حاصل ہوگا۔

لطیفہ

ہمارے ایک بزرگ تھے کرم الٰہی شیخو اور مجھے انہوں نے ایک لطیفہ سنایا کہ میرے یہاں اس طرح کوئی آ گیا مسئلہ پوچھنے کے لئے انہوں نے ختم پڑھانے کا مسئلہ

پوچھا تو میں نے کہا دیکھو بھائی یہ ایک مسئلہ ہے کہ جس نیکی کے کام پر اجرت لے لی جائے اس کا ثواب نہیں ملتا اس لئے تم ایصال ثواب ضرور کیا کرو قرآن مجید بھی پڑھایا کرو کھانا بھی دلوایا کرو لیکن ایک میری نصیحت یاد رکھو کہ جس مولوی صاحب کو آپ قرآن مجید پڑھنے کے لئے بلائیں اسے کھانا نہ دیا کریں اور جس کو کھانا دیں اس سے قرآن مجید نہ پڑھوایا کریں تا کہ یہ ایک دوسرے کی اجرت نہ بنے۔ جب وہ مولوی صاحب آجائیں اور قرآن مجید پڑھ لیں تو آپ کہیں کہ آپ نے قرآن مجید پڑھ لیا خدا کے واسطے یہ بخش دو کھانا یہ کھانا کسی اور کو دے دیں گے تا کہ یہ اجرت نہ بنے اس طرح سے کرلیا تو اس میں کوئی حرج نہیں کہتے ہیں میں نے مسئلہ یوں بتا دیا ہوا یہ کہ انہوں نے وقت پر اس مولوی صاحب کو بلایا بلا کر قرآن مجید پڑھوا کر کہہ دیا کہ جی آپ تشریف لے جائیں ہم یہ کھانا کسی اور کو کھلا دیں گے پہلی دفعہ تو انہوں نے برداشت کرلیا دوسری دفعہ جب بلانے گئے تو کہتے ہیں جن کو کھانا کھلانا ہے ان سے قرآن پڑھالو جب کھانا نہیں کھلانا تو ہم قرآن کیوں پڑھیں تو پھر سمجھ میں آگئی بات کہ یہ تو سارے کے سارے حیلے بہانے لینے دینے کے ہیں ورنہ نہ تو پڑھنے والوں کو مردوں سے ہمدردی نہ کوئی ثواب پہنچانے کے لئے کسی قسم کی ہمدردی یہ سب جہالت کے طریقے ہیں بیٹو آپ دیکھتے ہیں ہمارا یہ طریقہ نہیں نہ ہمارے اساتذہ کا تھا نہ ہمارے مشائخ کا تھا علمائے دیوبند ان خرافات میں نہیں پڑتے علماء دیوبند کا مسلک صاف صاف ہے آپ سارے بچے اپنے بڑوں کو چاہے زندہ ہیں چاہے فوت شدہ ہیں جب چاہیں ثواب پہنچا سکتے ہیں ہر روز قرآن پڑھتے ہو یہ اپنے والدین کو بخش دو۔

ایصال ثواب زندہ کو بھی ہوتا ہے

زندہ کے لئے بھی ثواب پہنچایا جاسکتا ہے یاد رکھئے یہ چیز صرف مردہ کے لئے نہیں آپ اپنے عمل کا ثواب زندہ کو بھی پہنچا سکتے ہیں۔ حدیث شریف میں ایک واقعہ ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا۔ ایک دفعہ بعض لوگوں سے جو عراق سے کوفہ کی طرف آئے تھے

ان سے پوچھا کہ تمہارے پاس کوئی بستی ہے جس کو اگلہ کہتے ہیں اگلہ بستی ہے؟ کہنے لگے ہاں ہے پوچھا وہاں کوئی مسجد بھی ہے جو مسجد عشار کہلاتی ہے کہنے لگے ہاں مسجد عشار بھی ہے۔کوئی میرے لئے ذمہ لے لے کہ وہاں جا کر دو رکعت نفل پڑھے اور نفل پڑھ کر کہہ دے **ھذا لابی ھریرہ** رضی اللہ عنہ یہ دو رکعتیں ہم نے ابو ہریرہ کے لئے پڑھی ہیں ان کے ایصال ثواب کے لئے یہ ان کی زندگی کی بات ہے کہ میں نے سنا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ وہاں کوئی جنگ ہوگی وہاں لوگ شہید ہوں گے اور ان کی فضیلتیں ایسی ہوں گی جیسے شہداء بدر کی ہیں برکت والی جگہ ہے کوئی دو رکعت نفل پڑھ کر میرے لئے ایصال ثواب کر دے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایصال ثواب زندہ کو بھی ہوسکتا ہے اور قرآن مجید آپ پڑھتے ہیں روز اپنے آباؤ اجداد کو بخش دیجئے کوئی حرج نہیں۔

ایصال ثواب میں تعین بدعت ہے

یہ ساری کی ساری بدعات ہیں دن متعین کرنا یہ بدعت...... چیز متعین کرنا یہ بدعت...... طرز وطریق متعین کرنا یہ بدعت ہے.... تیسرا دن متعین.... بیسواں دن متعین..... چالیسواں دن متعین یہ سب بدعات ہیں...... بارہ مہینے ایصال ثواب کیجئے مہینے کے تیس دن ایصال ثواب کیجئے تیس دنوں میں ہر دن کے چوبیس گھنٹوں میں جب چاہیں ایصال ثواب کیجئے کوئی ثواب پہنچانے کے لئے چیز متعین نہیں کپڑے دے کر ایصال ثواب کریں کھانا دے کر ایصال ثواب کریں گندم دے کر کریں نقد پیسے دے دیں کتاب لے کر دے دیں جو چاہیں دے دیں البتہ اس میں ایک چیز ہے کہ ایسی چیز آپ دیں جس کا فائدہ جاری رہے اس کو صدقہ جاریہ کہتے ہیں وہ سب سے بہتر ہے جیسے حدیث شریف میں آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **مات ابن آدم** آدم کا بچہ مرجاتا ہے **انقطع عملہ** تو اس کا عمل ختم ہوگیا آپ نماز پڑھتے ہیں نماز کا ثواب آپ کو ملتا ہے مرجائیں گے نماز نہیں پڑھیں گے ثواب بھی نہیں ملے گا روزہ نہیں رکھیں گے ثواب

بھی نہیں ملے گا۔

صدقہ جاریہ کا مطلب

لیکن بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا ثواب اس کے لئے جاری رہتا ہے ان کے لئے صدقہ جاریہ کا لفظ فرمایا صدقہ جاریہ سے مراد ہوتا ہے کہ کوئی چیز وقف کردی قرآن مجید لے کر رکھ دیا مسجد بنوا دی چٹائیاں دے دیں کتاب خرید کر کسی کو دے دی جب تک اس سے کسی کو فائدہ ہوتا رہے گا اس وقت تک ثواب جاری رہتا ہے **علم ینتفع به** ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے جیسے آپ نے کسی کو پڑھا دیا اس نے آگے پڑھایا اس نے آگے پڑھایا اس نے آگے پڑھایا جب تک اس علم کا فائدہ ہوتا رہے گا آپ کو ثواب ہوتا رہے گا **ولد صالح یدعوله** یا نیک اولاد جو دعا کرتی رہے تو یہ بھی مرنے والے کے لئے ایک صدقہ جاریہ ہے کہ جب تک دعا کرتے رہیں گے اس کو ثواب پہنچتا رہے گا تو صدقہ جاریہ کا مطلب یہ ہوا کرتا ہے کہ اس کا فائدہ جاری رہے جب تک اس کا فائدہ جاری رہے گا ثواب بھی جاری رہے گا اس قسم کی چیز مردے کے لئے وقف کردینا جس سے فائدہ دائمی جاری رہے زیادہ بہتر ہے ورنہ جو صورت ہو سبحان اللہ کہہ کر آپ خلوص کے ساتھ اس کا ثواب بھی پہنچا دیں تو بہتر ہے کرایہ پر لا کر پڑھانا نہ ان کے سامنے کوئی ایسا مقصد ہوتا ہے وہ پورا قرآن بھی پڑھیں تو شاید مردے کو اتنا فائدہ نہیں ہوگا جتنا مردے کے لئے صرف **سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر** کہنے کے ساتھ اس کو جتنا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ ایصال ثواب کے بارے میں ان سب بدعات سے بچنا چاہیئے جیسے میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا خود اس کو یاد رکھو خود بھی بچیں جسطرح آپ ہمارا طرز عمل دیکھتے ہیں الحمدللہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صاف ستھرا رکھا ہوا ہے میں اپنے ماں کے قلوں میں شریک نہیں ہوا باپ کے قلوں میں شریک نہیں ہوا بھائی کے

قلوں میں شریک نہیں ہوا کسی رشتہ دار کے قلوں میں شریک نہیں ہوا قل بازی جتنی ہے سب بدعات کا شعبہ ہے اپنے طور پر پڑھ کر جو کرتے رہو نہ کوئی دن متعین ہے نہ کوئی صورت متعین ہے اس کی شریعت کے اندر کوئی کسی قسم کی حیثیت نہیں سنت کے مطابق جو عمل تھا وہ میں نے آپ کو بتا دیا۔ ایصال ثواب برحق اور اس کے پہنچانے کے طریقے یہ ہیں یہ سنت کے مطابق کریں گے تو مرنے والے کو فائدہ ہوگا آج کل جس طرح قلوں کے اوپر لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں ایسے کارڈ چھپواتے ہیں جس طرح سے شادیوں کے ہوتے ہیں اور منوں کے حساب سے گوشت پکواتے ہیں کھا جاتے ہیں یہ مساکین وزراء صدور بڑے زمیندار بڑے پیٹوں والے موچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آتے ہیں کاروں پر بیٹھ کر آتے ہیں یہ مساکین کا ٹولہ سب کچھ کھا کر موچھوں پر ہاتھ پھیر کر مردے کو بخشوا کے چلا جاتا ہے اب اس کے لچر ہونے کو بھی ظاہر کرنے کی ضرورت ہے یہ کتنا لچر ہے کتنے لوگ اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں اچھے خاصے پڑھے ہوئے یہ ان کے کھانے کے ساتھ یہ ان جیسے مساکین کے کھانا کے ساتھ کوئی فائدہ پہنچے گا ؟ یہ ساری کی ساری شوبازی ساری رسم بازی اس کا کوئی کسی قسم کا فائدہ نہیں اصل طریقہ یہ ہے جو میں آپ کی خدمت میں عرض کرر ہا ہوں۔

کیا ایصال ثواب صرف روح کو ہوتا ہے؟

پچھلی دفعہ ایک لڑکے نے رقعہ لکھا تھا پچھلے ہفتہ میں نے کہا تھا جب ایصال ثواب کا مسئلہ بیان کروں گا پھر یہ بتاؤں گا تو آپ کی خدمت میں پہلے پہلے عرض کیا گیا تھا کہ برزخی زندگی میں روح اصل ہے بدن اس کے تابع ہے اس لئے روح کی طرف نسبت کر کے ایصال ثواب کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ اس کا ثواب فلاں کی روح کو پہنچا دے روح کو راحت پہنچے گی تو روح کی وساطت سے پھر جسم کو بھی راحت پہنچتی ہے اس دنیا میں جسم کے احکام غالب ہیں دکھ پہنچانا ہو تو اس بدن کو پہنچاؤ تو روح کو پہنچتا

ہے راحت پہنچانی ہو تو اس بدن کو پہنچاؤ تو روح کو پہنچتی ہے برزخ کی زندگی میں روح اصل ہے اور روح کی وساطت سے دکھ اور تکلیف ہوتی ہے روح خوش ہوگی تو بدن بھی خوش ہوگا روح کو تکلیف ہوگی تو بدن کو بھی ہوگی اور آخرت میں پھر جا کر حیات کاملہ ہوگی اس لئے یوں کہنا بالکل ٹھیک ہے کہ یا اللہ اس کا ثواب فلانے کی روح کو پہنچا دے تو یہ ہے اصل کے اعتبار سے ایصال ثواب میں سنت طریقہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی اس کا پابند رہنے کی توفیق دے اور بنیادی طور پر یاد رکھئے کہ فائدہ سنت کے مطابق کام کرنے میں ہی ہوتا ہے جو کام سنت کے مطابق نہ ہو اس میں کسی قسم کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ ہمیں سنت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آج کتنی تاریخ ہے؟ ۲۲ صفر! تو کل ۲۳ ہے کل ہے بدھ اور اگلا بدھ جو ہے اگر مہینہ ۳۰ کا ہوا تو ۳۰ صفر کو ہوگا یہ ہمیں پہلے معلوم نہیں تھا یہ کوئی ہمیں دو سال پہلے پتہ چلا ہے کہ جاہلوں کے اندر ایک یہ بدعت بھی جاری ہوگئی کہ وہ کہتے ہیں کہ صفر کا آخری بدھ جو ہے اس میں حضور ﷺ کو صحت حاصل ہوئی تھی آپ ﷺ سیر کے لئے نکلے تھے تو اس بدھ کو بھی وہ خوشی کے طور پر منانے لگ گئے وہ سیر تفریح کے لئے نکلتے ہیں کھاتے پیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ حضور ﷺ کو صحت حاصل ہوئی تھی اس لئے اس کا شکرانہ ادا کیا جا رہا ہے۔ یہ ہمیں آج سے............تقریباً دو سال پہلے پتہ چلا ہے کہ جاہلوں میں یہ طریقہ بھی ہے تو پچھلے سال صفر کا جو آخری بدھ آیا تو اس بدھ میں جو کچھ لاہوریوں نے کیا اس کا ذکر اخبار میں بھی آیا کہ لاہوریوں نے آخری بدھ صفر کا بڑے اہتمام سے منایا سیر پر گئے کھایا پیا بڑی خوشی کے ساتھ وقت گزارا میں نے اخبار میں بھی پڑھا تو میں یہ آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بالکل دھوکہ ہے حضور ﷺ کی مرض الوفات کی ابتداء جو ہے وہ صفر کے آخری بدھ کو ہوئی تھی اور اسی کے نتیجے میں آپ کی وفات ہوتی ہے جس طرح سے یہودیوں نے دین کو بگاڑا اور غلط قسم کی باتیں جاری کر دیں وفات کے دن جلوس

اور جشن منانے شروع کر دیئے اور اب اس سے آگے بڑھ کر سلسلہ جو ہے وہ بیماری کے دن بھی خوشیاں منانی شروع کر دیں کسی جگہ بھی ذکر نہیں آتا کہ حضور ﷺ بدھ کے دن صحت یاب ہوئے تھے۔

مسئلہ علامات قیامت

موقع: ہفتہ وار اصلاحی بیان

بمقام: جامعہ باب العلوم کہروڑپکا

تاریخ: ۳ستمبر ۱۹۹۶ء ۱۸ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ

وقت: بعد نماز عشاء

خطبہ

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ ونشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشہد ان سیدنا و مولانا محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد

لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی لَایُقَالَ فِی الْاَرْضِ اَللّٰہُ اللّٰہُ۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذالک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللّٰہ رب العالمین:

اللہم صل وسلم وبارک علٰی سیدنا محمد و علٰی آلہ وصحبہٖ کما تحب وترضٰی عدد ماتحب وترضٰی

استغفراللّٰہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ!

(مسلم ص ۱/۸۴۔ترمذی ص ۲/۴۴)

تمہید

شخصی اور انفرادی موت کے متعلق آپ کے سامنے کئی بیان ہو گئے اور اس شخصی اور انفرادی موت کے بعد آنے والا دور جو برزخ کہلاتا ہے اس کے متعلق بھی بقدر ضرورت تفصیل آپ کے سامنے عرض کردی گئی ایک بات باقی رہ گئی تھی وہ آج ذہن میں آئی وہ عرض کردوں عذاب قبر برحق ہے اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ ہے اہل حق کا عقیدہ ہے کہ عذاب برزخ سے بعض لوگوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اس کا ذکر پہلے آپ کے سامنے نہیں آیا کہ اس عذاب برزخ سے کون کون سے لوگ مستثنیٰ ہیں اور اسکے ساتھ ہی تھوڑی سی بات اس بارے میں کہ عذاب برزخ کس سبب سے ہوتا ہے اس کے اسباب میں سے زیادہ عامۃ الوقوع جو عام طور پر پایا جاتا ہے وہ کونسی بات ہے دو باتیں عرض کرنے کے بعد پھر عالمی موت جس کو قیامت کہتے ہیں اس کے ذکر کی طرف انشاء اللہ بیان کا رخ مڑ جائے گا تو اللہ کو جو منظور ہوگا اس بارے میں عرض کیا جائے گا۔

عذاب قبر کے اسباب

حدیث شریف میں آتا ہے سرور کائنات ﷺ ایک دفعہ جارہے تھے تو آپ نے دو قبروں کے اندر محسوس کیا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ کسی ایسی وجہ سے ان کو عذاب نہیں ہو رہا کہ جس سے بچنا کوئی مشکل تھا بلکہ ایسی بات تھی جس سے بچنا آسان تھا مشکل نہیں تھا **ما یعذبان فی کبیر** کسی بڑی عظیم ثقیل بوجھل بات کی وجہ سے ان کو عذاب نہیں ہو رہا بلکہ ایسی بات تھی بچنا چاہتے تو اس سے بڑی آسانی سے بچ سکتے تھے۔

پہلا سبب

ان میں سے ایک کے متعلق فرمایا کہ یہ شخص پیشاب کے معاملہ میں احتیاط نہیں کرتا تھا اور ایک کے بارے میں فرمایا کہ یہ چغل خور تھا یہ دو سبب سرور کائنات نے

عذاب قبر کے متعلق صراحتاً بیان فرمائے ایک پیشاب سے عدم احتیاط اور ایک چغل خوری' پیشاب سے عدم احتیاط' کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگ پیشاب کرتے ہیں اور پیشاب کرنے کے فوراً بعد پانی کے ساتھ استنجا کر کے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اس میں بہت زیادہ خطرہ ہوتا ہے اس بات کا کہ جس وقت آپ اٹھیں اور حرکت کریں تو کوئی قطرہ پیشاب کا آجائے جب وہ قطرہ پیشاب کا آئے گا تو آپ کی چادر' آپ کا پاجامہ ناپاک ہوجائے گا' بدن کو لگ گیا تو بدن ناپاک ہوجائے گا پھر آپ نماز پڑھیں گے تو نماز ادا نہیں ہوگی تو پیشاب کے اندر بے احتیاطی یہ نماز کے ضائع کرنے کا سبب بن جاتی ہے یا پیشاب ایسے طور پر کیا جائے کہ اس کے چھینٹے بدن پر پڑتے رہیں کپڑوں پر پڑتے رہیں طہارت کا خیال نہ رکھا جائے تو یہ عذاب قبر کا باعث ہے جیسے کہ حدیث میں ہے۔ **استنزھوا من البول فان عامة عذاب القبر منه۔** پیشاب سے بچا کرو' احتیاط کرو' اکثر و بیشتر عذاب قبر اس کی وجہ سے ہوتا ہے اور آپ نے نور الانوار اور اصول الشاشی میں یہ روایت پڑھی ہوگی۔ (مستدرک حاکم ص ۲۹۳/۱ نور الانوار ص ۶۸)

پیشاب سے بچاؤ کا طریقہ

اس بارے میں بھی آپ کو یہ تاکید کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی سے عادت بنا لو پیشاب میں احتیاط کی۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کے لئے پیشاب کا مخزن مثانہ کو بنایا ہے اور مثانہ سے لے کر پیشاب کے خارج ہونے تک کافی طویل رگ ہے جس سے پیشاب گزر کے آتا ہے۔ اس میں بہت احتمال ہوتا ہے کہ جس وقت آپ پیشاب کر کے فارغ ہوں تو پیشاب کا دباؤ کم ہونے کی بنا پر قطرات پیچھے ٹھہر جاتے ہیں جو کھانسنے کے ساتھ نکلتے ہیں یا حرکت کرنے کے ساتھ نکلتے ہیں تو اس بارے میں تھوڑی سی تاخیر کی جائے' تاخیر کر کے یا تو ڈھیلے کا استعمال کیا جائے جس طرح سے اکابر میں عادت ہے جس وقت ڈھیلا استعمال کریں تو تھوڑی سی حرکت کریں گے تو اگر وہ پیشاب رستہ میں اٹکا ہوا ہوگا تو خارج ہوجائے گا اور اس کے بعد استنجا کریں تو پھر احتمال نہیں رہتا کہ قطرہ

آجائے یا وہاں تھوڑی سی انتظار کر کے انسان کچھ حرکت کر لیتا ہے کھانس بھی لیتا ہے اور اس رگ کو اپنی انگلی کے دباؤ کے ساتھ نچوڑنے کی کوشش کر لیں تا کہ اس کے بعد پیشاب کے نکلنے کا احتمال نہ رہے پھر آپ کا وضو ٹھیک ہوگا خصوصیت کے ساتھ وہ طلباء جو امامت بھی کرواتے ہیں ان کو تو اس بارے میں بہت احتیاط کرنی چاہئے ایک تو یہ ہے کہ اپنی نماز ضائع ہو اور ایک یہ ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ دوسروں کی بھی ضائع ہو جائے یہ بہت بڑی ذمہ داری کی بات ہے اکثر و بیشتر طلباء اس بارے میں احتیاط نہیں کرتے تو یہ یاد رکھئے احتیاط اس بارے میں ضرور کیا کیجئے اور چونکہ برزخ کا ذکر ہو رہا تھا تو اس کی مناسبت سے عرض کر رہا ہوں کہ پیشاب میں بے احتیاطی عذاب قبر کا باعث بن جاتی ہے اور عبادت کے ضائع ہونے کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔

دوسرا سبب

دوسرے کے بارے میں آپ نے فرمایا چغلی **نمیمہ کان یمشی با لنمیمۃ** تو **نمیمہ** کا مطلب ہوتا ہے ایک کی بات دوسرے کے پاس نقل کی جائے دونوں کے درمیان لڑائی اور فساد کروانے کی نیت سے جس کو لگائی بجھائی کہتے ہیں ادھر کی سنی ادھر لگادی ادھر کی سنی ادھر لگا دی لوگوں کے درمیان میں اختلاف برپا کر دیا' فساد برپا کر دیا اس کو **نمیمہ** کہتے ہیں یہ چغلی ہے یہ سچی بات میں ہی ہوا کرتی ہے یہ جھوٹ نہیں بولا کرتے وہ کہتا ہے میں سچ بول رہا ہوں جھوٹ نہیں بول رہا تو یہ **نمیمہ** سچی بات ہی ہوئی ہے جس کے ذریعے فساد برپا ہوا کرتا ہے تو اس کو بھی عذاب قبر کا ذریعہ بتایا گیا۔ (بخاری ص ۳۵/۱ مسلم ص ۱۴۱/۱)

غیبت اور چغلی میں فرق

ایک غیبت ہوتی ہے ایک چغلی دونوں کے درمیان میں فرق ہوتا ہے غیبت کا معنی ہوا کرتا ہے کسی کا عیب اس کو ذلیل کرنے کے لئے مشہور کرنا **ذکرك اخاك بمایکرہ** کہ جب اس کو پتہ چلے تو اس کو ناگوار گزرے کہ اس نے میرا ذکر ایسے کیوں

کیا تھا اور مقصد صرف ذلیل کرنا ہے اور اس میں کوئی شرعی حکمت نہیں اس کو غیبت کہتے ہیں اس کو حضور ﷺ نے **اشد من الزنا** فرمایا لیکن عذاب قبر میں جس کا ذکر ہے وہ **نمیمہ** ہے **کان یمشی بالنمیمہ** جو **نمیمہ** ہوتا ہے وہ بھی سچ بات ہوا کرتی ہے ایک کی بات سن کے دوسرے تک پہنچانا جب بات ایسی ہوتی ہے کہ دوسرے کو پہنچے گی تو وہ مشتعل ہوجائے گا پھر وہ کوئی دوچار باتیں کہہ دے گا پھر وہ لاکے دوسرے کو بتادی جائیں اس طرح آپس میں لڑائی اور فساد ہوجاتا ہے اس بارے میں بھی احتیاط چاہئے اس کو بھی حضور ﷺ نے عذاب قبر کا باعث بتایا ہے۔ اس روایت کے اندر دونوں کا ذکر صراحتہً آتا ہے باقی گناہ بھی عذاب کا باعث بنتے ہیں لیکن ان دو سے بچنا بہت ضروری ہے۔ (مسلم شریف ص ۲/۳۲۱ مجمع الزوائد ص ۸/۹۱)

عذاب قبر سے مستثنیٰ شخصیات

اور ایسے ہی اس عذاب قبر سے مستثنیٰ کون کون ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے معاف کن کن کو کیا ہوا ہے؟ اس کے بارے میں روایات کے اندر صحیح طور پر جو آتا ہے وہ **الم تنزیل السجدۃ** میں ہے جو سورۃ احزاب سے پہلے اور سورہ لقمان کے بعد ہے اور سورۃ تبارک الذی، ۲۹ پارہ کی پہلی سورت ان دونوں کے بارے میں آتا ہے کہ جو شخص عشاء کے بعد سونے سے پہلے ان کو پڑھے تو وہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے اور سرور کائنات ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ یہ دونوں سورتیں سونے سے پہلے بستر پر جانے کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ (ترمذی ص ۲/۱۱۷) یہ کوئی زیادہ مشکل نہیں دونوں کو ملاکر ساٹھ آیتیں بنتی ہیں ساٹھ آیتیں آپ لوگ دو چار منٹ میں پڑھ سکتے ہیں اگر ابھی سے عادت ڈال لیں گے تو یہ بہت اچھی بات ہے دو نہ پڑھی جاسکیں تو **سورۃ تبارک الذی** بڑی آسانی سے ۳۰ آیتیں اس کی ہیں تیس آیتیں الم تنزیل السجدۃ کی ہیں ان میں سے اگر ایک بھی آسانی کے ساتھ پڑھی جاسکے تو اس کی عادت ڈالئے۔ اس کو عذاب قبر سے محفوظ رہنے کا ذریعہ بتایا گیا بلکہ مشکوٰۃ شریف میں فضائل قرآن میں ایک

روایت ہے کہ ایک صحابی نے خیمہ لگایا غلطی کے ساتھ۔ پتہ نہیں تھا کہ نیچے قبر ہے اور نیچے قبر تھی اور اس کو قبر میں سے آواز آئی جیسے کوئی سورۃ تبارک الذی پڑھ رہا ہے' شروع کی اور آخر تک پڑھ لی اور اس نے سنی حضور ﷺ کے سامنے جا کے ذکر کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں یہ سورۃ منجیہ ہے یہ عذاب قبر سے نجات دلاتی ہے۔(دارمی رقم ۳۲۷۶) اس لئے یہ عادت ڈال لیجئے باقی یہ چیزیں جو ذکر کی گئی ہیں (۲) **شہید فی سبیل اللہ** مستثنیٰ ہے (۳) نبی مستثنیٰ ہے (۴) **مرابط فی سبیل اللہ** جو اللہ کے راستہ میں جہاد میں پہرے داری کرتا ہے پہرہ دیتا ہے سرحد کی حفاظت کے لئے پہرے داری جو کرتا ہے وہ مستثنیٰ ہے (۵) جمعرات کی رات کو اور جمعہ کے دن جو وفات پائے یہ اختیاری نہیں اللہ تعالیٰ جس کو یہ نعمت نصیب فرمادے جمعہ کے دن جمعہ کی رات کو تو اس کو بھی عذاب قبر سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے لیکن یہ خدا داد نعمت ہے یہ کسی کے بس کی بات نہیں۔ (۶) عورت وضع حمل کے اندر اگر مر جاتی ہے بچہ جنتے ہوئے تو اس کو بھی عذاب قبر سے مستثنیٰ قرار دیا گیا باقی چیزیں تو خیر اپنے اختیار میں نہیں لیکن یہ سورتیں پڑھنا اپنے اختیار میں ہے اس کو پڑھ لیا کیجئے تو اس کو اللہ تعالیٰ ذریعہ بنادے گا تو عذاب قبر سے انسان محفوظ ہو جائے گا۔ پچھلے بیان کا ہی حصہ تھا جو چھوٹ گیا تھا اس کو میں نے آج ذکر کر دیا۔

عالمی موت کا مطلب

اب آگے آ گئی بات عالمی موت کی۔ عالمی موت کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے عقیدے میں یہ بات ہے کہ جس طرح سے یہ جہان اللہ نے بنایا پہلے نہیں تھا تو اللہ نے بنایا اللہ کے بنانے سے موجود ہوا ایک وقت آئے گا اور یقیناً آئے گا جس کے آنے میں کوئی کسی قسم کا شک شبہ نہیں عقائد قطعیہ کے اندر یہ بات داخل ہے جس کا انکار کفر ہے اور اس میں شک اور تردد کرنا بھی کفر ہے ایک وقت آئے گا کہ یہ سارا نظام کائنات توڑ پھوڑ دیا جائے گا فنا کر دیا جائے گا اور پھر اللہ تعالیٰ اس کو اپنی حکمت کے تحت آباد

کرے گا اور آباد کرنے کے بعد اس گزری ہوئی زندگی میں جو انسانوں کے خصوصیت کے ساتھ اعمال ہوں گے ان کے جزا اور سزا کا سلسلہ شروع ہوگا جس کو ہم آخرت کہتے ہیں قیامت اور آخرت کا عقیدہ یہ بھی قطعی عقائد میں سے ہے توحید رسالت معاد یہ تین لفظ آیا کرتے ہیں بنیادی عقائد میں سے توحید رسالت کے تذکرے تو آپ کے سامنے آ گئے معاد کا مطلب ہے لوٹنا۔ کہ ایک دفعہ مریں گے مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کی طرف لوٹیں گے اور اس لوٹنے میں ہمارے اعمال کا محاسبہ ہوگا اور ہمیں نیکی پر جزا ملے گی اور برائی پر اگر اللہ نے معاف نہ کیا تو سزا ہوگی یہ عالم ایک دفعہ فنا ہوگا پھر اللہ تعالیٰ اس کو آباد کریں گے اس کو قیامت کہتے ہیں اور یوم آخرت کہتے ہیں یہ عقائد میں شامل ہے۔ باقی یہ واقعہ کب پیش آئے گا یہ قیامت کب ہوگی جس طرح سے شخصی موت کا کسی کو پتہ نہیں کہ آپ نے کب مرنا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو پردہ غیب میں رکھا ہے عالمی موت کو بھی اسی طرح اللہ نے پردہ غیب میں رکھا ہے اس کا علم اللہ نے کسی کو نہیں دیا صرف اللہ کے پاس ہے۔ وقت کی تعیین کہ قیامت کب آئے گی اللہ کے علاوہ اس کو کوئی نہیں جانتا۔ سرور کائنات ﷺ کی شخصیت وہ شخصیت ہے جن کو اولین و آخرین کا علم دیا گیا اور پوری کائنات میں سب سے زیادہ سرور کائنات ﷺ کو ہی دیا گیا۔ اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کے آخر کا واقعہ ہے حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے لیکن وہ ایسی شکل میں تھے کہ پہچانے نہیں گئے آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھ گئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے حضور ﷺ سے کچھ سوالات شروع کر دیئے۔ ان میں سے پہلا سوال تھا **اخبرنی عن الایمان**" دوسرا سوال "**اخبرنی عن الاسلام**" تیسرا سوال "**اخبرنی عن الاحسان**" چوتھا سوال "**اخبرنی عن الساعة**" اس چوتھے سوال میں جبرائیل نے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی تو آپ ﷺ نے فرمایا "**ماالمسئول عنہا باعلم من السائل**"۔ (بخاری ص ۱۲/۱ مسلم ص ۲۸!)

متفق علیہ روایت ہے بخاری میں، مسلم میں بلکہ صحاح ستہ میں موجود ہے، مشکوٰۃ

میں کتاب الایمان کی پہلی روایت جس کو حدیث جبرائیل کہتے ہیں۔ **ما المسئول عنہا، باعلم من السائل۔** جس سے پوچھا جارہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا جس کا ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ یوں کرتے ہیں یعنی ''من وتو برابریم درنادانستن ..'' یعنی سائل ومسئول دونوں ہی نا جاننے میں برابر ہیں جیسے تجھے پتہ نہیں کہ قیامت کب آئے گی مجھے بھی پتہ نہیں کہ قیامت کب آئے گی۔ اور یہ واقعہ حضور ﷺ کی زندگی کے آخر کا ہے جبرائیلؑ کے سوال کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہ تجھے پتہ ہے نہ مجھے پتہ ہے۔

حضور ﷺ کا ما المسئول عنہا کے ساتھ جواب دینے کی وجہ

آگے شارحین نے یہ بات کہی کہ حضور ﷺ یوں ہی کہہ دیتے کہ مجھے معلوم نہیں اتنا لمبا جواب جو دیا کہ **ما المسئول عنہا باعلم من السائل** اس کی کیا ضرورت تھی جب اس نے پوچھا تھا قیامت کب آئے گی آپ فرمادیتے مجھے نہیں معلوم۔ اس کی بجائے یہ عنوان اختیار کیا گیا۔ **ما المسئول عنہا باعلم من السائل۔** اس میں نقطہ یہ لکھتے ہیں شارحین کہ حضور ﷺ نے جواب میں یہ تاثر دیا ہے کہ میری تیری بات نہیں جو شخص بھی قیامت کے متعلق پوچھے جس سے بھی پوچھے جواب متعین ہے کہ کچھ پتہ نہیں جو کوئی پوچھے جس سے بھی پوچھے جس سے بھی قیامت کے متعلق سوال کیا جائے اور جو کوئی بھی پوچھنے والا ہو جواب یہی ہوگا کہ کچھ پتا نہیں اس لئے اس کو اتنا عام کرکے ذکر کردیا۔ نہ کسی فرشتہ کو علم ہے اس بات کا اور نہ کسی رسول کو، پیغمبر کو نہ ہوگا اس کا علم اللہ نے اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے کب واقع ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے حضور ﷺ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ کوئی ہو پوچھنے والا کوئی ہو جس سے پوچھا جارہا ہو کوئی نہیں جانتا نہ سائل جانتا ہے نہ مسئول جانتا ہے نادانستن میں سب برابر ہیں اس لئے وقت اس کا کوئی متعین نہیں عقیدے میں بات یہ ہے کہ قیامت ضرور آئے گی کب آئے گی کچھ پتہ نہیں یہ اللہ کے علم میں ہے جس طرح سے شخصی موت کے متعلق اللہ نے اخفاء

کیا ہے اس طرح عالمی موت کے متعلق بھی اللہ نے اخفاء کیا ہے البتہ علامات بتادیں جس طرح شخصی موت میں بھی علامات دیکھ کر اطباء معلوم کر لیتے ہیں کہ یہ مریض بچ نہیں سکتا تو جیسے یہ کہہ دیتے ہیں اب چند گھنٹے اس کی زندگی ہے علامات دیکھ کے اندازہ لگایا جاتا ہے کبھی صحیح نکلتا ہے کبھی غلط نکلتا ہے کبھی ڈاکٹر جواب دے دیتے ہیں مریض تندرست ہو کر کئی سال تک زندہ رہ جاتے ہیں کبھی ڈاکٹر کہتے ہیں بالکل ٹھیک ہے مریض چند گھنٹوں کے بعد مر جاتا ہے یہ تو ایک ظنی سی چیز ہے جو علامات سے پہچانی جاتی ہے بہرحال شخصی موت کے لئے بھی کچھ علامات ہیں جاننے والے جان لیتے ہیں کہ اس کے بعد موت آنے والی ہے اسی طرح عالمی موت کے متعلق بھی اللہ نے کچھ علامات تو بتائی ہیں اور وقت کی تعیین نہیں کی... کہ یہ کب ہوگی ان نشانیوں میں بڑی نشانیاں جن کے متعلق کچھ وضاحت کرنے کا ارادہ ہے وہ ہیں نزول عیسی علیہ السلام' ظہور مہدی' دجال' **طلوع الشمس من المغرب**'' خروج دابۃ' یہ ہیں موٹی موٹی علامتیں جو بالکل قیامت کے قریب جاکے پیش آئیں گی ان کی وضاحت انشاء اللہ العزیز اگلے بیان میں ہوگی۔

علامات قیامت

اور باقی عام علامات جن کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں تیزی سے پوری ہو رہی ہیں بہت ساری ہو گئیں اور بہت ساری ہو رہی ہیں وہ موٹی موٹی باتیں دو چار یہ ہیں کہ جب جبرائیلؑ نے سوال کیا تھا تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں تو جبرائیلؑ نے پانچواں سوال یہی کیا کہ مجھے اس کی کچھ نشانیاں ہی بتادو ''**اخبرنی عن امارتھا** مجھے اس کی کچھ نشانیاں ہی بتادو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں دو نشانیاں بتائیں (۱) **ان تلد الامۃ ربتھا** باندی اپنا مالک جننے لگ جائے **وان تری الحفاۃ العراۃ العالۃ رعاء الشاء یتطاولون فی البنیان**۔ پہلے جملے کا مطلب یہ ہے کہ عام طور پر اولاد والدین کی نافرمان ہو جائے گی۔ والدہ اولاد جو جنے گی یوں سمجھے گویا وہ اپنا آقا جن رہی ہے۔ اولاد والدین کے

اوپر اس طرح سے حکومت کرے گی جیسے آقا غلام پر حکومت کرتا ہے والدین کے حقوق کی طرف اشارہ ہے اولاد والدین کیلئے ایسی ہوگی جیسے والدین کے لئے آقا ہے یعنی عام طور پر اولاد والدین کی نافرمان ہوجائے گی والدین کی نافرمانی عام ہوجائے گی پہلے جملے کا یہ مطلب ہے دوسری علامت بیان فرمائی ”**ان تری الحفاۃ العراۃ** تو دیکھے ایسے لوگوں کو جن کے پاؤں میں جوتی نہیں جن کے بدن پر کپڑا نہیں جن کی اپنی ضروریات پوری نہیں **العالۃ العراۃ** جن کو پہننے کے لئے جوتی میسر نہیں جن کو پہننے کے لئے کپڑا میسر نہیں اور جو اپنی ضروریات میں محتاج ہیں **رعاء الشاء** بکریوں کے چرواہے بکریاں چرا چرا کر گزارا کرتے ہیں یا ایک روایت میں آتا ہے کہ کالے اونٹوں کے چرواہے یا اونٹوں کے کالے چرواہے یعنی دھوپ میں اونٹ چراتے چراتے جن کے رنگ سیاہ ہوگئے یہ لوگ جس وقت آپ دیکھیں کہ اونچی اونچی عمارتیں بنانے لگ گئے تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب آ گئی۔

علامات قیامت کا ظہور

اب پہلی علامت تو آپ بھی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اردگرد اپنے گھروں میں دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اولاد کس طرح سے والدین کے مقابلے میں سرکش ہے اور والدین کو کس طرح سے پریشان کرتی ہے اور کیسے اپنے مطالبے منواتی ہے والدین کا حکم ماننے کی بجائے اپنے مطالبے والدین سے کیسے منواتی ہے تو مطالبہ جو اپنا منواتا ہے وہ آقا ہوتا ہے جو مطالبات مانتا ہے وہ تابع ہوجاتا ہے والدین کا حکم ماننے کی بجائے اولاد کس طرح اپنے والدین سے اپنے مطالبے منواتی ہے اور والدین کو عاجز کردیتی ہے ایسے واقعات تو آپ کے سامنے بہت سے ہیں اور یہ جو اگلی پیش گوئی ہے اس کا مطلب ہے مشرق وسطیٰ کے اندر معاشی انقلاب ہے واقعہ آپ یوں سمجھیں کہ کوئی تیس پینتیس سال اس علامت کا ظہور شروع ہوا ہے جب یہ پٹرول دریافت ہوا عرب ممالک میں اس وقت سے پہلے عرب کے باشندوں کی عمومی کیفیت یہ تھی کہ نہ ضرورت

کے مطابق کپڑا میسر تھا نہ پہننے کے لئے جوتی میسر تھی اور نہ باقی ضرورتیں پوری تھیں پانی کو ترستے تھے بکریاں چرا کے گزارا کرتے تھے اونٹ چراتے چراتے بدن سیاہ ہو گئے تھے یہ بدو قسم کے لوگ جو جنگلوں میں رہتے تھے آج جا کے دیکھو وہاں اس طرح سے پورے عرب کے اندر انقلاب آ گیا ہے کہ یہی بدو یہی چرواہے اور یہی اونٹوں کے کالے چرواہے کالے اونٹوں کے چرواہے کس طرح سے اونچی اونچی عمارتیں بنائے بیٹھے ہیں کہ انسان اوپر دیکھتا ہے تو ٹوپی گرتی ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ یہ انقلاب تیس چالیس سال کے اندر اندر آیا ہے اس سے پہلے نہیں بلکہ اب جو عروج ہے اس بات کو یہ پندرہ بیس سال ہوئے ہیں جب سے یہ تیل کی کمپنیاں شاہ فیصل کے زمانہ میں قومی ملکیت قرار دی گئیں اس وقت سے پھر عام عرب کے اندر یہ وسعت آئی ہے کہ آج اتنی اونچی اونچی عمارتیں ہیں کہ عرب کے یہ شہر یورپ کو مات کرتے ہیں یہ علامات اس طرح سے پوری ہو گئیں اور اس سے مشرق وسطیٰ کے معاشی انقلاب کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کا ایک ایک نقطہ پورا ہو گیا ایک دوسرے کے مقابلے میں اونچی اونچی عمارتیں بنا رہے ہیں وہ لوگ جو پہلے بکریاں چرا کے گزارا کرتے تھے یہ علامت جہاں ...... آ گئی اور ایسے ہیں بہت واضح واضح علامتیں مثلاً حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے قریب جا کے **تعود ارض العرب مرو ...... انھارا**' عرب کی زمین جو خشک دھرتی تھی جہاں سبزہ بہت کم تھا پانی نہ ہونے کی وجہ سے سبزہ بہت کم تھا یہ سب باغ و بہار ہو جائے گی اور اس میں پانی کی نہریں بہنے لگ جائیں گی۔ یہ انقلاب جو ہے بڑی تیزی کے ساتھ آ رہا ہے شہروں کے اندر باغیچے شہروں کے اندر سبزہ اور پانی لالا کے سمندر سے اس طرح سے بہا دیا گیا گویا کہ پانی کی نہریں بہہ رہی ہیں یہ نقشے پوری طرح سے نظر آتے ہیں زمین کے اوپر پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور ایک روایت ہے حضور ﷺ نے چند ایک نشانیاں قیامت کی اس روایت کے اندر بیان فرمائیں اس کو ذکر کر کے ختم کرتا ہوں

کیونکہ اوپر امتحانات کے دن بھی ہیں زیادہ لمبا وقت نہیں لیتا آپ نے فرمایا کہ **اذا تخذ الغنیمۃ دولا** پہلا جملہ تو یہ ہے' مال غنیمت کو ہاتھوں میں لینے دینے والی چیز سمجھ لیا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قومی خزانہ بیت المال میں جمع جو مال ہے صاحب اقتدار طبقہ اس کو اس طرح سے ہاتھوں ہاتھ لے گا جس طرح سے اس کی ذاتی ملکیت ہوتی ہے پہلی نشانی آپ نے یہ ذکر فرمائی ان میں مال غنیمت وہ مال ہوتا ہے جو کہ عوام الناس کے لئے جمع ہوا ہے خزانہ میں عوام الناس کے مفاد کے لئے جمع ہوا ہے جو با اقتدار طبقہ ہے وہ اس کو اس طرح سے استعمال کرنا شروع کر دے جس طرح سے ہاتھوں میں لینے دینے کی چیز ہوا کرتی ہے یہ علامات قیامت میں سے حضور ﷺ نے ایک علامت قرار دیا اور آج اسی کا نقشہ آپ کو جتنا واضح طور پر نظر آ رہا ہے شاید اس سے پہلے یہ علامت اتنی واضح نہ ہو قومی خزانہ قومی خزانے کا مال عوام کے مفاد کے لئے اور عوام کی ضروریات کے لئے ہوا کرتا ہے۔ صاحب اقتدار طبقہ اس کو کس طرح سے ہاتھوں ہاتھ لے رہا ہے اور دوسرے نمبر پر فرمایا **و الامانۃ مغنما** امانت کو مال غنیمت سمجھ لیا جائے گا کہ اگر کسی کے پاس کوئی امانت رکھ دی جائے تو دینے کا نام نہیں لے گا وہ یوں استعمال کرے گا جیسے مال غنیمت ہاتھ آ گیا اس طرح سے لوگ دوسروں کے حقوق سلب کر لیں گے دوسروں کے حق مار لیں گے کہ دوسروں کا حق ادا کرنے کی بجائے یا کسی کی امانت' ادھار ادا کرنے کی بجائے وہ یوں سمجھیں گے جیسے مال غنیمت ہاتھ آ گیا اس طرح بے باکی کے ساتھ اس کو استعمال کریں گے اور تیسرے نمبر پر فرمایا کہ **و الزکوٰۃ مغرما** اور زکوٰۃ کو یوں سمجھنے لگ جائیں گے۔ کہ یہ حکومت کی طرف سے کوئی ٹیکس لگا ہوا ہے جس طرح سے ٹیکس کی چوری کرتے ہیں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں شوق سے ادا نہیں کرتے زکوٰۃ کے بارے میں بھی جذبات ایسے ہو جائیں گے کہ لوگوں کو ادا کرنے کا شوق نہیں رہے گا اور اس کو یوں بوجھ سمجھنے لگ جائیں گے کہ

جس طرح ٹیکس کو سمجھا جاتا ہے عبادت سمجھ کر ادا نہیں کریں گے بلکہ سمجھیں گے کہ یہ بھی ایک ٹیکس ہے زکوٰۃ کے بارے میں جذبات ایسے ہو جائیں گے اور آگے فرمایا **تعلیم لغیر الدین** اس کو ذرا سمجھ لیجئے۔ غیر دین کے لئے عام طور پر شارحین اس کا معنی یہ کرتے ہیں کہ علم دین حاصل کریں گے لیکن دین مقصود نہیں ہوگا بلکہ اس علم دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنائیں گے مطلب یہ ہوا کہ علماء جو ہوں گے علم حاصل کرنے والے وہ بھی دنیا دار ہو جائیں گے اور اپنے اس علم کی وجہ سے دنیا کمائیں گے دنیا کھائیں گے اللہ کی رضا مقصود نہیں ہوگی اور دین مقصود نہیں ہوگا عام طور پر اس جملہ کا یہی معنی ادا کیا جاتا ہے اور یہ بھی آج بہت کثرت کے ساتھ چیز دیکھنے میں آتی ہے کہ اس علم کو اللہ سے خوف وخشیۃ کا ذریعہ بنانے کی بجائے لوگوں نے چاہے تقریر کے انداز میں چاہے، تحریر کے انداز میں، چاہے فتوے بازی کے انداز میں، چاہے کسی انداز سے صحیح علم کا مقصود جو تھا وہ بھی دنیاداری بنالیا اسی کو اپنی جاہ کے حاصل کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں اسی کو اپنے مال کے حاصل کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں یہ بات بھی مخفی نہیں یہ علامت بھی آج صادق آتی ہے۔ کیونکہ اہل علم کے بگڑنے کے ساتھ ہی عالم کے اندر بگاڑ آیا کرتا ہے جب سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں آخر وقت آجائے گا دین کا نام ہی باقی رہ جائے گا حقیقت ختم ہو جائے گی اس وقت جو علماء ہوں گے وہ ان میں سے بدتر ہوں گے بے دینی انہی کے ہاتھوں سے پھیلے گی۔ اس لئے اس وقت کے علماء **وکو شر من ادیم اسماء** قرار دیا ہے آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سب سے بدتر اس وقت کے علماء ہوں گے جو بے دینی کا باعث بنیں گے اور فساد جو ہے وہ انہیں کی طرف سے اٹھے گا یہی ہوں گے لوگوں کو غلط عقیدے بتانے والے یہی ہوں گے لوگوں کو غلط طرز عمل بتانے والے رسوم اور بدعات کے اندر مبتلا کر کے اپنا پیٹ بھرنے والے اور ناحق طریقے سے لوگوں کا مال کھانے والے جیسے یہود نصاریٰ کے لوگ تھے۔ **ان کثیر امن الاحبار**

والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل۔ یہی کیفیت ہو جائے گی بلکہ ہوگئی ہے کہ علماء کرام زیادہ تر اپنے مفاد کو پیش نظر رکھنے لگ گئے دین مقصود کم ہے تعلیم لغیر الدین کا مطلب عام طور پر شارحین یہ کرتے ہیں۔

دوسرا مطلب

اس کا یہ مطلب بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ علم تو حاصل کیا جائے گا لیکن وہ علم دین کا نہیں غیر دین کا ہوگا آج جگہ جگہ۔

سکول بن گئے ہیں......

کالج بن گئے ہیں......

یونیورسٹیاں ہیں......

اور بہت سارے علم کے مراکز بن گئے آج کل جو کہا جاتا ہے کہ یہ انسان پڑھا لکھا ہے اس سے مراد علم غیر دین ہوتا ہے اس لئے اب۔

سائنس میں ترقی......

طب میں ترقی......

ڈاکٹری میں ترقی......

اور اس کے علاوہ بہت سے دوسرے فنون میں جن کے سیکھنے والوں کو عالم سمجھا جاتا ہے اور لوگ بھی اس کو علم سمجھ کر سیکھتے ہیں حالانکہ یہ دینی علم نہیں۔ غیر دین کے لئے علم حاصل کیا جارہا ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ غیر دینی علوم کا چرچا ہوجائے گا اور علم دین مغلوب ہوجائے گا اور یہ بات آج آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے کہ چھوٹے قصبوں سے لے کر بڑے شہروں تک سکول کالج سب آپ کو نظر آئیں گے لیکن جو کچھ ان میں پڑھایا جارہا ہے وہ دین نہیں غیر دین ہے آپ کو دنیا کا ہر فن پڑھائیں گے اگر نہیں ہے تو اس میں دین کی بات نہیں ہے تو خلاصہ یہ ہے کہ علم تو عام ہوگا لیکن دین کا نہیں غیر دین

کا۔اوراس حدیث کا یہ مطلب اپنی جگہ حالات کی مناسبت سے بالکل درست ہے۔

ماں کی نافرمانی بیوی کی اطاعت

حضور ﷺ نے فرمایا کہ انسان "**اطاع امرء تہ وعق امہ**" اپنی ماں کی نافرمانی کرے گا بیوی کے تابع ہوکر رہے گا بیوی کی مانے گا ماں کی نہیں مانے گا' دوست کوقریب کرے گا اور باپ کو دور ہٹائے گا۔ایک طرف باپ کا مطالبہ ہے کہ یہ کام کرو اور ایک طرف دوست کا تقاضا ہے کہ یہ کام نہیں کرنا تو ایسے وقت میں دوست کی بات مانے گا باپ کی پرواہ نہیں کرے گا۔

آپ کے ماحول کے مطابق ایک بات کہہ دوں' استاد جو ہوتا ہے یہ بھی باپ کے قائم مقام ہوتا ہے آپ بھی دیکھ لیں ایک طرف استاد ایک ہدایت کرے دوسری طرف دوستوں کے تقاضے ہوں تو ہمارے سامنے باتیں آتی رہتی ہیں کہ استاد اگر مجبور کرے کہ فلاں جگہ جانا ہے یا فلاں جگہ نہیں جانا ہے لیکن دوستوں کا تقاضا اس کے خلاف ہو تو دوستوں کو لوگ ترجیح دیتے ہیں استاد کی بات نہیں مانتے حتیٰ کہ ایسا تو ہوگا کہ استاد کو چھوڑ دیں گے لیکن دوست کے ساتھ دوستی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے مدرسہ بدل لیں گے استاد چھوڑ دیں گے لیکن دوست کی دوستی کو توڑنے کے لئے تیار نہیں یہ واقعات تو آپ کے سامنے آتے رہتے ہیں کہ دوستوں کی رعایت ہے استاد کی شیخ کی' باپ کی رعایت نہیں ہے استاد اور شیخ جو ہوا کرتا ہے وہ بھی باپ کے حکم میں ہوتا ہے یہ چیز بھی عام ہوجائے گی۔ بیوی کی اطاعت' ماں کی نافرمانی دوستوں کی رعایت اور دوستوں سے وفا کرے گا باپ پر جفا کرے گا دوستوں کو قریب کرے گا' باپ کی مخالفت کرے گا یہ بھی علامت ذکر فرمائی اور **اکرم الرجل مخافۃ شرہ** عام حالات یہ ہوجائیں گے کہ لوگ اس سے ڈر کر اس کی عزت کریں گے دل میں کوئی عزت نہیں ہوگی آنے پر کھڑے ہوجائیں گے سلام کریں گے لیکن دل میں نفرت ہوگی دل میں

عداوت ہوگی سلام اس لئے کر رہے ہیں کھڑے ہوکے تعظیم اس لئے بجا لا رہے ہیں اگر ہم ان کی عزت نہیں کریں گے تو کل کو یہ ہمیں نقصان پہنچائیں گے۔ لوگوں سے ڈر کر ان کی عزت کریں گے دل میں احترام کوئی نہیں ہوگا **اکرم الرجل مخافۃ شرہ۔** انسان کے شر سے ڈرتے ہوئے اس کی عزت کی جائے گی' دل سے کوئی ایک دوسرے کا اکرام احترام نہیں کرے گا سارے ایک دوسرے سے ڈر کر ایک دوسرے کا اکرام کریں گے یہ علامت بھی ذکر فرمائی **اکرم الرجل مخافۃ شرہ** اور ساتھ یہ بھی ذکر فرمایا **ظہرت الاصوات فی المساجد** مسجدوں میں شور بر پا ہو جائے گا کہاں تو لوگ مسجدوں میں اللہ سے ڈرتے ہوئے جایا کرتے تھے جا کے آہستہ آہستہ تسبیحات پڑھتے تھے تلاوت کرتے تھے اور کہاں دیکھو مسجدوں میں شور ہی شور ہے آپ نماز پڑھنا چاہیں نماز نہیں پڑھ سکتے تلاوت کرنا چاہیں تو تلاوت نہیں کر سکتے اس قدر شور بر پا ہو گیا مسجدوں میں مسجدوں کے اندر تو کیا مسجدوں کے پڑوس والے لوگ بھی تنگ آ گئے یعنی پہلے یہ ہوتا تھا کہ مسجد کے پڑوس کے مکان کو لوگ پسند کرتے تھے کہ مسجد قریب ہے اب سمجھتے ہیں کہ مسجد کے قریب مکان تو عذاب الٰہی ہے نہ رات کو چین نہ دن کو چین اتنا شور بر پا ہوتا ہے کہ کوئی مریض ہو تو آرام نہیں کر سکتا کوئی سونا چاہے تو سو نہیں سکتا قریب بیٹھ کے کوئی بات کرنا چاہے تو بات نہیں کر سکتا باہر یہ حال ہے تو مسجدوں کے اندر نہ کوئی تلاوت کا ماحول ہے نہ کوئی ذکر واذکار کا ماحول ہے۔ دیکھو ایک شور مچا ہوا ہے اس کی وجہ سے مسجدیں ویران ہو گئیں اللہ کے ذکر سے **ظہرت الاصوات فی المساجد** یہ بھی آپ کے سامنے بالکل ظاہر ہے مسجدوں میں شور بر پا ہو جائے گا آوازیں نمایاں ہو جائیں گی اللہ سے ڈر کر تواضع کے ساتھ انکساری کے ساتھ بیٹھ کے تسبیحات پڑھنا تلاوت کرنا یہ ختم ہو جائے گا جس کو دیکھو چیخ چلا رہا ہے **ظہرت الاصوات فی المساجد** اور اسی طرح سے فرمایا کہ گانے والی عورتیں عام ہو جائیں گی گانے والی

عورتیں بہت عام ہوجائیں گی گانے بجانے کے آلات بہت عام ہوجائیں گے اوراس کو بھی آپ دیکھتے ہیں کہ کتنی کثرت کے ساتھ یہ چیز ہورہی ہے اور آخری آخری جو بات اس روایت میں نقل کی گئی ہے وہ ہے **لعن آخر ھذہ الامۃ اولھا**۔ اس امت کے پچھلے لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کرنے لگ جائیں گے برا بھلا کہنے لگ جائیں گے پچھلے لوگ پہلے لوگوں کو برا بھلا کہیں گے۔(ترمذی ص ۲/۴۵)

پہلے لوگوں کو برا بھلا کہنے والا طبقہ

اب یہ پچھلے لوگ پہلے لوگوں کو برا بھلا کہتے ہیں اس میں ایک طبقہ تو وہ نمایاں ہے جو پہلی صدی سے ہی چلا آرہا ہے۔ جن کا مذہبی شیوہ ہے سب وشتم کرنا' برا بھلا کہنا' یہ تو پہلی صدی سے شروع ہوئے ہوئے ہیں اس لئے ان کو علامات قیامت میں شمار کرنا مشکل ہے کیونکہ یہ پرانا فرقہ ہے اور بہت طویل زمانہ سے صدیوں سے چلا آرہا ہے تقریباً پہلی صدی میں ہی اس نے جنم لے لیا۔ اب ایک نیا فرقہ جو پیدا ہورہا ہے جس کا کام ہے فقہاء پر زبان درازی کرنا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر ان کے رفقاء پر زبان درازی کرنا فقہاء کو برا بھلا کہنا۔ یہ نیا فرقہ اتنی شدت کے ساتھ آرہا ہے اسلاف کے اوپر زبان درازی کرنے والا میں کہا کرتا ہوں اصل علامات قیامت میں سے یہ فرقہ ہے کیونکہ یہ ناپید ہے پہلے لوگ اس طرح سے زبان درازی نہیں کرتے تھے فقہ کا اختلاف تو اس وقت سے چلا آرہا ہے جب سے اسلام چلا آرہا ہے۔ صحابہ کرام بھی سارے ایک مسلک کے پابند نہیں تھے ان میں بھی آپس میں فقہ کا اختلاف تھا لیکن زبان درازی کوئی نہیں کیا کرتا تھا زبان درازی چند سالوں سے شروع ہوئی ہے اس فقہی اختلاف کی بنا پر ایک دوسرے کے خلاف زبان درازی یہ ابھی شروع ہوئی ہے قریب زمانہ سے۔ اس کو علامات قیامت میں شمار کیا جائے تو اس فرقہ کو شمار کیا جائے اسلاف کے متعلق زبان درازی یہ ایک انتہائی بری چیز ہے جس میں خطرہ ہوتا ہے کہ خیر تو سلب ہو ہی جاتی ہے

ایمان کے سلب ہونے تک کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے یہ علامت بھی بہت بڑی علامت ہے کہ اسلاف کے اوپر انسان زبان درازی شروع کردے۔

امام اعظمؒ پر بدزبانی کرنے والا ایمان سے محروم ہوگیا

حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزارویؒ انہوں نے ترجمان اسلام میں ایک واقعہ لکھا تھا اور وہ نقل کیا تھا حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جو جامعہ اشرفیہ کے بانی ہیں مفتی محمد حسن صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ بیٹھا تھا مولانا عبدالجبار غزنوی کے پاس جن کا مسلک ہے اہلحدیث یہ داؤد غزنوی کے والد تھے یہ اہلحدیث مسلک کے لوگ تھے لیکن بہت مؤدب قسم کے بہت شریف گھرانہ تھا اور ہمارے اکابر کے ساتھ مل کر یہ تحریکات میں سیاسیات میں کام کرتے تھے داؤد غزنوی آخر وقت تک جمعیت علماء کے ساتھ رہے ہیں اور اکابر کے ساتھ مل کر کام کرتے تھے انتہائی دھیمے شائستہ قسم کے لوگ تھے یہ بھی ایک مسلک ہے جس طرح اہل ظاہر کا مسلک ہے یہ پہلے سے چلا آرہا ہے اور وہ بھی اس مسلک کے پابند تھے لیکن ان کے ہاں یہ بدتمیزیاں نہیں تھیں فرماتے ہیں میں ان کے پاس بیٹھا تھا مفتی محمد حسن صاحب کہتے ہیں ایک نوجوان آیا اور آکے اس نے مولانا عبدالجبار کے سامنے حضرت ابوحنیفہؒ کے بارے میں زبان درازی شروع کردی۔ جس طرح سے عام طور پر یہ لوگ ابوحنیفہ اور ان کے رفقاء کونشانہ بناتے ہیں۔ جب اس نے زبان درازی کی تو مولانا عبدالجبار صاحب نے کہا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ مجھے تجھ سے بے ایمانی کی بو آتی ہے یہ کہہ کر اس نوجوان کو مجلس سے نکال دیا تو مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تھوڑے دنوں کے بعد وہ نوجوان مرزائی ہوگیا تو مولانا عبدالجبار صاحب سے پوچھا گیا کہ آپ نے جو کہا تھا تجھ سے بے ایمانی کی بو آرہی ہے وہ بات تو ٹھیک نکلی وہ تو بے ایمان ہوگیا قادیانی ہوگیا۔ آپ نے یہ بات کیسے سمجھ لی تو فرمانے لگے کہ میں ابوحنیفہ کا مقلد تو نہیں ہوں لیکن میں ابوحنیفہ کو کامل درجہ کا اللہ کا

ولی سمجھتا ہوں۔ اور جب اس شخص نے آ کے زبان درازی شروع کی تھی تو فوراً میرے دل میں یہ حدیث آئی جو حضور ﷺ نے فرمایا کہ **من عادٰی لی ولیا فقد اذنتہ با الحرب** جو میرے ولی کے ساتھ عداوت رکھے میری طرف سے اس کو اعلان جنگ ہے۔ (بخاری ص۹۶۲/۲) تو جب اس نے ایسی بات کی تو میرے دل میں آیا کہ ایک ولی کے بارے میں زبان درازی کر رہا ہے اللہ کو جنگ کی دعوت دے رہا ہے اور جس وقت کوئی کسی کے خلاف اعلان جنگ کیا کرتا ہے تو اس کی قیمتی سے قیمتی چیز کو نقصان پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان سے انسان کی زیادہ قیمتی کوئی چیز نہیں انسان کے پاس سب سے زیادہ قیمتی چیز ایمان ہے تو سب باتیں میرے ذہن میں آئیں کہ اس شخص کا ایمان محفوظ نہیں رہے گا جو اللہ کے کسی مقبول بندے کے خلاف اس طرح زبان درازی کرتا ہے اس لئے یہ بات بھی خاص طور پر ذہن میں رکھنی چاہئے اسلاف کا جب نام لو عزت سے لو صحابی کا نام لو رضی اللہ عنہ کہو بزرگ کا نام لو رحمتہ اللہ علیہ کہو پھر خاص طور پر فقہاء، محدثین، معروف قسم کے اولیاء اللہ ان کے متعلق تنقید یا زبان درازی یہ ایمان کو نقصان پہنچانے والی بات ہے اس لئے وہ لوگ خصوصیت کے ساتھ جو لوگ فقہاء کے خلاف زبان کھولتے ہیں یوں سمجھو کہ یہ علامات قیامت میں داخل ہیں دوسرا طبقہ جن کا کام سب وشتم ہے وہ تو چودہ سو سال سے چلا آ رہا ہے اس لئے تازی تازی علامات قیامت میں انہیں کو شمار کیا جا سکتا ہے کہ جو پہلے نہیں تھی اور اب ہو گئی ہے اس لئے اس میں بھی بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے یہ ایک ہی روایت میں نبی پاک ﷺ نے پندرہ نشانیاں بیان فرمائیں اور یہ کہا کہ جب یہ واقعات ہوں گے تو پھر یہ آفات آئیں گی آندھیاں آئیں گی طوفان آئیں گے انسانی زندگی کا نظام درہم برہم ہو جائے گا یہ علامت ہو گی اس بات کی کہ عالمی سطح پر اب توڑ پھوڑ ہونے والی ہے تو یہ علامات جو حضور ﷺ نے ذکر فرمائیں یہ عام ہیں اور پوری ہو چکی ہیں اور بڑی علامات

جن کا اب انتظار ہے جاری ہوجائیں گی ان میں یہی خروج دجال، ظہور مہدی، مہدی کے بارے میں اہلسنت والجماعت کیا عقیدہ رکھتے ہیں نزول عیسیٰ ہے طلوع شمس من المغرب اور دخان مبین ہے خروج دابہ...... جو بالکل قیامت کے قریب جاکے پیش آئیں گی ان کی وضاحت انشاء اللہ اگلے بیان میں کریں گے آج بس اتنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

سلسلہ علامات قیامت

دُخانِ مبین

بموقع: ہفتہ وار اصلاحی بیان

بمقام: جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا ضلع لودھراں

تاریخ: یکم اکتوبر ۱۹۹۶ء

وقت: بعد نماز عشاء

خطبہ

الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ ونشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ونشہد ان سیدنا و مولانا محمداً عبدہ ورسولہ صل اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشٰی الناس ھذا عذاب الیم

صدق اللہ العلی العظیم ونحن علٰی ذلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین۔

اللھم صلی وسلم وبارک علٰی سید نا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔

تمہید

حضور ﷺ کی پیش گوئی

ایک دفعہ سرور کائنات ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت میں تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک وقت تم لوگوں پر ایسا آئے گا (تم لوگوں سے مراد اپنی امت یعنی میری امت) کہ دنیا کی مختلف جماعتیں ایک دوسرے کو تمہارے خلاف بلائیں گی تاکہ ہر جماعت تم سے ایک حصہ لے لے جس طرح سے کھانے والے ایک پیالے میں کھانا رکھے ہوئے ہوں۔تو ہر آنے والے کو دعوت دیتے ہیں کہ آؤ آپ بھی کھالیں، آؤ آپ بھی کھالیں، اس طرح سے لوگ تمہارے اردگرد ایک دوسرے کو دعوت دیں گے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجئے کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا تمہاری حیثیت ایسے ہوجائے گی کہ جیسے ایک تر نوالہ دسترخوان پر رکھا ہوتا ہے اور ہر آدمی اس کو شوق سے کھانے کے لئے آگے بڑھتا ہے بلکہ اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی بتاتا ہے کہ آؤ تم بھی کھالو۔تمہاری حیثیت تر نوالے جیسی ہوجائے گی۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یارسول اللہ کیا ان دنوں ہماری تعداد کم ہوجائے گی اور دوسری امتیں کافرلوگ بہت زیادہ ہوں گے۔ اس لئے وہ ہمیں کھا جائیں گے یا کھانے کے لئے ایک دوسرے کو بلائیں گے۔آپ ﷺ نے فرمایانہیں! بلکہ اس وقت تمہاری تعداد بہت زیادہ ہوگی لیکن تمہاری حیثیت ایسی ہوجائے گی کہ جیسے تنکے' کوڑا کرکٹ پڑا ہوتا ہے اور پانی کا سیلاب ان کو بہا کر لے جاتا ہے۔تمہاری حیثیت بھی اس کوڑے کرکٹ کی طرح ہوگی جو سیلاب کے سامنے ٹھہر نہیں سکے گا۔**انتم غثاء کغثاء السیل**

وھن کی تعریف

اور فرمایا کہ تمہیں ان دنوں ''وھن'' لگ جائے گا۔(**وھن** یہ **وھن یھن** سے ہے اور اس کا معنی ہے کمزور ہونا) یعنی تم میں کمزوری آجائے گی قرآن کریم میں بھی

"**لاتھنوا**" کا لفظ آیا ہوا ہے۔ وھن کی حیثیت یوں سمجھئے کہ جیسے کسی لکڑی کو گھن لگ جائے تو بظاہر دیکھنے میں لکڑی بہت موٹی معلوم ہوا کرتی ہے۔ لیکن جس وقت اس کو گھن لگ جاتا ہے تو اس کے اندر کی قوت ختم ہو جاتی ہے اور ذرا سی ٹھوکر کے ساتھ ٹوٹ جاتی ہے۔ جس طرح لکڑی کو گھن لگتا ہے تمہیں بھی اس طرح گھن لگ جائے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وھن کیا چیز ہے جو ہم میں آ جائے گا۔ جو ہمیں اندر سے اتنا کھوکھلا اور اتنا کمزور کر دے گا کہ ہماری حیثیت لوگوں کے سامنے تنکے کے برابر ہو جائے گی۔ اور جس طرح سیلاب تنکوں کو بہا کر لے جاتا ہے ہمیں اسی طرح سے کافر قومیں بہا کر لے جائیں گی۔ آخر یہ وھن ایسی کیا چیز ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **حب الدنیا و کراهیة الموت**۔

دنیا کی محبت اور موت سے نفرت یعنی موت سے ڈرو گے اور دنیا سے محبت کرو گے جس وقت تمہارے اندر یہ بات آ جائے گی اس وقت تمہاری حیثیت کوڑا کرکٹ جیسی ہو جائے گی جس کو سیلاب بہا کر لے جاتا ہے۔ یہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت کے بارے میں آنے والے خطرات کی نشاندہی تھی۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیماری کی نشاندہی کی ہے کہ جس وقت تمہارے اندر یہ بیماری آ جائے گی تو تمہاری حیثیت ختم ہو جائے گی اور نشاندہی کرنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ بیماری اپنے اندر نہ آنے دینا۔ ورنہ تم کوڑا کرکٹ جیسی حیثیت اختیار کر جاؤ گے۔ اور وہ بیماری دنیا کی محبت اور موت سے نفرت ہے۔ (ابوداؤد ص ۲/۲۳۴)

امت مسلمہ کی اجتماعی حالت

اس روایت کی روشنی میں جس وقت ہم امت مسلمہ کے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام کا ایک ایک لفظ بلکہ ایک ایک حرکت اور ایک ایک نقطہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور یہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے کہ جو لفظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلے اس کی عملی تصویر اپنے وقت پر دنیا نے ضرور دیکھی۔ ابھی جو پچھلا دور

ہم پر گزرا ہے اس میں ہماری حیثیت یہی ہوگئی تھی کہ سیلاب کی طرح ہم بہتے جارہے تھے۔ اور چاروں طرف سے ہمارے اوپر کفر کی یلغار تھی۔ اور روئے زمین پر کوئی ایسی اسلامی حکومت نہیں تھی کہ جس کو ہم سمجھیں کہ یہ کافروں کے زیر سایہ نہیں ہے۔ جنگ عظیم نے دنیا کو یہ نقشہ دکھا دیا تھا۔ اس میں ترکوں کی حکومت ختم ہوئی مسلمانوں کی خلافت کو مٹایا گیا اس کے بعد پوری مسلم آبادی پر کفر چھا گیا اور ہم سارے کفر کے محتاج ہوگئے مسلمانوں کی کوئی خودمختار ایسی سلطنت نہیں جسے کہا جاسکے کہ یہ کافروں کے سایہ سے باہر ہے۔ اور یہ کافروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرسکتی ہے اور زمین کے نقشے سے ہماری حکومتوں کے آثار مٹا دیئے گئے۔

مسلمان کی قوت کا راز نشہ شہادت ہے

اگر آپ تاریخ کا مطالعہ کریں تو آپ کے سامنے آئے گا کہ جس وقت مسلمان اٹھے تھے اس وقت ان کی کیا حیثیت تھی اور چند دنوں کے اندر روم، قیصر، کسریٰ کے تختوں کو کیسے پلٹ کر رکھ دیا اور مسلمانوں کے اندر وہ کیا قوت آگئی تھی جس کے سامنے اتنی بڑی بڑی سلطنتیں ٹھہر نہ سکیں۔ مطالعہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نشہ شہادت تھا اور یہ موت کا شوق تھا اور آخرت کی رغبت تھی جس نے مسلمانوں کو ناقابل شکست بنادیا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا رستم کے نام خط

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۲/۳۴۲) میں رستم کے نام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خط ہے رستم کا لفظ آپ لوگوں نے سنا ہوگا یہ بہت معروف لفظ ہے مثلاً کہا جاتا ہے رستم پاکستان، رستم ہند، یعنی جو پہلوان ایسا ہو کہ اس کے مقابلے میں کوئی نہ آسکے اس کو دنیا رستم کے نام سے یاد کرتی ہے مثلاً رستم پاکستان وہ پہلوان جس کے مقابلے کا پہلوان پاکستان میں نہ ہو۔ رستم عالم وہ پہلوان کے جس کے مقابلے کا دنیا میں کوئی پہلوان نہ ہو۔ گویا کہ رستم کا لفظ بہادری، قوت کے ساتھ معروف ہوگیا ہے۔ جیسے

حاتم کا لفظ سخاوت کے ساتھ معروف ہو گیا......

فرعون کا لفظ تکبر کے ساتھ معروف ہو گیا......

یوسف کا لفظ حسن کے ساتھ معروف ہو گیا......

اسی طرح رستم کا لفظ بہادری کا مترادف سمجھا جاتا ہے اور یہ اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کے برابر کا بہادر کوئی نہ ہو۔

رستم کون تھا

رستم حضور ﷺ کے زمانے میں کسریٰ کی فوجوں کا سپہ سالار تھا اور جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے فارس پر چڑھائی کی تو مقابلے میں فوجوں کی قیادت یہی کر رہا تھا اور اس کے ساتھ اس کا سب سے بڑا جنگی معاون مہران تھا یعنی فوجوں کی قیادت یہ رستم و مہران دونوں مل کر کر رہے تھے۔ اور مسلمانوں کی فوجوں کی قیادت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔

خط کا مضمون

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کو خط لکھا اور وہ خط **مشکوٰۃ المصابیح باب القتال الی الکفار** میں موجود ہے۔ خالد بن ولیدؓ نے لکھا۔

من عبداللہ خالد بن ولید الٰی رستم و مہران

اللہ کے بندے خالد بن ولید کی طرف سے رستم اور مہران کی طرف

السلام علٰی من اتبع الھدٰی

سلامتی اسی کے لئے ہے جو ہدایت کی اتباع کرے۔ (مستدرک حاکم ص۳/۲۳۹ مصنف ابن ابی شیبہ ص۶/۵۴۸) کافروں کو خط لکھنے میں سرور کائنات ﷺ کا طریقہ بھی یہی تھا۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رستم و مہران کو اسلام کی دعوت دی کہ اسلام قبول کر لے بچ جائے گا اور اگر اسلام قبول نہیں ہے تو پھر ہتھیار ڈال دے (Sarander) سرنڈر ہو جا۔ اور ہمارا تابع ہو جا۔ جزیہ ادا کر' ہمارا

ماتحت ہوجا ہم تیری حفاظت کریں گے۔ اور ہتھیار ڈالنے کا بھی ارادہ نہیں ہے تو لڑنے کی حماقت نہ کرنا ورنہ مارا جائے گا اور فرمایا یاد رکھ میرے ساتھ ایک ایسی قوم ہے۔

''جس کو موت سے اتنی محبت ہے جتنی تمہیں شراب سے۔''

یعنی وہ موت کے اس طرح سے متوالے ہیں جیسے تم شراب کے اور جیسے تم شراب کے نشے میں مست ہوتے ہو میری قوم اسی طرح موت کے نشے میں مست ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو قوم مرنے کے لئے تیار ہوجاتی ہے پھر اس کا جواب نہیں ہوتا اس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید نے اپنی قوم کی قوت کا راز شوق موت بتلایا ہے اور حضور ﷺ نے مسلمانوں کی کمزوری کا سبب یہ بتایا کہ موت سے ڈرنے لگ جائیں گے۔ یہ اصل کے اعتبار سے قوت کا راز ہے اور اسلام نے اپنے ماننے والوں کو یہ سبق پڑھایا تھا کہ زندگی سے پیار نہیں بلکہ اصل کے اعتبار سے پیار موت سے ہے۔ کیونکہ مرنا تو لازماً ہے اور اسلام نے ہمیں یہی بنیاد دی ہے۔ جس طرح ہمیں اللہ کی وحدانیت کا درس دیا گیا ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک ہمسر نہیں یہ ایمان کی بنیاد ہے۔ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں' مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا ہے ان دونوں چیزوں کا بھی اسلام نے ہمیں درس دیا ہے۔ جس طرح یہ تینوں عقیدے قطعی ہیں اور ان میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ اور اس کو مضبوطی سے تھامنے کا نام ایمان ہے۔ بالکل اسی طرح ہمیں یہ درس دیا گیا ہے کہ انسان کی موت کا وقت بھی متعین اور جگہ بھی متعین ہے۔ نہ وقت ٹل سکتا ہے اور نہ جگہ تو پھر جب مرنا ہے اور وہ بھی وقت پر تو پھر مومن کے قریب ڈر کیوں آئے پھر خوف کس بات کا! کیا ڈرنے سے تم موت سے بچ جاؤ گے قرآن میں آتا ہے۔ **یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ**

تم قلعوں میں چھپ جاؤ موت تمہیں وہاں پر بھی آجائے گی۔ جنازے صرف غریبوں کی جھونپڑیوں سے نہیں نکلتے بلکہ قلعوں اور محلات سے بھی نکلتے ہیں یہ سبق

مسلمان بھول گئے اور موت سے ڈر کر چھپنے لگ گئے اور جب موت سے ڈرنے لگ گئے تو کمزوری آ گئی۔ اور جب تک مرنے کا شوق رہا اس وقت تک قوت ہی قوت تھی۔ اور سرور کائنات نے جو فرمایا تھا کہ جب تم موت سے ڈرنے لگ جاؤ گے تو تمہاری حیثیت خس وخاشاک کی ہو جائے گی تو ہمارے اوپر یہ دور آیا اور جب ہم نے موت کو محبوب بنایا اور موت کو سینے سے لگایا تو یوں بڑھتے گئے جیسے کہ سیلاب بڑھتا ہے اور ساری قومیں ہمارے سامنے خس خاشاک کی طرح بہتی چلی گئیں جس طرح سے پانی تنکوں کو بہا کر لے جاتا ہے۔

تاریخ پڑھو گے تو تمہارے سامنے یہ بات آئے گی لیکن آج اللہ نے تمہیں ایک نمونہ دکھایا ہے۔ آپ نے دیکھا چند دنوں کے اندر اندر جب موت سے پیار کرنیوالے میدان میں اترے تو قوتیں کس طرح سے بھاگیں آخر یہ کون لوگ ہیں جو میدان میں اترے ہیں یہ وہی ہیں جن کو موت سے پیار ہے اور جو اقتدار کیلئے نہیں شہادت کے شوق میں، اور مرنے کے شوق میں میدان میں اترے اور آپ نے ان چند دنوں میں دیکھا کہ کس طرح یہ موت سے پیار کرنے والے آگے بڑھے اور سامنے کی قوتیں کیسے پسپا ہوگئیں یہ ایک نمونہ ہے آپ کے سامنے ورنہ پچھلی اسلام کی ساری تاریخ اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ یہ پیش گوئی جو سرور کائنات ﷺ نے کی تھی اس کا دور ہم نے چالیس پچاس سال میں دیکھ لیا کہ جب مسلمان کمزور ہوئے تو اور قومیں ان پر چھا گئیں گزشتہ دنوں جب برطانیہ، امریکہ، فرانس، جرمنی یہ سب عراق کے خلاف اکٹھے ہوگئے تھے تو بالکل وہی صورت پیدا ہوگئی تھی کہ جس طرح سے کھانے والے ایک پلیٹ میں کھانا لئے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو بھی آجا تو بھی آجا اور سب کو فائدہ پہنچانے کے لئے ایک دوسرے کو دعوت دے رہے ہیں اور اس سے پہلے جنگ عظیم میں جب ترکی نے شکست کھائی تھی تو اس کے صوبے ایسے ہی بٹے کوئی صوبہ فرانس نے لیا، کسی پر برطانیہ قابض ہوگیا اور یوں ساری کی ساری خلافت کو پرزہ پرزہ کر کے رکھ دیا یہ دور ہم

نے دیکھ لیا ہے اور واقعۃً مسلمانوں کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ بس ہر وقت دنیا اکٹھی کرنے اور دنیا کمانے میں لگے ہوئے تھے اور بس یہی نظریہ تھا دنیا اکٹھی کرو' معیار زندگی اونچا کرو۔ اچھا لباس' اچھی رہائش ہونی چاہیئے اچھی خوراک ہونی چاہیئے' آرام کی زندگی ہونی چاہیئے اور یہ سبق اس طرح سے پڑھنا شروع کیا کہ دنیا کی محبت اور موت کا خوف انسان پر مسلط ہوگیا۔

تبدیلی حالات اور علامات قیامت

ا۔ دخان مبین

اب پھر حالات پلٹ رہے ہیں اور قیامت کی علامات میں سرور کائنات ﷺ نے اس کی نشاندہی کی ہے قرآن کریم کی جو آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **یوم تاتی السماء بدخان مبین۔ یغشی الناس هذا عذاب الیم۔**

اس دن کو یاد کرو جس دن آسمان بہت کھلا دھواں لائے گا اور وہ لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔

دخان مبین کے بارے میں عبداللہ بن مسعودؓ کی تحقیق

اس آیت میں جس دھویں کا ذکر ہے وہ آچکا ہے بخاری کتاب التفسیر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

یہ کب آچکا ہے؟ تو وہ فرماتے ہیں کہ مشرکین مکہ نے جس وقت سرور کائنات ﷺ کو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت ستایا تو آپ ﷺ نے ان مشرکین کے لئے بد دعا کی ''اے اللہ ان پر اپنی پکڑ سخت کردے اور اس پکڑ کو ایسا بنادے جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصر کے اوپر سات سال قحط کے آئے تھے۔''

واجعلها علیهم سنین کسنی یوسف

یوسف علیہ السلام کے سالوں جیسے سال ان پر مسلط کردے جیسے یوسف علیہ السلام کے دور میں سات سال قحط آیا تھا قحط کے سال ان پر بھی مسلط کردے۔ ان کو رزق کی تنگی میں مبتلا کردے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کے لئے بددعا کی تھی۔ اس بددعا کے نتیجہ میں مکہ میں قحط آ گیا۔ بارش نہیں ہوئی' اردگرد سے تجارت ختم ہوگئی۔ بھوکے مرنے لگے' جب کھانے پینے کو کچھ نہ ہوتو پھر دماغ میں بھی خشکی آتی ہے' اور جب بارش نہ ہوتو زمین سے گردوغبار بھی اڑتا ہے۔ کیونکہ جب آسمان سے بارش ہوتی ہے تو زمین کا گردوغبار دبتا ہے۔ ورنہ گردوغبار زیادہ اڑتا ہے۔ ایک تو گردوغبار کی وجہ سے فضاء آلودہ ہوگئی اور دوسرا دماغ کے اندر خشکی ہونے کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے فضا دھواں دار ہوگئی ہے۔ اس طرح سے یہ لوگ سخت عذاب کے اندر مبتلا ہوگئے تھے۔(بخاری ص۱۱۰/۱ مسلم ص۳۷۲/۱)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دخان مبین سے مراد یہی گردوغبار والا دھواں ہے جو اس قحط کے نتیجہ میں مشرکین مکہ پر مسلط کردیا گیا تھا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس پر مصر تھے کہ اس ''دخان مبین'' کا مصداق یہی ہے۔(بخاری ص۷۰۳/۲ مسلم ص۳۷۲/۲)

یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تحقیق تھی یہ اپنی جگہ ٹھیک' لیکن ہم جس وقت حدیث شریف کا مطالعہ کرتے ہیں تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے روایات کے اندر بھی دخان کا ذکر علامات قیامت میں کیا ہے اور اس کے علاوہ دوسری علامات قیامت مثلاً خروج دجال' دابۃ الارض' یاجوج ماجوج ان سب کا اکٹھا ذکر کیا ہے کہ قرب قیامت میں سارے واقعات پیش آئیں گے۔

دخان کا واقعہ پیش آئے گا......

دابۃ الارض کا واقعہ پیش آئے گا......

خروج دجال کا واقعہ پیش آئے گا......

یہ سارے واقعات حضور ﷺ نے ایک ہی فہرست میں بیان فرمائے ہیں جس سے تبادرًا معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ دخان قیامت کے قریب ہوگا۔

دخانِ مبین کے متعلق آیات وروایات میں تطبیق

اس لئے آیت اور روایات کو یوں مطابقت دی جاسکتی ہے کہ قرآن کریم میں جس دخان کا ذکر ہے وہ ہوچکا۔ لیکن حضور ﷺ نے جس دخان کا ذکر علامات قیامت میں فرمایا ہے وہ ابھی ہوگا۔ اور قرب قیامت میں یہ پیش آجائے گا۔ اور وہ کیا ہوگا وہ جب ہوگا تو پتہ چلے گا اور اس کی صحیح مراد اس وقت متعین کی جاسکے گی جس وقت واقعہ پیش آئے گا۔ جیسے کہ بہت سی روایات ایسی ہیں کہ جن کو قبل از وقت لوگوں نے اپنی قوت ایمانی کے ساتھ مانا کہ ایسا ہوگا لیکن جس وقت واقعہ پیش آجائے تو اس وقت ایک روشنی مہیا ہوجاتی ہے۔

۲۔ چابک اور تسمے کا بولنا

مثلاً ایک حدیث میں آتا ہے۔ **لا تقوم الساعة حتىٰ تكلم الرجل عذبة سوطه**

سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب آکر انسان کا چابک اس سے باتیں کرے گا چابک وہ ڈنڈا ہے جس کے ساتھ انسان جانور وغیرہ کو پکڑتا ہے۔ جوتی کا تسمہ باتیں کرے گا اب یہ بات ایسی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمائی صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ٹھیک ہے قیامت کے قریب ایسا ہوگا اس پر ایمان لے آئے۔ (ترمذی ص ۴۱/۲)

تسمے کا مصداق

اب جب زمانہ قیامت کے قریب آگیا تو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اب اس کا مصداق متعین کرنا آسان ہوگیا۔ اگر حضور ﷺ اس وقت فرماتے کہ ایک ٹیپ

ریکارڈ ہوگی اوراس کے اندر ایک ایسا تسمہ چلے گا جیسے کہ جوتی کا تسمہ ہوگا اور وہ باتیں کرے گا تو نہ اس وقت کسی کو ٹیپ ریکارڈ سمجھ میں آتا' نہ کیسٹ سمجھ میں آتی۔ اس وقت اس کی تعبیر تسمہ سے ہی کی جاسکتی تھی۔ اور یہ سارے تسمے آج باتیں کررہے ہیں۔ اگر اس روایت کا مصداق اس کو بنایا جائے تو یہ قریب الی الفہم کے لئے ایک مثال ہے۔ لیکن ہم اس سے آگے ایمان رکھتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ اس کے بعد کوئی اور صورت پیدا ہوجائے اور یہی جوتے کا تسمہ بولنے لگ جائے تو یہ کوئی بعید بات نہیں ہے لیکن ان تسموں کے بولنے کے ساتھ ایک مثال سامنے آ گئی۔

چابک کا مصداق

اسی طرح سعودی عرب میں پولیس والوں کے ہاتھ میں وائرلیس ہوتا ہے چھوٹا اس کو پکڑنے کا مٹھا ہوتا ہے اوراس پر لمبی ساری ایریل ہوتی ہے جب ہاتھ میں پکڑا ہوا ہوتو ایسے لگتا ہے جیسے گدھے گھوڑے کے ہانکنے کے لئے چابک ہے اور وہ سارے اسی کے ذریعہ سے باتیں کررہے ہیں یہ قریب الی الفہم کے لئے مثال دے رہا ہوں کہ دنیا کس طرح سے ان واقعات کو نمایاں کرتی جارہی ہے کہ چابک کی شکل کی چیز ہاتھ میں پکڑی ہوئی ہے اور باتیں کررہے ہیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے۔

عن عبداللہ بن عباسؓ قال انخسفت الشمس علٰی عہد رسول اللہ ﷺ فصلّٰی رسول اللہ ﷺ والناس معہ فقام قیاماً طویلاً نحوا من قراءۃ سورۃ البقرۃ۔ (بخاری ص ۱۴۳)

سرور کائنات ﷺ نے نماز پڑھائی۔ یہ نماز صلوٰۃ کسوف ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نماز پڑھاتے ہوئے کچھ آگے بڑھے جیسے کسی چیز کو لینے لگے ہیں۔ اور پھر پیچھے ہٹے جیسے کسی چیز سے بچتے ہیں یہ کیفیت آپ ﷺ کی نماز میں

ہوئی۔ تو آپ ﷺ سے نماز سے فارغ ہونے کے بعد صحابہ نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد کے سامنے والی دیوار پر اللہ نے مجھے جنت دکھائی یہ وہ وقت ہے جب میں شوق کے ساتھ آگے کو بڑھا تو مجھے جنت کے میوے اور دوسری سب چیزیں نظر آئیں اور وہ چیزیں اتنی نمایاں تھیں کہ اگر میں آگے ہاتھ بڑھاتا تو کوئی چیز اس میں سے توڑ لیتا۔ اور جب میں پیچھے ہٹا یہ وہ وقت تھا جب اللہ نے مجھے اس دیوار پر جہنم دکھائی اس لئے میں نے آج کے دن جیسا خیر اور شر کسی دن میں نہیں دیکھا جب جنت سامنے آئی تو خیر ہی خیر دیکھا اور جب جہنم سامنے آئی تو شر ہی شر دیکھا۔

اب اتنی سی دیوار پر وہ جنت دکھا دی جس کے بارے میں قرآن کریم میں آتا ہے کہ اس کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس بات کو مانا اور کسی کو اس میں کوئی تردد نہیں ہوا لیکن آج ہمارے سامنے یہ حقیقت نمایاں ہوگئی کہ بڑے بڑے پہاڑ' بڑے بڑے شہر ٹی وی کی چھوٹی سی سکرین پر دکھا دیئے جاتے ہیں۔ اور دیکھنے والا ایسے دیکھتا ہے جیسے پورا پہاڑ دیکھ رہا ہوں اور پورا سمندر دیکھ رہا ہوں' جہاز اڑتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ تو اتنی بڑی چیز چھوٹی سی سکرین پر دکھا دی جاتی ہے۔

دخان مبین کے متعلق مولانا مناظر احسن گیلانی کی رائے

اس لئے اس دنیا کے آخر میں ایک دھواں دار فضا ہوجائے گی اور ایک دھواں ہوگا جو بہت تکلیف کا باعث ہوگا۔ یہ دھواں کب ہوگا؟ کیسے ہوگا؟ وقت آئے گا تو پتہ چلے گا لیکن ہمارے حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ بہت بڑے آدمی گزرے ہیں۔ فاضلِ دیوبند تھے اور حیدر آباد دکن میں اسلامیات کے پروفیسر تھے۔ ان کو روایات میں سے نئی نئی باتیں نکالنے کی عادت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ زمانے کی طرف دیکھتے ہوئے اس دھویں کا کچھ تصور کیا جاسکتا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ یہ دھواں کسی عالمگیر جنگ کی طرف اشارہ ہے کہ جب جنگ ہوگی آتش و آہن کی بارش ہوگی ایٹمی جنگ ہوگی تو

پوری دنیا گردوغبار اور دھویں کی لپیٹ میں آجائے گی۔ اور وہ ایک بڑا عذاب ہوگا۔ اور یہ ہوگا قیامت کے قریب! تو علی الاحتمال ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ عالمی حالات پر نظر کرتے ہوئے اب اس کے آثار پیدا ہورہے ہیں کیونکہ جہاں پر جنگ ہوتی ہے وہاں پر فضاء اس طرح دھواں دھار ہوجاتی ہے اور جب یہ جنگ عالمی ہوجائے گی تو اس کے اثرات پوری دنیا پر آجائیں گے۔

۴۔ ملحمہ عظمیٰ

چنانچہ حدیث شریف میں علامات قیامت میں سے ایک علامت ''ملحمہ عظمیٰ'' کا تذکرہ آتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال ان الساعۃ لا تقوم حتی لا یقسم میراث ولا یفرح بغنیمۃ الخ

(مشکوٰۃ باب السلام ج۲ ص۴۶۷ مسلم ص۲/۳۹۲)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک یہ حالات نہ ہوجائیں کہ نہ مال غنیمت پر خوشی ہوگی اور نہ میراث تقسیم ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حالات اس طرح ہوجائیں گے کہ اتنی طویل اور محیط جنگ ہوگی اور اتنا بڑا میدان جنگ ہوگا کہ ایک جانور پیدا ہوتے ہی اس کے ایک سرے سے اڑنا شروع کریگا تو میدان جنگ کے دورے سرے پر پہنچنے سے پہلے مرجائے گا۔ اس قدر لمبا میدان جنگ ہوگا۔ اب اس زمانے میں یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی تھی۔ وہاں پر تو بڑی سے بڑی جنگ مختصر سے میدان میں ہوجاتی تھی۔ کیونکہ لڑائی دست بدست ہوتی تھی۔ سعودی عرب میں جاکر دیکھیں تو بدرواحد کے میدان مختصر سے ہیں۔ اس وقت اس قدر لمبے محاذ کا سمجھنا بہت مشکل تھا۔ انڈیا سے جب ہماری جنگ چھڑتی تھی کراچی سے لے کر کشمیر تک محاذ ہوتا تھا اور یہ تقریباً ۱۴۰۰ سو کلومیٹر بنتا ہے اور جب پوری دنیا میدان جنگ بن

جائے گی تو آپ اندازہ کریں اس وقت میدان جنگ کتنا لمبا ہوگا اور فرمایا یہ اتنی بڑی لڑائی ہوگی جب یہ لڑائی ختم ہوگی تو دوبارہ مردم شماری ہوگی اور مردم شماری سے واضح ہوگا کہ جس خاندان کے سوافراد تھے ان میں سے اب ایک بچا ہوگا۔ یعنی اس جنگ میں ۹۹ فیصد لوگ مرجائیں گے اور ایک فیصد بچیں گے اب ایک فیصد بچیں گے تو کہاں وراثت تقسیم ہوگی اور کہاں مال غنیمت پرخوشی ہوگی۔

۵۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کا تیسری قوت سے مقابلہ

اس سے پہلے ایک اور لڑائی کی خبر بھی ہے اور اس کو اگر ہم واقعات پر منطبق کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا پہلے تم اور عیسائی مل کر ایک تیسری قوت کے خلاف لڑو گے اور اس پر فتح حاصل کرلو گے۔ اس کے بعد پھر مسلمانوں اور عیسائیوں کی آپس میں لڑائی ہوگی اور اس میں مسلمانوں کو بہت پریشانیاں اور مشکلات پیش آئیں گی اور بہت کثرت سے لوگ مریں گے۔ اب اس کی حقیقت تو اللہ جانے لیکن ہم نے آج سے تقریباً پندرہ یا سولہ سال قبل ایک واقعہ دیکھ لیا کہ روس ایک تیسری قوت تھی کہ جس کے خلاف لڑنے کے لئے مسلمان اور عیسائی متفق تھے۔ اور ان دونوں کے آپس میں تعاون کے ساتھ یہ تیسری طاقت ملیا میٹ ہوگئی اور اب اسلام اور عیسائیت مقابلے میں ہیں اور اس وقت ظاہری اسباب عیسائیوں کو حاصل ہیں اس لئے اب آئندہ والے دور میں عیسائیوں کے مسلمانوں کے ساتھ تصادم کی وجہ سے ہر جگہ کس طرح سے مسلمان کا خون بہایا جارہا ہے۔ اور تمام مسلمان ملکوں میں عیسائیوں اور یہودیوں کے باہمی تعاون کے ساتھ مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہایا جارہا ہے۔

۶۔ امام مہدی کا نزول

یہ سلسلے اسی طرح چلتے رہیں گے آخر ایک وقت آئے گا کہ اس میں اللہ تعالیٰ

مسلمانوں کو ایک ایسا قائد دے گا جس کو حدیث شریف میں لفظ مہدی کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور مہدی کا معنی ہے ہدایت یافتہ' امام مہدی ایک نہیں ہوا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی امام مہدی تھے......

عمر رضی اللہ عنہ بھی امام مہدی تھے۔......

عثمان رضی اللہ عنہ بھی امام مہدی تھے......

علی رضی اللہ عنہ بھی امام مہدی تھے......

اور اس کے علاوہ بھی جتنے اچھے بادشاہ آئے تھے وہ سب مہدی ہیں حدیث میں آتا ہے۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین

(ترمذی ص ۲/۹۶)

میری اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو۔ اور ایسے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی تھی۔

اللہم اجعلہ هادیًا مہدیًا

اے للہ اس کو ہادی اور مہدی بنادے۔ جو خود بھی ہدایت پر رہے اور لوگوں کے لئے بھی ہدایت کا باعث ہو۔ اس لئے امیر معاویہؓ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے خلیفہ مہدی ہیں۔ (ترمذی ص ۲/۲۲۴)

امام مہدی کے متعلق رافضیوں کا عقیدہ

لیکن آخر زمانے میں جو امام مہدی آئے گا یہ بات ہمارے نزدیک اور اہل تشیع کے درمیان اختلافی ہے۔ اہل تشیع کہتے ہیں کہ یہ بارہواں امام ہوگا جو آج سے تقریباً گیارہ بارہ صد سال پہلے پیدا ہوگیا تھا اس کے بعد چھپ گیا اور قیامت کے قریب ظاہر ہوگا۔ اہل تشیع اس کو امام منتظر'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

امام مہدی کے متعلق اہل سنت والجماعت کا نظریہ

یہ نظریہ اہل سنت والجماعت کا نہیں ہے اہل سنت کے نزدیک یہ امام مہدی اس وقت پیدا ہوں گے اور عام انسان جیسے وقت گزارتا ہے ایسے ہی اپنا وقت گزاریں گے۔

ان کی عقل......

ان کا فہم......

ان کا تدبر......

ان کا شعور......

مسلمانوں کے اندر اتنا نمایاں ہوجائے گا کہ جب وقت کا مقتدر بادشاہ فوت ہوگا تو نیا بادشاہ بنانے کے لئے سب کی نظریں آپ کی طرف اٹھیں گی اور وہ قائد نہیں بننا چاہیں گے مدینہ سے مکہ آجائیں گے مکہ میں لوگ ان کو پکڑ کر زبردستی حرم میں لے آئیں گے اور ان کو بیعت لینے پر مجبور کریں گے اس طرح ان کے ہاتھ پر بیعت ہوگی اور یوں وہ تمام مسلمانوں کے خلیفہ بن جائیں گے تو پھر ان کی قیادت میں جنگ لڑی جائے گی اور یہ لڑائی یہود کے خلاف ہوگی اور اس لڑائی کے دوران عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور یہی قرآن ہے جس کو پڑھیں گے اور اس پر عمل کریں گے۔ اس لئے ہمارے نزدیک امام منتظر والا فلسفہ درست نہیں ہے امام مہدی آئیں گے امام اہل سنت والجماعت کے نزدیک بھی ہیں اور وہ ایک شخصیت پیدا ہوگی جس کو اس وقت امام مہدی کے لقب سے یاد کیا جائے گا چونکہ بعض لوگوں (رافضیوں) کا خیال ہے کہ اصل قرآن وہی امام مہدی لے گیا ہے اس لئے مفتی رشید احمد صاحبؒ نے اپنے رسالے میں لکھا ہے کہ اگر اہل تشیع ہمارے ساتھ صلح کرلیں تو ہم ان کے ساتھ صلح کرنے کے لئے تیار ہیں۔ وہ اس طرح کہ ان کی کتاب تو امام لے گیا ہے اور ہمارے پاس جو کتاب ہے ہم کہتے ہیں کہ یہی" اصل کتاب ہے ہم آپس میں صلح کرلیتے ہیں جس وقت تک امام نہیں آتا اس وقت تک تم

ہمارے قرآن کو مان لو اور جب اصل قرآن آئے گا تو اس وقت ہم آپ کے ساتھ ہوں گے۔ اس لئے اس امام کے آنے تک تم ہماری شریعت پر چلو۔ لیکن نہ امام آئے گا اور نہ نیا قرآن آئے گا یہی قرآن اصل ہے۔

امام مہدی کا کفار سے مقابلہ

اب اسی دوران امام مہدی کی عیسائیوں اور یہودیوں کے مقابلہ میں لڑائی ہوگی اور یہ آخری جنگ ہوگی۔ دوران جنگ عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور پھر یہ دونوں حضرات مل کر حکمرانی کریں گے اور یہ تقریباً سات سال تک اکٹھے رہیں گے اس کے بعد امام مہدی وفات پا جائیں گے اور ان کے بعد ۳۳ سال تک حکومت کریں گے اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ہی دجال آئے گا۔ دجال کے حالات انشاء اللہ العزیز اگلے بیا ن میں ذکر کریں گے۔ اور یہودی اس کی قیادت میں جمع ہوکر مسلمانوں کے خلاف لڑائی کریں گے اور عیسائیوں کی ہمدردیاں بھی یہودیوں کے ساتھ ہیں۔ اور یہ دونوں مل کر اس وقت مسلمانوں کے خلاف محاذ تیار کر رہے ہیں۔

موجودہ دور میں مسلمانوں کا فریضہ

اس لئے اس وقت ہم پر جو فریضہ عائد ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ دنیا کی محبت کو دل سے نکال کر مرنے کا شوق پیدا کریں اور مسلمانوں میں جس وقت مرنے کا شوق پیدا ہوگا اس وقت انشاء اللہ حالات پلٹا کھائیں گے اور موت کا شوق اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ آخرت کا عقیدہ مضبوط ہو اور انسان اپنے دل میں یہ عقیدہ رکھے کہ مرنا تو لازماً ہے تو اس عقیدے کے ذریعہ سے ایک ایسی مخفی قوت کا خزانہ سامنے آجاتا ہے کہ پھر اس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

دجال کی سواری

موقع: ہفتہ وار اصلاحی بیان

موضوع: دجال کی سواری

مقام: جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا

تاریخ:

وقت: بعد نماز عشاء

خطبہ

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ ونشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشہد ان سیدنا و مولانا محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم' بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔

ھل ینظرون الا ان تاتیہم الملائکۃ اویاتی ربک اویاتی بعض آیات ربک یوم یاتی بعض آیات ربک لاینفع نفسا ایمانہا۔

صدق اللّٰہ العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللّٰہ رب العالمین۔

استغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔

تمہید

گزشتہ بیان میں دجال اکبر کا ذکر تفصیل سے کیا تھا اس بیان کے ختم ہونے کے بعد سوالات کیلئے میرے پاس جو پرچیاں بھیجی گئی تھیں ان میں سے ایک پرچی میں ایک سوال درج تھا کہ دجال کی سواری کیا ہوگی؟ آج کے بیان میں اسی سوال کی وضاحت کروں گا۔

دجال سفید گدھے پر سوار ہوگا

حدیث شریف میں آتا ہے۔

سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ دجال سفید گدھے پر سوار ہوکر آئے گا اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کے دونوں کانوں کے درمیان ستر باع کا فاصلہ ہوگا۔ اور باع ایک ہاتھ کی انگلی سے دوسرے ہاتھ کی انگلی تک کا درمیانی فاصلہ ہوتا ہے۔ الغرض اس کی سواری کے بارے میں ذکر یہی ہے کہ وہ گدھے پر سوار ہوگا۔

اور حدیث میں لفظ "**حمار اقمر**" کا آیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے مراد وہی جانور ہے جس کو ہم حیوان ناہق کہتے ہیں۔

ستر باع کا فاصلہ ہو یہ گدھا زمین پر اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمایا تو پھر یہ سوال ہوگا کیا دجال کیلئے اللہ تعالیٰ اسی وقت کوئی خاص گدھا پیدا فرمائیں گے جس کے دونوں کانوں کے درمیان ستر باع کا فاصلہ ہوگا کیونکہ یہ نسل گدھے کی جو ہمارے ہاں موجود ہے اس میں تو یہ چیز موجود نہیں پھر اس نے گدھے پر سوار ہوکر دنیا کا چکر لگا لینا ہے چالیس دن میں۔ اور یہ گدھے جو ہمارے ہاں پھرتے ہیں یہ تو چالیس دن میں شاید کراچی بھی نہ پہنچ سکیں تو ساری دنیا میں انہوں نے چکر کیا لگانا ہے اس لئے سرور کائنات ﷺ کے دور میں آپ نے آنے والے حالات کو بیان کرنے کے لئے الفاظ وہی استعمال فرمائے ہیں جس کو اس زمانے کے لوگ سمجھ سکتے تھے انہی اصطلاحات میں

بات کی لیکن بعد میں حقیقت اس کی جس طرح سے میں ہر بیان میں کوئی نہ کوئی مثالیں آپ کے سامنے ذکر کرتا ہوں کہ آنے والی ایجادات نے ہمارے سامنے ان چیزوں کے سمجھنے میں بڑی آسانی پیدا کردی نئی نئی ایجادات نے حضور ﷺ نے جو فرمایا تھا اب اس کا سمجھنا بہت آسان ہو گیا ہے اب آپ کے سامنے نئی چیزیں آرہی ہیں ہر بیان میں آپ کے سامنے اس قسم کی باتیں عرض کرتا رہتا ہوں مسجد کی قبلہ والی دیوار میں جنت دوزخ دکھا دی میں نے کہا آج کل یہ ٹی وی اس کی بہترین مثال ہے سمجھانے کے لئے اور ہاتھ میں پکڑا ہوا چابک وہ باتیں کرے گا وہ آج کل کا موبائل ٹیلی فون اور یہ وائرلیس جو ہاتھوں میں پکڑے ہوئے ہوتے ہیں اور جن کا ایریئل لمبا سا ہوتا ہے بالکل چابک کی مثال ہے اور وہ باتیں کرتا ہے اس قسم کی مثالیں آپ کے سامنے ہر بیان میں کوئی نہ کوئی آتی رہتی ہیں تو یہ روایات اگرچہ اس درجے کی نہیں کہ جس کو کہا جاتا ہے کہ متفق علیہ روایت ہے یا صحت کے بہت اعلیٰ معیار کی ہے لیکن بہرحال حدیث میں موجود ہے مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے باب ذکر دجال میں کہ وہ حمار اقمر پر سوار ہوگا سفید رنگ کا گدھا ہوگا اور اس کے دونوں کانوں کے درمیان ستر باع کا فاصلہ ہوگا حدیث شریف میں یہ الفاظ موجود ہیں صحابہ کرام ان باتوں کو سن کر ایمان لاتے تھے کہ اللہ کی قدرت سے کوئی چیز بعید نہیں ہم بھی کہتے ہیں اللہ کی قدرت سے کوئی چیز بعید نہیں کہ اس دور میں ایسا گدھا پیدا کردیں جو تیز رفتار بھی ہو اور اس کے دونوں کانوں کے درمیان میں ستر باع کا فاصلہ بھی ہو کوئی بڑی بات نہیں ہے اللہ کی قدرت سے کوئی چیز بعید نہیں تو جس وقت تک وہ دجال آئے گا نہیں اور ہم اس کی سواری دیکھ نہیں لیں گے اس وقت تک ہم کوئی قطعی بات نہیں کرسکتے بلکہ ان الفاظ کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے ظاہر پر ایمان لاتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ حمار اقمر پر وہ سوار ہوگا اور وہ اتنا بڑا گدھا ہوگا اتنا تیز رفتار ہوگا۔

دجال کی سواری کا مصداق دور حاضر کے مطابق

تو سرور کائنات ﷺ کی زبان سب سے سچی زبان ہے اور جس کے وہ رسول ہیں وہ سب قدرتوں کا مالک ہے اپنے رسول کی بات کو سچا ثابت کرے گا تو اس لئے اگر ایسا گدھا پیدا ہو جائے تو یہ اللہ کی قدرت سے کوئی بعید نہیں اس لئے ہم ایمان اسی پر ہی لاتے ہیں لیکن تاویل کے درجہ میں اگر کوئی بات کرنی ہو جس طرح باقی چیزوں میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا رہتا ہوں تو اس میں بھی بعض علماء نے تاویل کے درجہ میں ایک بات کی ہے۔

وہ یہ ہے کہ آج کل جو ہوائی جہاز بنتے ہیں یہ سفید رنگ کے ہوتے ہیں لیکن اس وقت جو ہوائی جہاز ہے یہ آپ کو پتہ ہے کس شکل کا ہوتا ہے؟ کبھی خیال کیا آپ نے ہوائی جہاز کس شکل کا ہوتا ہے؟ عام طور پر یہ مچھلی کی شکل میں ہے یعنی اس کا ماڈل جو ہے یہ مچھلی کی شکل پہ ہے آگے سے موٹا آہستہ آہستہ پیچھے سے پتلا ہوتا چلا جاتا ہے اور اسی طرح اس کے پر ہوتے ہیں جس طرح سے مچھلی کے ہیں اور یہ اڑتے وقت اترتے وقت پر کبھی کھلتے ہیں کبھی بند ہوتے ہیں کبھی دیکھنے کی نوبت آپ کو آئے گی تو معلوم ہوگا اور اس طرح سے پچھلی طرف مچھلی کے پر ہوتے ہیں اسی طرح سے اس کے پیچھے پر ہوتے ہیں اور آگے جس طرح سے وہ بال ہوتے ہیں مچھلی کے تو بعض اوقات اس کے آگے جو پنکھا چلتا ہے اس کی مثال ایسے بن جاتی ہے بہر حال موجودہ جو ہوائی جہاز ہیں ان کے ماڈل اور ان کے نمونے مچھلی کے مطابق ہیں شکل ان کی ایسی ہے اور جو آج کل ہیلی کاپٹر آرہے ہیں اس کی مختلف صورتیں ہیں بعضے بعضے ہیلی کاپٹر اس قسم کے ہیں کہ اگر زمین پر کھڑے ہوں کوئی دور سے انسان دیکھے تو ایسے لگتا ہے جیسے بچھو ہو اور بچھو کی سی شکل معلوم ہوتی ہے زمین پر کھڑے ہونے کی تصویر کبھی آپ دیکھیں تو دیکھتے ہی ان کے متعلق خیال جو دفعتاً آتا ہے تو ایسے لگتا ہے جیسے بچھو کی شکل ہو آپ نے شاید پڑھا سنا ہے یا نہیں ایک جنگی ہیلی کاپٹر ہے جو سواری کے طور پر نہیں بلکہ جنگ میں استعمال ہوتا ہے ہمارے ہاں پاکستان میں بھی ہے وہ ہے کوبرا ہیلی کاپٹر کوبرا کہتے ہیں کالے سانپ

کو... انگریزی میں کوبرا کالے سانپ کو کہتے ہیں وہ سانپ کی شکل کا ہے۔ لمبا سا۔ پتلا سا۔ سیاہ رنگ کا جو اتنا پتلا ہے کہ دو آدمی برابر بڑی مشکل سے بیٹھ سکتے ہیں اور وہ اگر زمین کے اوپر کھڑا ہو تو بلندی سے دیکھا جائے تو ایسے لگتا ہے جیسے کالا ناگ ہوتا ہے اور وہ جنگ میں استعمال ہوتا ہے اس کو کوبرا ہیلی کاپٹر کہتے ہیں یعنی سانپ کی شکل کا تو جس طرح سے یہ سواریاں مختلف ناموں پر بن رہی ہیں اچھا آپ یہ کاریں دیکھتے ہیں کئی کاریں اس قسم کی ہیں۔ کہ جس وقت وہ زمین پر کھڑی ہوتی ہیں اگر ان کو اوپر سے دیکھا جائے تو بالکل مینڈک معلوم ہوتی ہے مینڈک کی شکل کی ہوتی ہیں۔ اب اگر اس وقت کہتے موٹر کار تو اس وقت کے لوگ سمجھ نہ سکتے کہ کار کیا ہوتی ہے ہیلی کاپٹر کیا ہوتا ہے ہوائی جہاز کیا ہوتا ہے۔ اگر اس وقت یہ کہا جاتا کہ مینڈک ہوگی مینڈک جس میں پانچ پانچ آدمی بیٹھ جائیں گے اسی کیا پچاسی کیا نوے سوا سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بھاگے گی تو صحابہ کرام نے تو ایمان لانا تھا بالکل ٹھیک ہے کہ اگر حضور ﷺ فرما رہے ہیں ایسی مینڈک بن جائے گی پیدا ہو جائے گی جس میں لوگ بیٹھیں گے اور اس طرح سے بھاگیں گے اور جب اس دور میں آ کر مینڈک جیسی کار ہمارے سامنے آئی تو پتہ چلا کہ وہ مینڈک نہیں جو پانی میں ہوتی ہے یہ مشینی مینڈک ہے اور اس مشینی مینڈک میں چار پانچ پانچ آدمی بیٹھ سکتے ہیں تو یہ مشینی دور کے اندر آ کر بعض چیزیں بن رہی ہیں جو مختلف ناموں سے موسوم ہیں اب اگر اس ہیلی کاپٹر کا نام رکھ دیا کالا ناگ ہیلی کاپٹر کوبرا ہیلی کاپٹر تو اگر یہی لفظ پہلے آتا سانپ اس قسم کا ہوگا جو ہوا میں اڑے گا اور اس میں دو دو آدمی بیٹھیں گے اس طرح سے ہوگا تو آج اس کی مراد سمجھنے میں آسانی پیدا ہو جاتی کہ واقعی سانپ کی شکل کی ایسی مشین آ گئی کہ جو ہوا میں اڑتی ہے اور اس کے اندر لوگ سوار ہوتے ہیں تاویل سامنے آ گئی؟ نہیں بلکہ میں آپ کی خدمت میں عرض کروں۔

جنتیوں کی روحوں کی سواری

حدیث شریف میں جو آتا ہے کہ جنتی جو ہیں ان کی روحیں جنت میں پرندوں کے پیٹ میں سوار ہوں گے اور پرندے ان کو لے کر اڑا کریں گے تو اب ہم اگر اس ظاہری دنیا کے اعتبار سے دیکھتے ہیں تو ہماری عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ پرندہ جو ہے اس کے پیٹ میں کیسے گھس جائیں گے اور کئی کئی آدمی اس کے پیٹ میں کیسے بیٹھ جائیں گے؟ اور پرندہ ان کو لے کر کیسے اڑا کرے گا؟ یہ پرندہ کا لفظی معنی پتہ ہے کیا ہوا کرتا ہے۔ پرندہ کہتے ہیں اڑنے والے کو پرندہ کا اڑنا پرد مضارع پرندہ اسم فاعل پرندہ کا لفظی معنی ہے اڑنے والا اور عربی میں اس کے لئے لفظ استعمال ہوتا ہے **طائر** یا **طیارہ** اس لئے ہوائی اڈے کو جہاں سے یہ اڑتے ہیں اسے المطار کہتے ہیں اڑنے کی جگہ اور وہاں حدیث شریف میں لفظ **طائر** کا ہے **طائر**۔ کے بطن میں' طائر کے جوف میں' شہداء کی ارواح ہوں گی اور وہ طائر ان کو لے کر اڑا کرے گا اب اس وقت تو طائر کا معنی یہی سمجھا جاتا تھا جیسے یہ کبوتر اڑے پھرتے ہیں۔

لیکن آپ نے آج طائر اور طیارے اڑتے ہوئے دیکھے کہ نہیں اور پانچ پانچ سو آدمی ان کے پیٹ میں گھسا ہوا ہوتا ہے اور وہ لے کے اڑے پھرتے ہیں اور کہتے ہم انہیں طیارہ ہی ہیں اور ان کے اڑنے کی جگہ کو مطار ہی کہتے ہیں اب یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ ایسے اڑنے والے پرندے بھی ہیں کہ جن کے پیٹوں میں کھڑکیاں کھلتی ہیں اور ان کے اندر متعدد آدمی بیٹھ سکتے ہیں اور بیٹھنے کے بعد وہ ان کو اڑایا کریں گے تو اب ہوائی جہاز کی مثال دیکھنے کے بعد طیارہ میں سوار ہو کر جنت کی سیر کرنے میں کیا اشکال رہ گیا؟

اگر اس مثال کو پیدا ہونے سے پہلے سمجھنے میں دقت تھی تو آج تو کوئی دقت نہیں ہے یہ طیارہ ہی ہے یہ اڑنے والی چیز ہے اس کو طائر ہی کہتے ہیں اور اس کے اڑنے کی جگہ کو مطار کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی قدرت دی تو اس نے ایسے طیارے بنا لئے کہ جن کے اندر بیٹھ کر لوگ پرواز کرتے ہیں اور سیر کرتے پھرتے ہیں تو اگر اس

طرح سے اللہ تعالیٰ جنت کے اندر کوئی ایسے طیارے کوئی ایسے جہاز بنادے جو جنت والوں کی مرضی کے مطابق اڑیں پھریں اور ان کو اس طرح سے پٹرول نہیں دینا پڑے گا۔ سٹارٹ نہیں کرنے پڑیں گے وہ اس قسم کے ہوں گے کہ جنتیوں کا ارادہ ہی کافی ہے تو جب وہ ارادہ کریں گے تو لے کے اڑ جایا کریں گے جہاں وہ چاہیں گے اتر جایا کریں گے اب اس میں کوئی کسی قسم کا بعد باقی نہیں۔

معراج کی سواری اور اس کی خصوصیات

سرور کائنات ﷺ کو معراج جو کرایا گیا تھا آپ واقعات پڑھتے رہتے ہیں معراج کس جانور پر کرایا گیا تھا؟ براق پر۔

براق کیسی تھی؟ ایسی نہیں تھی جیسی آپ کی چارٹوں پر چھپی ہوتی ہے بدن گھوڑے کا اور شکل عورت کی اور پیچھے سے بدن اس کا گھوڑے کی طرح۔ یہ چارٹ میں چھپی ہوتی ہے کہ نہیں؟ یہ جاہلانہ بات ہے اس کی کوئی اصلیت نہیں بعضے بعضے چارٹوں کے اندر چھپی ہوتی ہے گھوڑے کے بدن اور شکل عورت کی بنائی ہوئی ہوتی ہے یہ ایسے ہی کسی شیطان کی ذہنی ساخت ہے براق ایسی نہیں تھی براق کے بارے میں حدیث شریف میں آتا ہے کہ حمار سے کچھ بڑا اس کا قد تھا گھوڑے سے کچھ چھوٹی تھی۔ جس طرح سے خچر ہوتی ہے اس قسم کا کوئی جانور تھا باقاعدہ جس کو لگام ڈالی جاتی تھی۔ لگام سے پکڑی جاتی تھی اور حضور ﷺ بیت المقدس میں گئے تو اس کو باندھا ہے جا کر جس طرح سے جانور کو باندھا جاتا ہے۔ تو اس کی رفتار کتنی تھی؟ اس براق کی رفتار کتنی تھی تو حدیث شریف میں آتا ہے ایک قدم اٹھا کر دوسرا قدم حد نظر پر رکھتی تھی جہاں نگاہ جاتی وہاں اس کا ایک قدم جاتا یوں سمجھ لیجئے کہ ایک نظر میں پتہ نہیں کتنے میلوں کا سفر طے کر جاتی تھی بلکہ نشر الطیب میں تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے یہ لکھا کہ اگر اس کا دوسرا قدم حد نگاہ پر تھا تو معلوم ہوا کہ زمین سے آسمان تک ایک ہی قدم پر پہنچ گئی کیونکہ جس وقت زمین سے آسمان کی طرف جھانکیں گے تو نگاہ تو آسمان پر گئی۔ اور اس کا دوسرا قدم

وہاں پڑتا تھا جہاں نگاہ جائے تو ایسے زمین سے آسمان پر ایک قدم میں پہنچ گئی۔ ایسی برق رفتار تھی وہ براق بجلی کی طرح تیز جس طرح سے بجلی جاتی ہے اس طرح سے جاتی تھی بات سمجھے؟ یہ سواری جو اللہ تعالیٰ نے دی تھی حضور ﷺ کو معجزہ تھا کوئی پٹرول بھرنے کی ضرورت نہیں تھی اس کو اسٹارٹ کرنے کی ضرورت نہیں تھی وہ اللہ کی قدرت کے تحت چلتی تھی اور اتنی تیز رفتار چلتی تھی ورنہ آپ نے تو ایسا گھوڑا گدھا نہیں دیکھا جو اتنا برق رفتار ہو کہ ایک قدم اٹھا کے دوسرا قدم وہاں جا کے رکھے کہ جہاں نگاہ پہنچتی ہو یا ایک ایک قدم میں وہ کئی دنوں کئی کئی گھنٹوں کی مسافت طے کرلے سالوں کی مسافت طے کرلے۔ تو یہ اس قسم کا گھوڑا گدھا تو زمین پر موجود نہیں اللہ نے اپنی قدرت کے تحت وہ حضور ﷺ کے لئے سواری بھیجی تھی لیکن میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آج اس مشینی دور میں تیز رفتار سواریوں کا ہمارے سامنے آجانا مثالوں کے ساتھ ان واقعات کا سمجھنا آسان ہوگیا تو جس طرح سے یہ طائر اور طیارہ کی مثال آگئی کہ آج ہوائی جہاز کے ساتھ آپ پسند کرتے ہیں یہ ہیلی کاپٹر میں نے بتا دیا کہ دیکھنے والوں کو ایسے معلوم ہوتا ہے کبھی ان کی فوٹو دیکھیں تصویر دیکھیں زمین پر اترا ہوا دیکھیں ایسے لگتا ہے جیسے بچھو کی شکل ہے اور بعضی کاریں اس قسم کی ہیں جن کو دیکھ کر ایسے لگتا ہے جیسے مینڈک ہے اور اب جہازوں کے ماڈل اور بھی آنے لگ گئے ہیں آپ کو معلوم ہونا چاہئے بین الاقوامی اڈے پر آپ اگر دیکھیں گے تو مختلف ملکوں کے مختلف جہاز اترے ہوئے ہوتے ہیں ان کا ماڈل ایک نہیں ہے اب وہ مختلف قسم کے دیکھنے سے ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے دریائی جانور ہے اس قسم کی شکلیں آرہی ہیں نئے نئے ماڈل آرہے ہیں جہازوں کے تو عین ممکن ہے یعنی احتمال کے درجے میں تاویل کے درجے میں جب وقت آئے گا تو پتہ چلے گا ہوسکتا ہے کہ کوئی جہاز مچھلی کی شکل کا بنانے کی بجائے گدھے کی شکل کا بن جائے ارے سمجھے؟ گدھے کی شکل کا بن جائے گا تو اس میں کوئی حرج تو نہیں۔ حمار ہی کہیں گے شکل جو گدھے کی ہوگی جیسے کابرا ہیلی کاپٹر کہتے ہیں کالا ناگ

ہیلی کاپٹر اس طرح سے یہ جہاز جو ہوگا مچھلی کی شکل کی بجائے اگر یہ گھوڑے کی شکل کا بن جائے کہ دیکھنے والے کو معلوم ہو کہ یہ گھوڑا ہے اور ہو سفید رنگ کا جیسے کہ ہوائی جہاز سفید رنگ کے ہوتے ہیں باقی رہا اس کے کانوں کے درمیان ستر ستر باع کا فاصلہ تو یہ آج بھی ہے یہ جہاز جو بنتے ہیں ان کے جو پر ہوتے ہیں جو آپ کو کھلے کھلے معلوم ہوتے ہیں یہ اوپر اڑتے ہیں تو آپ کو چھوٹے چھوٹے معلوم ہوتے ہیں یعنی یہ بڑے جہاز جن میں حاجی وغیرہ جاتے ہیں اللہ نے کئی دفعہ توفیق دی اس کے فضل و کرم کے ساتھ موقع ملا پانچ پانچ سو آدمی جس میں سوار ہوتے ہیں بہت بڑے بڑے جہاز اتنے لمبے کہ یہاں بیٹھ کر اس کا دوسرا کنارہ نظر نہیں آتا اتنے چوڑے ہوتے ہیں کہ درمیان میں چار سیٹیں پھر گزرنے کی جگہ ادھر تین سیٹیں ادھر گزرنے کی جگہ ادھر تین سیٹیں دس دس سیٹیں برابر ہوتی ہیں درمیان میں دو رستے ہوتے ہیں گزرنے کے اتنا کھلا ہوتا ہے وہ اور اتنا لمبا ہوتا ہے چالیس چالیس پینتالیس پچاس پچاس لائنیں ہوتی ہیں ساڑھے چار سو پانچ سو آدمی جہاز میں سوار ہوتے ہیں یہ بڑے جہاز جو چلتے ہیں حج کے موقع پر اتنے بڑے بڑے ہوتے ہیں۔

یہ جہاز اتنے بڑے بڑے جو نکل آئے تو ان میں جتنا بڑا جہاز ہوتا ہے ان کا پر اتنا ہی لمبا ہوتا ہے اور جہاز جو ہوتا ہے وہ بالکل ٹائٹ ہوتا ہے اس کا کوئی روشن دان کھلا ہوا نہیں ہوتا اگر روشن دان کھلا ہوا ہو تو پھر باہر کی ہوا اس میں داخل ہو کر اس کو پھاڑ دیتی ہے وہ پھٹ جاتا ہے اگر دروازہ کھل گیا جہاز لیٹ جاتا ہے گر جاتا ہے ایک اتنا سا سوراخ بھی نہیں ہوتا جس سے باہر کی ہوا اندر جائے بالکل یہ ٹائٹ ہوتا ہے باہر کی ہوا اندر نہیں جاسکتی وہ اتنا تیز رفتار ہوتا ہے چھ سو میل سات سو میل اگر باہر کی ہوا اس کے اندر جائے تو جہاز کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے شیشہ کی کھڑکیاں ہیں باہر نظر آتا ہے لیکن وہ سارا ٹائٹ ہوتا ہے ان میں سے ہوا نہیں آتی اب جس وقت بالکل ٹائٹ ہے اور اندر پائلٹ جو بیٹھا ہوا ہے جہاز چلانے والا اس کا رابطہ ہوتا ہے اس اڈے کے

ساتھ بھی جہاں سے وہ اڑا ہے اور اس اڈے کے ساتھ بھی جہاں اس نے اترنا ہے۔ یہاں سے اڑا ہے جہاں اترنا ہے بالکل وہ باتیں کرتا جاتا ہے سنتا جاتا ہے حالات پوچھتا جاتا ہے اور بتاتا جاتا ہے اس کا رابطہ ہوتا ہے اس لئے کوئی کسی قسم کی گڑ بڑ ہوجائے فوراً اطلاع دیتا ہے تو جو اس کے ریڈار ہیں جس کے ذریعے سے اندر بیٹھنے والے کو حالات معلوم ہوتے ہیں باتیں سنتے ہیں یہ ریڈار اس کے ہیں وہ ان پروں کے کناروں پر ہوتے ہیں یہ جو پریوں پھیلے ہوئے ہیں ان کے کناروں پر ہیں ادھر بھی اور ادھر بھی اب مشین جو لگی ہوئی ہے جس کے ذریعے سے باہر کی باتیں وہ اخذ کرتے ہیں باہر کی باتیں اخذ کرنے کے لئے جو مشین ہے وہ پر کے کنارے پر ہوتو وہ جس ذریعے سے سن رہا ہے وہ کان ہی تو ہوتا ہے اور کیا ہوتا ہے جس کے ذریعے سے سنا جائے وہ کان ہی تو ہوتا ہے تو گویا کہ یہ بھی اس کا کان ہے اور دونوں کانوں کے درمیان میں ستر باع فاصلہ تو اب بھی ہے ہوائی جہازوں میں بات سمجھے کہ نہیں؟ یعنی کان جو ہیں یہ سننے کا آلہ ہیں اور ان کے سننے کا آلہ جو ہوا کرتا ہے وہ ان پروں کی انتہا پر ہوتو ستر باع کا فاصلہ دونوں کانوں کے درمیان تو ہوگیا جس سے وہ باتیں سنتے ہیں اس لئے تاویل کے درجے میں موجودہ مشینری دور میں سمجھانے کے لئے یہ بات کہی جاسکتی ہے حقیقت حال اسی وقت معلوم ہوگی جب وہ دجال آجائے گا اور جس سواری پر سوار ہوکر آئے گا دیکھیں گے حقیقت حال اس وقت معلوم ہوگی سرور کائنات ﷺ کے ظاہری الفاظ پر ایمان ہے اسی درجہ میں جس درجہ کی روایت ہے اور ہم اس کو ظاہر پر ہی محمول کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں اسی ظاہری الفاظ کے مطابق جو مراد سمجھ میں آرہی ہے اللہ کی قدرت سے کوئی بعید نہیں کہ ایسا جانور پیدا کردے لیکن ہم کہتے ہیں حالات کے تحت اس کی یوں تاویل کرلی جائے تو گنجائش ہے اس تاویل کی مولانا مناظر احسن گیلانی نے سورہ کہف کی تفسیر کے اندر یہی تاویل لکھی ہے جو میں آپ کے سامنے بیان کررہا ہوں مولانا نے سورہ کہف کی تفسیر لکھی ہے اسی نقطہ کے تحت کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو سورہ کہف

پڑھے وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا تو اس سورہ کہف کو فتنہ دجال سے کیا مناسبت ہے اور اس سورت میں کیا باتیں ہیں جن کو فتنہ دجال کا علاج قرار دیا گیا ہے اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے۔

مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ کا تعارف

مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ نے جن کا تعارف میں آپ کے سامنے گاہے گاہے کروایا کرتا ہوں فاضل دیوبند ہیں سید انور شاہ صاحب کے شاگرد تھے فارغ ہونے کے بعد ان کو دیوبند میں ہی ''الرشید' القاسم رسالے نکلتے تھے درالعلوم کی طرف سے ان کو ان کا ایڈیٹر بنایا گیا بعد میں وہ حیدر آباد دکن یونیورسٹی میں منتقل ہوگئے تھے اسلامیات کے شعبہ میں سربراہ ہوئے اور وہاں سے وہ ریٹائر ہوئے بہت عظیم محقق آدمی تھے سوانح القاسمی انہوں نے لکھی ہے تین جلدوں میں دارالعلوم دیوبند سے شائع ہوئی ہے النبی الخاتم ان کی بہت ہی پیاری کتاب ہے اس طرح سے کئی ساری کتابیں انہوں نے لکھی ہیں وہ بہت عاشق مزاج اور بہت ہی محبت والے انسان تھے۔

جنت میں جوان ہو کے جائیں گے

مولانا منظور نعمانی صاحب اس وقت حیات ہیں دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے صدر ہیں انہوں نے ان کی کرامت بھی نقل کی ہے ان کی وفات کے بعد وہ کہتے ہیں کہ مولانا گیلانی بوڑھے ہوگئے تھے۔ تو جب کوئی بات ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ بس اب تو بوڑھے ہوگئے ہیں جوان ہو کے جنت میں جائیں گے اب تو جوان اسی وقت ہی ہوں گے جب جنت میں جائیں گے۔ جنت میں جوان ہو کے جائیں گے وہ اکثر یہ بات کہا کرتے تھے کہتے ہیں کہ ان کی کرامت سینکڑوں آدمیوں نے دیکھی کہ وہ گیلانی جو بڑھاپے کی وجہ سے نحیف کمزور ہڈیوں کی مٹھی جیسے کہ آخر میں بیماری میں انسان ہوجایا کرتا ہے جس وقت ان کی وفات ہوئی تو جنازہ کی حالت میں سینکڑوں لوگوں نے مشاہدہ کیا کہ مولانا کا بدن بالکل جوانوں جیسا ہوگیا سفید داڑھی بالکل سیاہ ہوگئی اور ایسے لگتا تھا

جیسے وہ تیس پینتیس سال کا جوان ہوتا ہے تو آنکھوں سے دیکھ لیا کہ یہ موت کیا تھی یہ تو جنت میں جانے کا ایک دروازہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دکھا دیا کہ وہ جوان ہوکر جارہے ہیں یہ بات مولانا منظور نعمانی جو دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے صدر ہیں انہوں نے لکھی ہے۔تو انہوں نے یہ تاویل ذکر کی ہے کہ تاویل کے درجہ میں یہ بات یوں سمجھی سمجھائی جاسکتی ہے کہ یہ گدھا وہ گدھا نہیں ہوگا جو گدھا گدھی کی نسل سے پیدا ہوتا ہے بلکہ یہ گدھا مشینی گدھا ہوسکتا ہے اور مشینی گدھا ہونے کے اعتبار سے اس کی رفتار بھی تیز ہوسکتی ہے کہ چالیس دنوں میں وہ ساری دنیا میں گھوم جائے اور اسی طرح سے اس کے کانوں کے درمیان بھی اتنا فاصلہ ہوسکتا ہے جتنا حدیث میں آیا ہے کہ ستر باع۔

دجال کی سواری کا صحیح مصداق

تو بہرحال یہ بات اس طرح سے سمجھی جاسکتی ہے سمجھنے میں آسانی ہے۔ باقی اس کا صحیح مصداق متعین اسی وقت ہی ہوگا جس وقت کہ وہ خبیث آئے گا پھر دیکھیں گے کہ اس کا گدھا کتنی ٹانگوں والا ہے کان کتنے لمبے لمبے ہیں اس وقت حقیقت سامنے آئے گی لیکن ان الفاظ کو سمجھنے کے لئے یہ تاویل کی جاسکتی ہے جس سے بات کا سمجھنا آسان ہوگیا

حضرت عیسیٰؑ کی سواری

باقی خر کا لفظ جو استعمال کیا گیا ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کی سواری کا جو جانور تھا وہ بھی خر ہی مشہور تھا خر عیسیٰ خر عیسیٰ یہ بطور محاورے کے آتا ہے گلستان میں بھی آپ نے پڑھا ہوگا خر عیسیٰ اگر مکہ برم چو باز آید ہنوز خر باشد کہ عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کو اگر مکہ لے جائیں تو جب واپس آئے گا تو گدھا ہی ہوگا تو عیسیٰ کی صحبت میں رہ کر مکہ جا کر اس میں کوئی تمیز نہیں آئے گی گدھے کا گدھا رہے گا خر عیسیٰ گر استم مکہ برم تو عیسیٰ علیہ السلام کی سواری کا جانور بھی خر ہی مشہور تھا اور دجال کی سواری کا جانور کا نام جو ہے وہ بھی گدھے حمار کے طور پر ہی سامنے آیا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دجال کا تقابل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مسیح کہلاتے ہیں اور یہ بھی مسیح الدجال ہے۔اور وہ بھی مسیح۔یہیں آ کر مغالطہ لگتا ہے یہود کو۔کہ وہ مسیح ہدایت کو مسیح ضلالت سمجھ گئے وہ سمجھے کہ پیشگوئی جو آتی ہے کہ ایک مسیح آئے گا وہ بڑا فتنہ پرداز ہوگا انہوں نے غلطی کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کو وہ مسیح بنا دیا اور ان کے دشمن ہوگئے اور یہ مسیح ضلالت کو اپنے لئے مسیح ہدایت اور نجات دہندہ سمجھیں گے یہ ہے ان کی گمراہی کا راز جبکہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے صحیح بات سمجھنے کی توفیق دی کہ مریم کا بیٹا جو مسیح ہے وہ مسیح ہدایت ہے اور یہ مسیح جو آئے گا بعد میں یہ مسیح دجال ہے یہ مسیح ضلالت ہے ہم نے مسیح ہدایت کو مسیح ہدایت سمجھا اور مسیح ضلالت کو مسیح ضلالت سمجھا ہمیں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے صحیح بات سمجھنے کی توفیق دے دی۔ یہود اس غلطی میں پڑ گئے وہ مسیح ہدایت کو مسیح ضلالت سمجھ گئے اور مسیح ضلالت کو مسیح ہدایت سمجھیں گے اس لئے پوری دنیا کا یہودی اس دجال کے پیچھے ہوگا اور سارے یہودی اس کے اردگرد ہوں گے یہ تو اس کی سواری کا تذکرہ تھا اس سوال کے جواب میں میں نے یہ بات ذکر کردی جو کسی عزیز نے پوچھا تھا کہ اس کی سواری کیا ہوگی۔

سورۃ کہف کی تلاوت اور فتنہ دجال سے حفاظت

تو اس ضمن میں یہ بات بھی آپ کے سامنے آ گئی کہ سورہ کہف سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دجال کے فتنہ کا علاج قرار دیا ہے اور ہر جمعہ اس کے پڑھنے کی تلقین کی ہے اور ایک روایت میں یہ حکم بھی فرمایا کہ جب وہ دجال آ جائے تو اس کے سامنے سورہ کہف کی آیات پڑھنا یہ اس کے فتنے کا علاج ہے تو جو یہ پڑھتا رہے گا اس کے فتنے سے بچے گا اس لئے جمعہ کے دن آپ حضرات کو چاہیئے عادت بنالیں جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کرلیا کریں کیونکہ دجالی تہذیب اور دجالی فتنہ جس کے آثار بڑی شدت کے ساتھ نمایاں ہوتے چلے جارہے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس فتنے سے

محفوظ رکھے یہ الفاظ کی برکت بھی ہوسکتی ہے اور اگر آپ اس کی تفسیر پڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جو اصول ذکر فرمائے ہیں اور ان اصولوں کو مدنظر رکھیں گے تو فتنہ دجال سے حفاظت بھی ہوجاتی ہے

روحانیت اور مادیت کا مقابلہ

اور ان اصولوں کو اگر دیکھنا ہو کہ وہ کون سے اصول ہیں جو سورہ کہف نے بتائے ہیں اور ان کو کس طرح سے دجال کے فتنے کا علاج قرار دیا گیا ہے اس بارے میں آپ کو وہی مولانا مناظر احسن گیلانی کی تفسیر کا مطالعہ کرنا ہوگا ساری کی ساری بات سامنے آجاتی ہے یہ حضرت مولانا کی کتاب بھی ہے اور ابو الحسن علی ندوی زید مجدہم جو اس وقت حیات ہیں ندوۃ العلماء کے مہتمم ان کی بھی کتاب ہے جو انہوں نے روحانیت اور مادیت کے مقابلہ کے عنوان کے ساتھ سورہ کہف کی تفسیر لکھی اور یہ عنوان میں نے پچھلے بیان میں اختیار کیا تھا کہ اصل کے اعتبار سے یہ مقابلہ روحانیت اور مادیت کا ہوگا مادیت کے اسباب سب سے زیادہ دجال کو حاصل ہوں گے اور ان کے مقابلہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت آئے گی اور اس مقابلہ میں روحانیت نے مادیت کے اوپر غالب آنا ہے یاد ہوگا آپ کو پچھلے بیان میں میں نے آپ کے سامنے یہ بات واضح کی تھی روحانیت کے مقابلہ میں مادیت شکست کھا جائے گی تو یہ تھا اس سوال کے جواب کے طور پر میں نے وضاحت کردی ساتھ یہ بات آگئی سورہ کہف کی تلاوت اس کا یاد کرنا اس کو آپ لازم پکڑیں ویسے آپ کی ترغیب کے لئے عرض کررہا ہوں کہ میں نے جس وقت سے مشکوٰۃ پڑھی تھی یعنی آج سے چوالیس سال پہلے جب مشکوٰۃ پڑھی تھی اور فضائل قرآن کے اندر یہ فضیلت میں نے دیکھی تھی تو میں حافظ نہیں ہوں لیکن میں نے سورہ کہف اس وقت یاد کی اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے چوالیس سال سے میرا معمول ہے کہ جمعہ کے دن پڑھتا ہوں سورہ کہف بات سمجھے۔ اس لئے آپ حضرات کو بھی چاہئے ناغہ بھی کبھی ہوجاتا ہے سفر میں ہوں موقع نہیں ملتا لیکن اکثر و بیشتر میں اس کا ناغہ نہیں کرتا اور تقریباً

اس کی پابندی کرتا ہوں جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھتا ہوں آپ حضرات بھی اس کو معمول بنالیں اوراس کی تفسیر کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ علمی انداز میں اس فتنے کا جو علاج ہے وہ آپ کی سمجھ میں آئے کہ دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوگا اور جب اس کو پتہ چلے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام اتر آئے تو اسی وقت ہی وہ حوصلہ چھوڑ دے گا کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت کے تحت مادی اسباب نے شکست وریخت کا شکار ہوجانا ہے جتنا الیکٹرونکس کا سلسلہ ہے عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت کے مقابلہ میں سارے کا سارا نیست و نابود ہوجائے گا۔

دجال کی موت اور یہودیت کا خاتمہ

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر سننے کے بعد اس پر غم طاری ہوگا وہ یوں پگھلنا شروع ہوجائے گا جس طرح سے نمک کا ڈلہ اگر پانی میں ڈال دیں تو جس طرح سے نمک پگھلتا ہے دجال اس طرح غم کے مارے پگھلے گا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر سن کے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام اس کا پیچھا نہ بھی کریں تو اسی غم میں وہ مرجائے گا خوف و ہیبت کے ساتھ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا قتل مقدر کیا ہوا ہے عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کریں گے اور اپنے نیزے میں اس کا لگا ہوا خون دکھائیں گے کہ دیکھو یہ دجال کا خون ہے میں نے اسے قتل کردیا ہے تو جس وقت یہ دجال قتل ہوگا تو یہودیت کے اوپر زوال آجائے گا پھر کوئی یہودی زندہ نہیں بچے گا وہ سارے کے سارے مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوجائیں گے حتیٰ کہ اگر پتھر کے پیچھے چھپا ہوا ہوگا تو پتھر کہے گا **یا مسلم خلفی یہودی اقتلہ** درخت کے پیچھے چھپا ہوگا تو درخت کہے گا **یا مسلم خلفی یہودی اقتلہ** کہ جس کا مطلب یہ ہے کہ نہ کسی درخت کے پیچھے پناہ ملے گی نہ انہیں کسی پتھر کے پیچھے پناہ ملے گی یہ نیست و نابود کردیئے جائیں گے اور سب قتل ہوجائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اسباب پیدا ہورہے ہیں کہ سارے کا سارا یہودی اسرائیل میں اکٹھا ہورہا ہے دنیا سے آآ کے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے قتل کے لئے

ساری دنیا کا چکر نہیں لگانا پڑے گا کہ جس طرح سے چیونٹیاں ایک جگہ اکٹھی ہوجائیں تو چونٹی مار پوڈر ڈال دیں تو وہیں ساری مرجاتی ہیں ان کا بھی یہی حال ہورہا ہے کہ ساری دنیا سے اکٹھے ہوہو کے اسرائیل میں جمع ہورہے ہیں اور ان شاء اللہ یہیں سب مریں گے اور عیسائی جو ہیں یہ مسلمان ہوجائیں گے کیونکہ جب عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں گے اور ان کو یقین ہوجائے گا کہ یہ واقعی عیسیٰ علیہ السلام ہیں جس پر ہم ایمان رکھتے ہیں تو یہ سارے کے سارے مسلمان ہوجائیں گے۔ یہودی ختم ہوجائیں گے۔ اس لئے دین واحد ہوجائے گا پوری دنیا کے اوپر صرف اسلام ہوگا دوسرا دین باقی نہیں بچے گا تو یہ ہے وہ وقت جس وقت پوری کی پوری روئے زمین کے اوپر دین واحد ہوگا جو حدیث میں پیشگوئی آتی ہے وہ اس وقت پوری ہوگی جب یہ دجال بھی قتل ہوگا اس کے ساتھ سب یہودی بھی قتل ہوں گے اور عیسائی سارے کے سارے مسلمان ہوجائیں گے عیسائیت باطل ہوجائے گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ کو ختم کریں گے ۔

خنزیر کی حلت کسی دین سماوی میں نہیں

خنزیر کی حلت یہ دین میں تحریف ہے عیسائیوں کی طرف سے جو انہوں نے خنزیر کو حلال قرار دے دیا۔ ورنہ خنزیر پورے ادیان سماویہ میں حرام جانور ہے یہ حلال نہیں ہے تو عیسائیت کے اندر جو تحریفات ہوئی ہیں ان تحریفات میں سے ایک تحریف یہ بھی ہے کہ انہوں نے خنزیر کو حلال کرلیا اس لئے بہت شوق سے بہت کثرت سے کھاتے ہیں تو عیسیٰ علیہ السلام اس خنزیر کو بھی قتل کردیں گے اور جب دین واحد ہوجائے گا اور کفر رہے گا ہی نہیں تو پھر جہاد بھی ختم ہوجائے گا۔

حضرت عیسیٰؑ کی آمد کے بعد کے حالات

اس لئے حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو ان کے زمانے میں جہاد ختم ہوجائے گا۔ جہاد کے ختم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کوئی ایسا رہے گا نہیں جس

کے خلاف جہاد کریں سارے کے سارے دین واحد پر ہوجائیں گے تو جہاد بھی ان کے دور میں ختم ہوجائے گا جزیہ کا مسئلہ بھی اس دور میں ختم ہوجائے گا کیونکہ جزیہ ہو یا جہاد ہو یہ کفر کے وجود کو چاہتا ہے کافر موجود ہوں گے تو جزیے کا مسئلہ آئے گا کافر موجود ہوں گے تو جہاد کا مسئلہ آئے گا تو جذیے کو بھی موقوف کردیں گے جہاد کو بھی موقوف کردیں گے اور اسکے بعد یہ حکومت بالکل اسی طرح سے ہوگی جس طرح سے ایک دور نبوت ہوتا ہے عادلانہ حکومت ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکات کا ظہور بہت کثرت سے ہوگا زمین اپنی برکتیں نکالے گی آسمان وقت پر بارش برسائے گا تو رزق کی اتنی فراوانی ہوجائے گی جس طرح سے میں نے آپ کے سامنے ذکر کیا کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جانور دودھ اتنا دینے لگ جائیں گے کہ ایک ایک بکری پورے خاندان کے لئے اور ایک ایک گائے پورے قبیلے کے لئے کافی ہوگی اتنا دودھ دیں گے اور نباتات اتنی بن جائیں گی کہ انار کی مثال حضور ﷺ نے دی ہے کہ ایک انار اس کے اندر کے دانے نکالنے کے بعد **یستظلون بقحفها** کہ اس کے چھلکے کو کھڑا کر کے سائبان کا کام لیں گے اور اس کے سائے میں بیٹھیں گے اتنے بڑے بڑے انار ہوجائیں گے غالبًا میں نے پچھلے بیان میں کدو کا ذکر کیا تھا اب یہ سارے کے سارے آثار صحیح ہوگئے تو پھر یہ برکتیں ساری کی ساری ہوں گی اور درجہ بدرجہ اسی طرح سے پھر وہ حکومتیں چلی جائیں گی حضرت سید انور شاہ صاحب کی تحقیق کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کو نبوت چالیس سال کی عمر میں ملی اور نبوت کے ملنے کے بعد چالیس سال دنیا میں زندہ رہے اسی سال ہوگئے اور جب وہ اتریں گے آسمان سے تو اسی سال کے ہی ہوں گے وہاں جانے کے بعد تغیر و تبدل نہیں آئے گا جیسے حدیث میں آتا ہے کہ جب آپ لوگ جنت میں جائیں گے تو ایسے جوان ہوں گے جیسے بتیس تینتیس سال کا ہوتا ہے تو **الوفها اربعها** سال گزر جائیں گے لیکن آپ ایسے رہیں گے جیسے بتیس تینتیس سال کا جوان ہوتا ہے اس میں کوئی تغیر نہیں آئے گا تو عیسیٰ علیہ السلام میں بھی کوئی تغیر

نہیں آئے گا تو جب وہ اتریں گے تو اسی سال کے ہی ہوں گے اور اس دنیا میں آنے کے بعد پھر انہوں نے چالیس سال اس دنیا میں ٹھہرنا ہے سات سال ان کا دور حضرت مہدی کے ساتھ ہے اور تینتیس سال حضرت مہدی کے بعد ہے تو یہ جو لوگ عام طور پر ذکر کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی عمر چالیس سال ہوگی جب وہ اتریں گے تو تینتیس سال کے ہوں گے سات سال یہاں رہیں گے چالیس سال کی عمر میں وفات پا جائیں گے جیسے بعض تفسیروں کے اندر یہ روایتیں نقل کی گئی ہیں یہ لوگوں کو مغالطہ لگا ہے چالیس سال کا چالیس سال یہ نزول کے بعد زمینی عمر ہے جو وہ چالیس سال یہاں گزاریں گے سات سال حضرت مہدی کے ساتھ اور تینتیس سال علیحدہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دنیا سے اٹھائے گئے تھے تو انہوں نے شادی نہیں کی تھی ان کو شادی کی نوبت نہیں آئی تھی تو پھر جب آئیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ شادی بھی کریں گے ان کی اولاد بھی ہوگی بعد میں وفات پائیں گے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی قبر بنے گی چنانچہ جہاں حدیث میں اس بات کو ذکر کیا گیا وہاں ساتھ یہ بھی ہے کہ اس حجرے میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ کا روضۂ اطہر پر سلام پیش کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا

اور وہ روایت جو حضرت تونسوی صاحب نے آپ کو سنا دی تھی کہ آسمان سے اتر کر معلوم یوں ہوتا ہے کہ جنگوں سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ آئیں گے دجال کو قتل کرنے کے بعد کیونکہ ان کا نزول تو ہوگا دمشق میں شام کے اندر اور اس وقت دجال کے مقابلہ میں صف بندی ہوئی ہوگی اتر کر لڑائیوں میں مصروف ہو جائیں گے تو فتح پانے کے بعد وہ مدینہ منورہ آئیں گے صحیح روایت تونسوی صاحب آپ کو بار بار پڑھ کر سنایا کرتے ہیں سید انور شاہ صاحب نے بھی یہ رویت اپنی کتاب میں لکھی ہے۔ وہ کتاب اپنے ہاں بھی موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر آئیں گے اور آ کر مجھے

سلام کہیں گے اور میں ان کا سلام سنوں گا اور ان کے سلام کا جواب دوں گا حضرت تونسوی صاحب یہ روایت پیش کرتے رہتے ہیں تو یہ ہے درود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا۔ پھر آہستہ آہستہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد وہ فسق و فجور نافرمانی جس طرح سے پچھلی تاریخ میں ہے پھر شروع ہوتی چلی جائے گی ہوتی چلی جائے گی ہوتی چلی جائے گی۔ خیر مٹتی چلی جائے گی پھر ایک وقت آجائے گا جس وقت دنیا کے اوپر کوئی اللہ اللہ کہنے والا اور اللہ کا نام لینے والا نہیں ہوگا یعنی صحیح عقیدے والا مسلمان آدمی مومن آدمی کوئی نہیں رہے گا سارے کے سارے ختم ہوجائیں گے ایک وقت ایسا آئے گا وہ وقت ہوگا جس کے بعد دنیا کے ختم ہونے کے آثار شروع ہوجائیں گے کعبۃ اللہ اٹھا لیا جائے گا قرآن کریم کے نقوش ختم ہوجائیں گے جب تک اس زمین کے اوپر اللہ اللہ کہنے والے صحیح العقیدہ لوگ موجود ہیں اس وقت تک اس زمین کے اوپر قیامت نہیں آئے گی کائنات محفوظ ہے۔

دنیا کی بقاء علماء کی وجہ سے

حدیث شریف میں آتا ہے فضائل علم کے اندر آپ پڑھتے ہیں کہ عالم آدمی کے لئے پرندے بھی دعا کرتے ہیں ہوا میں اڑتے ہوئے۔ مچھلیاں بھی دعا کرتی ہیں پانی کے اندر۔ اور چیونٹیاں بھی استغفار کرتی ہیں عالم کے لئے اپنے بلوں کے اندر۔ یہ لفظ حدیث میں ہیں جس روایت میں وہ لفظ آتا ہے **العلماء ورثۃ الانبیاء** اس میں یہ ہے کہ ان کے لئے پرندے ہوا میں وہ بھی استغفار کرتے ہیں۔ مچھلیاں پانی میں وہ بھی استغفار کرتی ہیں اور ان کے لئے دعائیں کرتی ہیں اور چیونٹیاں اپنی اپنی بلوں میں وہ بھی ان کے لئے دعائیں کرتی ہیں علماء کے لئے جو انبیاء کے وارث ہیں ان کے لئے یہ کائنات کی ساری چیزیں دعائیں کرتی ہیں اور یہ دعائیں کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے شعور میں یہ بات داخل ہے کہ اگر ہم بھی باقی ہیں اڑتے پھرتے ہیں اور یہ بہاریں دیکھتے پھرتے ہیں تو یہ برکت صرف اہل علم کی ہے جس دن

یہ اہل علم ختم ہوجائیں گے دین صحیح ختم ہوجائے گا نہ پرندوں کو ہوا میں اڑنے کا موقع ملے گا نہ مچھلیوں کو پانی میں رہنے کا موقع ملے گا اور نہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں محفوظ رہیں گی پھر یہ یکدم سب ٹوٹ پھوٹ کے ساری دنیا برباد ہوجائے گی پرندے بھی گئے چیونٹیاں بھی گئیں مچھلیاں بھی گئیں سب ختم ہوجائیں گے تو ان کو یہ شعور اللہ نے دیا ہوا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اس عالم کا بقاء اگر ہے تو اہل علم کے ساتھ ہے اگر اہل علم ختم ہوگئے تو دنیا ختم ہوجائے گی بس یوں سمجھ لیجئے کہ دین صحیح اور عقیدہ صحیح یہ علماء کی برکت سے باقی ہے علماء نہیں ہوں گے دین صحیح باقی نہیں رہے گا عقیدہ صحیح باقی نہیں رہے گا تو یہ ایسے ہوگا جس طرح سے ہماری شخصی موت ہم زندہ ہیں ہمارے ہاتھ پاؤں آپس میں جڑے ہوئے صحیح کام کررہے ہیں یہ برکت ہے اس روح کی جو ہمارے بدن میں باقی ہے تو نوے نوے سال آپ رہ جاتے ہیں سوسو سال رہ جاتے ہیں ہاتھ بھی ٹھیک ہیں پاؤں بھی ٹھیک ہیں آنکھیں بھی ٹھیک ہیں کان بھی ٹھیک ہیں سب کچھ ٹھیک ہے لیکن جس وقت اندر سے روح نکل جاتی ہے تو روح نکلنے کے بعد جیسے جیسے وقت گزرتا ہے ساتھ ہی گوشت بکھرنا شروع ہوجاتا ہے جوڑ کھلنے شروع ہوجاتے ہیں آنکھیں اپنی جگہ بے کار ہوگئیں کان اپنی جگہ بے کار ہوگئے بال علیحدہ جھڑ گئے ٹکڑے ٹکڑے ہوکے ریزہ ریزہ ہوجاتا ہے انسان روح نکل جانے کے بعد۔اسی طرح سے عالم دنیا کی روح صحیح دین صحیح عقیدہ اور اللہ کا نام ہے اس دنیا کی روح یہ چیز ہے جب تک یہ روح باقی رہے گی ساری کائنات منظّم طریقے سے چل رہی ہے اور جس وقت یہ روح نکل جائے گی اس روح نکلنے کے بعد پھر اس کائنات کا وہی حال ہوگا جیسی شخصی روح نکل جانے کے بعد ہمارا بدن ذرہ ذرہ ہوکر بکھر جاتا ہے اس عالمی روح نکل جانے کے بعد اس جہان کے اوپر بھی یہی اثرات طاری ہوں گے اس لئے اس جہان کی روح جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے اللہ کا ذکر ہے اللہ کے نام اور ذکر سے مراد ہے اللہ کے اوپر صحیح ایمان کیونکہ ذکر بھی وہی معتبر ہے جو صحیح ایمان سے ہو اور اللہ کا نام لینا بھی وہیں معتبر ہے جو صحیح ایمان

سے ہو اور ایمان اگر باقی ہے اسی قرآن کے صدقے باقی ہے اور قرآن والوں کے صدقے باقی ہے قرآن پڑھتے ہیں آپ لوگ قرآن باقی ہے اس کی برکت سے ایمان باقی ہے اس لئے آپ کا وجود یعنی اہل علم کا وجود جو صحیح علماء ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین کو صحیح سمجھ کر صحیح اشاعت کرتے ہیں دنیا کی بقاء کا مدار یہ لوگ ہیں جس دن یہ ختم ہو جائیں گے صحیح دین ختم ہو جائے گا صحیح عقیدہ ختم ہو جائے گا اور صحیح طریقے کے ساتھ اللہ کا نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا تو یوں سمجھو کہ کائنات کی روح نکل گئی روح نکلنے کے بعد پھر اس کے باقی رہنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی پھر یہ ریزہ ریزہ ہو جائے گی تو حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کوئی ایک آدمی صحیح طریقے سے اللہ اللہ کہنے والا موجود ہو لیکن اس اللہ کے ذکر سے مراد ہے صحیح ایمان کے ساتھ ذکر کیونکہ اگر صحیح ایمان نہ ہو تو ذکر کا کوئی فائدہ نہیں تو دنیا فنا اس طرح سے ہوگی اہل علم کے ختم ہونے کے بعد اور کائنات کو اللہ تعالیٰ نے چونکہ یہ شعور دیا ہے اس لئے وہ سارے کے سارے اہل علم کے لئے دعائیں کرتے ہیں کہ یہی تو ہیں کہ جن کی برکت سے آسمان سے پانی برستا ہے۔ یہی تو ہیں جن کی برکت سے زمین سے نباتات پیدا ہوتی ہیں اور جس کے ساتھ پرندے بھی پلتے ہیں چیونٹیاں بھی پلتی ہیں مچھلیاں بھی پلتی ہیں پوری کائنات اس سے فائدہ اٹھاتی ہے تو دین کو باقی رکھنے کے لئے جس شخص کو بھی اللہ نے استعمال کر لیا یوں سمجھو کہ وہ پورے عالم کی بقاء کا ذریعہ ہے اس وقت پھر قیامت آئے گی

جب سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا

اور بالکل قیامت کے قریب جا کے یہ دو علامتیں ظاہر ہوں گی جن کے متعلق میں نے قرآن کریم کی دو آیتیں پڑھیں ایک آیت ہے جس میں ذکر کیا گیا کہ جس وقت اللہ کی بعض آیات آ جائیں گی تو **لا ینفع نفسا ایمانہا لم تکن آمنت من قبل اوکسبت فی ایمانہا خیرا** جب اللہ کی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں آ جائیں گی

تو اس وقت کسی نفس کو ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو اور کسی آدمی کو کسب خیر فائدہ نہیں دے گا جس نے پہلے کسب خیر نہ کیا ہو تو اس کی وضاحت قرآن کریم میں حدیث میں اس کی تعیین کردی کہ اس بعض آیات سے مراد ہے سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا یہ ہے بعض آیات کا مصداق اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت یہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا تو یہ دروازہ بند ہو جائے گا اور اس کے بعد کافر کفر سے توبہ کرے گا توبہ قبول نہیں اور کوئی شخص کسی گناہ سے توبہ کرے گا تو یہ قبول نہیں اس لیئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ توبہ جلدی جلدی کرلو توبہ اس وقت تک قبول ہے۔ جب تک کے سورج مغرب کی طرف سے طلوع نہیں ہوتا جس وقت سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا اس وقت سے توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا مغرب کی طرف سے طلوع کی صورت کیا ہوگی تو حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ سرور کائنات ﷺ نے ابوذر سے کہا۔ اے ابوذر تجھے پتہ ہے یہ سورج کہاں جاتا ہے تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا **اللّٰہ و رسولہ اعلم** آپ نے فرمایا کہ یہ سورج اللہ کے عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے سجدہ کرنے کے بعد یہ طلوع کی اجازت لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو طلوع کی اجازت دیتے ہیں پھر یہ مشرق کی طرف سے طلوع کرتا ہے ایک وقت آئے گا جب اللہ اس کو مشرق کی طرف سے طلوع کی اجازت نہیں دیں گے بلکہ کہیں گے **ارجعی من حیث جئت** جدھر سے آیا ہے ادھر کو لوٹ تو پھر وہ واپس یوں آئے گا جیسے مغرب کی طرف سے چڑھتا ہوا معلوم ہوگا اور مغرب کی طرف سے چڑھتا ہوا وسط آسمان تک آئے گا جیسے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے پھر بدستور اس کا چلنا شروع ہو جائے گا جس طرح سے چلتا ہے یہ علامت ہوگی اس بات کی کہ اس عالم کے لئے اب جان کنی کا وقت شروع ہو گیا ہے جس طرح سے ہمیں جان کنی شروع ہو جائے غرغرہ کی کیفیت ہو جائے ایسے وقت میں نہ کلمہ پڑھنا معتبر، نہ توبہ کرنا معتبر، تو گویا کہ اس وقت اس عالم کے اوپر جان کنی کی کیفیت طاری ہو جائے گی اس کے بعد کسی کا ایمان لانا معتبر نہیں کسی

کی توبہ کرنا معتبر نہیں آج اللہ نے یہ موقع دیا ہوا ہے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ اول تو گناہ کرنے سے غلطی کرنے سے بچو جہاں تک بچ سکتے ہو

گناہ کا مدار اخفاء پر ہے

اللہ تعالیٰ نے آپ کے ارد گرد پہرے دار بٹھا کر آپ کو تنبیہ کی ہے کہ (دیکھو گناہ کا مدار یہ بات سمجھنے کی ہے) گناہ کا مدار ہے اخفاء پر اگر کسی شخص کو یہ پتہ چل جائے کہ میرا گناہ لوگوں کو پتہ چل جائے گا نمایاں ہو جائے گا تو گناہ نہیں کرتا گناہ جب کرتا ہے تو اس کا خیال یہ ہوتا ہے کہ کسی کو پتہ نہیں چلے گا دروازے بند کر لئے رات کا اندھیرا تجویز کر لیا کوئی اور ایسی صورت بنالی تو چھپ چھپا کے گناہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو انسان کے ذہن میں یہ پڑا ہوا ہے۔ کہ اخفاء کے جذبے کے ساتھ یہ گناہ کرتا ہے اگر اس کو پتہ چل جائے کہ میرا یہ جرم لوگوں کے سامنے نمایاں ہو جائے گا تو پھر انسان ڈرتا ہے اس لئے روشن دان بند کرے گا کھڑکیاں بند کرے گا دروازے بند کرے گا رات کی تاریکی اختیار کرے گا اپنے طور پر وہ ایسی جگہ تلاش کرے گا جہاں دیکھنے والا کوئی نہ ہو تو گناہ جب کرتا ہے انسان تو چھپ چھپا کر کرتا ہے

انسانی حالات ریکارڈ کرنے کا نظام الٰہی

اور اللہ تعالیٰ نے انسان کی اس گمراہی کو دور کرنے کے لئے اپنی کتاب میں بار بار اس بات کو ذکر کیا ہے کہ تم چھپ نہیں سکتے یہ خیال کر لو تم چھپ نہیں سکتے تمہارے ساتھ ہر وقت فرشتے لگے ہوئے ہیں جو تمہارے عمل کو لکھتے ہیں وہ لکھا ہوا کل کو سامنے آجائے گا یہ زمین جس کے اوپر بیٹھ کے تم گناہ کرتے ہو اس میں سب کچھ ریکارڈ ہوتا جا رہا ہے اور اب یہ بات سمجھنی کوئی مشکل نہیں رہی یعنی پہلے جو تھا قرآن کریم میں ہے **یومئذ تحدث اخبارھا** جس دن یہ زلزلہ آئے گا یہ زمین اپنی خبریں بیان کرے گی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں پتہ ہے زمین کی خبریں کیا ہیں؟ فرمایا کہ زمین کی

خبریں یہی ہیں کہ زمین کا ٹکڑا بیان کرے گا کہ اس نے میرے اوپر نماز پڑھی تھی زمین کا ٹکڑا یہ بتائے گا کہ اس نے میرے اوپر زنا کیا تھا زمین کا ٹکڑا بتائے گا کہ میرے اوپر بیٹھ کر جھوٹ بولا تھا زمین کا ٹکڑا بتائے گا کہ میرے اوپر اس نے سجدہ کیا تھا میرے اوپر بیٹھ کر اس نے تلاوت کی تھی اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ آپ کرتے ہیں زمین کے اوپر بیٹھ کر وہ سب زمین میں ریکارڈ ہوتا جا رہا ہے بظاہر دیکھنے میں آپ کو زمین بے جان چیز نظر آتی ہے یہ کیسٹ بھی تو بے جان ہے لیکن اس میں سب کچھ ریکارڈ ہو رہا ہے تو یہ زمین میں بھی ریکارڈ ہو گیا اب آپ گناہ کیجئے تو زمین پر نہ کیجئے کہ کسی اور جگہ جا کر کیجئے ورنہ یہاں وہ ساری کی ساری فلم بن رہی ہے زمین پر اگر گناہ کرو گے تو فلم بن رہی ہے جب چاہیں گے آپ کو دکھا دی جائے گی اور پھر یہ بھی ہمیں بتایا گیا کہ تمہارے اعضاء جو ہیں یہ مستقل ریکارڈنگ مشین ہیں ہاتھ سے جو کچھ کر رہے ہیں وہ ہاتھ میں ریکارڈ ہوتا جا رہا ہے آنکھ سے جو کچھ دیکھ رہے ہو وہ آنکھوں میں ریکارڈ ہوتی جا رہی ہے کان سے جو کچھ سن رہے ہو وہ کان میں ریکارڈ ہوتا جا رہا ہے بدن کے ساتھ جو کچھ کرتے ہو پاؤں کے ساتھ چل کے جاتے ہو پاؤں میں ریکارڈ ہوتا جا رہا ہے تو جب اللہ چاہے گا تمہاری زبان کو بند کر دے گا اور باقی اعضاء سے کہا جائے گا کہ بولو تو آنکھ بتائے گی کہ یہ بدنظری کیا کرتا تھا بری نگاہ سے دیکھا کرتا تھا فلمیں دیکھا کرتا تھا یہ عورتوں کو تاڑتا تھا یا یہ قرآن کریم کی تلاوت کرتا تھا تو قرآن کو دیکھتا تھا بیت اللہ کو دیکھتا تھا آنکھ کی جتنی بھی دیکھی ہوئی چیزیں ہیں ساری فلم کی طرح سامنے آجائیں گی کان سے جو کچھ سنا ہے سب کچھ سامنے آجائے گا ہاتھوں سے جو کچھ کیا ہے سب کچھ سامنے آجائے گا چھپ کے جاؤ گے کہاں زمین کو چھوڑ کے آپ کہیں نہیں جا سکتے اپنے بدن سے علیحدہ ہو کے آپ کہیں نہیں جا سکتے۔ فرشتوں کی نگاہ سے آپ نہیں بچ سکتے اور اللہ کا علم محیط ہے تو یہ ساری کی ساری باتیں ذہن میں اس لئے ڈالی گئی ہیں اگر آپ ان باتوں کو یاد کریں گے تو آپ کے ذہن کے اندر یہ بات راسخ ہو جائے گی کہ ہم چھپ

کے گناہ نہیں کر سکتے کہیں بھی ہم کریں گے جہاں بھی کریں گے ہمارا سارے کا سارا ریکارڈ مرتب ہو کے معلوم نہیں کب کھل کے اور کس وقت سامنے آ جائے گا۔ اگر یہ بات ذہن کے اندر بیٹھ جائے تو پھر خلوت اور جلوت میں فرق نہیں رہ سکتا خلوت میں پھر انسان وہی کام کرتا ہے جو جلوت میں بھی کر سکتا ہو پھر یہ چھپ چھپ کے گناہ کرنے کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے اگر یہ ذہن کے اندر بیٹھ جائے کہ ہماری کوئی حرکت چھپی نہیں رہے گی سب ریکارڈ میں آئے گی تو گناہ سے بچانے کے لئے اللہ نے یہ ساری باتیں بتائیں اور اس کے ساتھ ساتھ پھر بھی انسان اگر اپنی کمزوری کی بناء پر کر بیٹھتا ہے تو اس کا بہت بڑا انعام ہے کہ اس نے توبہ کی گنجائش رکھی اور بہت ترغیب دی کہ تم معذرت کرو تم توبہ کرو اللہ تعالیٰ قبول کرلے گا اور جس وقت یہ غرغرہ کی کیفیت شروع ہو جائے یا جس وقت یہ طلوع شمس من المغرب ہو جائے گا اس کے بعد توبہ کی گنجائش نہیں رہے گی نہ غرغرہ کے بعد نہ طلوع شمس کے بعد اس لئے جان کنی سے پہلے پہلے توبہ کرلو اور اس وقت کے آنے سے پہلے پہلے توبہ کرلو۔ ورنہ توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا ایک تو یہ ہے بعض آیات کا مصداق طلوع شمس من المغرب سورج اللہ کی اجازت کے ساتھ حرکت کرتا ہے اللہ کی اجازت کے تحت پہلے اس کی حرکت یوں تھی ایک وقت آئے گا کہ اللہ کے حکم کے تحت اس کی حرکت قہقری ہو جائے گی جدھر سے آیا ہے ادھر کو لوٹے گا اور یہ نمایاں ہو کے پھر اللہ کی اجازت سے اسی طرح چلنا شروع ہو جائے گا ہر وقت اللہ کے عرش کے نیچے سجدہ ریز ہے جس طرح سے قرآن کریم میں ہے درخت کیا چوپائے کیا پہاڑ کیا جو کچھ بھی ہے سب اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہیں یعنی اس کے حکم کے تابع ہیں تو سورج بھی ہر وقت اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہے اللہ کی اطاعت کے تحت ہی یہ چلتا ہے اللہ کے فرمان کے تحت یہ چلتا ہے جس رخ پہ اللہ چلائے یہ چلے گا جس وقت اس کا رخ بدلنا چاہیں گے رخ بدل جائے گا ایک تو یہ علامت یہ بالکل قیامت کے قریب جا کر پیش آئے گی۔

قیامت کے قریب ایک عجیب جانور نکلے گا

اور دوسری علامت جو میں نے دوسری آیت پڑھی تھی **اذا وقع القول علیہم اخرجنا لہم دابۃ من الارض** یہ **دابۃ الارض** بھی قیامت کے قریب جا کے نشانی پیش آئے گی قرآن کریم میں تو اتنا ہی آیا ہے کہ ہم زمین سے ایک دابہ نکالیں گے دابہ کہتے ہیں چلنے والی چیز کو جس کو آپ آج کل چوپایہ کہہ لیجئے جانور کہہ لیجئے وہ عجیب الخلقت دابہ ہوگا جو زمین سے نکلے گا اور وہ زمین سے نکلنے کے بعد لوگوں سے باتیں کرے گا اور وہ اللہ کی جانب سے یہ بات کہے گا کہ تم ہماری نشانیوں پر یقین نہیں لاتے تھے اب میں آ گیا ہوں اور میرے ساتھ نشانی اتنی نمایاں ہو کے آ گئی کہ اب ممکن نہیں کہ لوگ یقین نہ لائیں لیکن اس وقت یقین لانے کا کوئی فائدہ نہیں وہ دابہ کیا ہوگا اس کی کیا کیفیت ہوگی قرآن میں اور صحیح روایات میں اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں کہ وہ زمین سے ایک دابہ نکلے گا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صفا پہاڑ پھٹے گا مکہ مکرمہ میں وہاں سے نکلے گا مکہ کی سرزمین سے نکلے گا وہ عجیب دابہ ہوگا ایسا جانور کسی نے دیکھا ہی نہیں کوئی نیا جانور ہوگا ایک عجیب الخلقت ہوگا اور پھر وہ باتیں کرے گا لوگوں سے اور باتیں کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے سامنے یہ بات آ جائے گی کہ ہم تو اللہ کی نشانیوں پر یقین نہیں لاتے تھے لیکن یہ ایسی نشانی سامنے آ گئی جس کے انکار کرنے کی گنجائش ہی نہیں وہ دابہ کیا کرے گا کیا نہیں کرے گا اس بارے میں کسی صحیح روایت کے اندر کوئی تفصیل نہیں آئی چنانچہ جو ہمارے اکابر کی تفسیریں ہیں ان کے اندر بات اتنی لکھی ہے بس قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے قریب ایک دابہ نکلے گا جو ایسی قطعی نشانی ہوگی اللہ کی قدرت کی کہ اس کے بعد انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہے گی ہوگا وہ دابہ نکلے گا زمین سے کسی جانور کی نسل سے نہیں ہوگا اور وہ لوگوں سے باتیں کرے گا باقی اسرائیلیات میں اور دوسری قسم کی کمزور روایتوں میں بہت ساری باتیں ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا یہ ہوگا وہ ہوگا اس کے پاس موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا عیسیٰ علیہ السلام والی انگوٹھی ہوگی

مؤمن کی پیشانی پر نشان لگائے گا تو سارا اس کا چہرہ روشن ہوجائے گا کافر کی گردن پر نشانی لگائے گا سارا اس کا چہرہ سیاہ ہوجائے گا لیکن یہ باتیں صحیح روایات کے اندر نہیں ہیں اور اس طرح سے مدارک نے بڑی تفصیل لکھی ہے کہ وہ عجیب الخلقت ایسا ہوگا کہ اس کا منہ میل جیسا ہوگا دم فلاں چیز جیسی ہوگی کھر ایسے ہوں گے یہ سب باتیں ایسی ہیں جو کسی صحیح روایت کے اندر نہیں ہیں قرآن اور حدیث سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین سے ایک دابہ نکالیں گے اور وہ قرب قیامت کیا بلکہ قیامت کے اتصال کی علامت ہوگی اور ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ یہ دونوں علامتیں خروج دابہ اور طلوع شمس من المغرب یہ دونوں متصل ہیں اگر پہلے دابہ نکل آیا تو متصل سورج مغرب سے نکل آئے گا اگر پہلے طلوع شمس من المغرب ہوگیا تو متصل دابہ ظاہر ہوجائے گا تو قرآن کریم کی دو آیتیں جو دو علامتیں بیان کررہی ہیں جو آپ کے سامنے ذکر کیں قیامت کے قریب جا کہ یہ علامتیں بھی ظاہر ہوں گی

جب اللہ کا نام لینے والا کوئی نہیں ہوگا تو قیامت آجائے گی

اور پھر اللہ کا نام بالکل ختم ہوجائے گا اور دنیا جو ہے ظلمت میں کفر میں ڈوب جائے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اس طرح سے بدمعاشی کریں گے **یتحار بون تحارب الحمر** جس طرح سے گدھے فساد کرتے پھرتے ہیں اور برملا حرکتیں کرتے پھرتے ہیں اس طرح سے لوگوں کا حال بھی ایسا ہوجائے گا اور قیامت اگر آئے گی تو **علی اشرار خلق اللہ** آئے گی کوئی نیک آدمی روئے زمین پر موجود نہیں ہوگا اللہ کا صحیح نام لینے والا نہیں ہوگا بد دین قسم کے لوگ ہوں گے جس وقت اس زمین نے فنا ہونا ہے قیامت ہوگی **علی اشرار خلق اللہ**۔

بیت اللہ اس سے پہلے ڈھا دیا جائے گا حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک ٹھگنا سا حبشی ہوگا جس کی ٹانگیں بھی سیدھی نہیں ہوں گی اور وہ آ کے بیت اللہ کی اینٹ سے اینٹ بجائے گا جب کہ پہلے ابرہہ آیا تھا بڑے بڑے سازوسامان کے ساتھ آیا تھا اس کو تباہ

کردیا گیا۔ یہاں ہمارے اکابر ایک فقرہ لکھا کرتے ہیں کہ یہ ایسی بات ہے کہ جس وقت ایوان صدر کو باقی رکھنا مقصود ہوتو اس کی حفاظت میں فوجوں کو پٹوا دیا جاتا ہے لیکن اگر حکومت کا خود ہی پروگرام بدل جائے تو چار آنے کے مزدور سے اس کو ڈھا دیا جاتا ہے ایسے ہوتا ہے؟ جس وقت خود ہی پروگرام بدل گیا تو اس کو برباد کر دیا۔

پھر اس کے بعد زمین فنا ہوجائے گی اس کے بعد وہ موقع آئے گا جس کو نفخ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے نفخ صور اور اس کے بعد پھر حساب و کتاب کا قصہ ہوگا ان شاء اللہ العزیز پھر اس کو ذکر کریں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔ سبحانك اللهم وبحمدك۔

علامات قیامت

یاجوج ماجوج

بموقع: ہفتہ وار اصلاحی بیان

موضوع: یاجوج ماجوج

بمقام: جامعہ باب العلوم کہروڑپکا

تاریخ:

وقت: بعد نماز عشاء

خطبہ

الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ ونشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ونشہد ان سیدنا و مولانا محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

حتی اذا فتحت یأجوج ومأجوج و ھم من کل حدب ینسلون واقترب الوعد الحق

صدق اللہ العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین۔

اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا محمدٍ و علیٰ اٰلہ وصحبہ کما تحب و ترضٰی عدد ماتحب وترضی۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ استغفر اللہ

ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔

تمہید

گزشتہ بیان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے مدمقابل دجال لعین کا ذکر تفصیل سے ہوا تھا اور تقریباً اس کے متعلق حدیث شریف میں جو معلومات ذکر کی گئی ہیں وہ آپ کے سامنے بیان کردی گئی تھیں۔

فتنہ یاجوج ماجوج

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک اور فتنے کا ذکر آتا ہے ایک تو فتنہ اکبر یہ دجال کا ہے دوسرا فتنہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بہت زوردار طریقے سے آئے گا وہ یاجوج ماجوج کا فتنہ ہے اور جس وقت یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے مقابلہ میں لڑیں گے نہیں بلکہ مسلمانوں کو محفوظ جگہوں میں لے جائیں گے اور یہ یاجوج ماجوج اپنا پورا جوش وجلال دکھائیں گے بعد میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وبا آئے گی جس کے ساتھ یہ ختم ہوجائیں گے یہ حاصل ہے اس فتنے کا۔

یاجوج ماجوج کے بارے میں قرآن کی وضاحت

یہ آدم کی اولاد ہیں یا نہیں؟ ان کا علاقہ کونسا ہے؟ ان کی بود و باش کیا ہے اس کی وضاحت قرآن کریم میں نہیں ہے قرآن میں یاجوج ماجوج کا ذکر دو جگہ آیا ہے (۱) سورۃ کہف میں (۲) سورۃ انبیاء میں۔

ذوالقرنین کا ذکر

سورۃ کہف میں آتا ہے کہ ایک بڑا کامیاب فاتح بادشاہ جو نیک بھی تھا' صالح بھی تھا' اللہ کا ولی بھی تھا اس کو قرآن کریم نے ذوالقرنین کے نام سے ذکر کیا ہے **یسئلونك عن ذی القرنین**'' ذوالقرنین اصل کے اعتبار سے تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایران کا بادشاہ تھا اور اس کا اصلی نام فورس یا سائرس تھا۔

ذوالقرنین کا زمانہ

ذوالقرنین کے زمانے کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی بعض آ ثار سے معلوم ہوتا ہے کہ خضر اور اس کا دور ایک ہے تو گویا کہ اس کا دور موسیٰ علیہ السلام کے دور کے آس پاس ہے۔

ذوالقرنین کے اسفار

ذوالقرنین کے اسفار کا تذکرہ قرآن کریم نے کیا ہے اور قرآن میں اس کے اسفار کی تعداد اور سفروں کی جہات ذکر کی گئی ہیں کہ کن کن جانبوں کی طرف اس نے سفر کیا ہے قرآن میں ذوالقرنین کے تین اسفار کا ذکر ہے۔

پہلا سفر

اس کا پہلا سفر مغرب کی طرف ہے اور مغرب کی طرف سفر اقصیٰ آبادی تک ہے اس کے بعد آبادی ختم ہو جاتی ہے اور آگے سمندر آجاتا ہے۔

دوسرا سفر

ذوالقرنین کا دوسرا سفر مشرق کی طرف ہے لیکن اس سفر کی غایت بیان نہیں کی گئی صرف اتنا ذکر کیا گیا ہے کہ جب وہ مشرق کی طرف گیا تو ایسی قوم تک پہنچا جو بدویانہ زندگی گزارتی تھی۔ مکان بنانا نہیں جانتے تھے پہاڑوں جنگلوں میں رہ کر زندگی گزارتے تھے۔ البتہ بعض تاریخی آ ثار سے معلوم ہوتا ہے کہ بلوچستان ایران کی جانب مشرقی علاقہ یہاں تک ذوالقرنین آیا ہوگا اور اس وقت ان علاقوں کے رہنے والے بدویانہ زندگی گزارتے تھے مکان بنانا اور اس قسم کی دوسری چیزیں ان میں نہیں تھیں اس دوسرے سفر کے متعلق یہی ذکر ہے۔

تیسرا سفر

اس کے تیسرے سفر کی قرآن میں صراحت نہیں ہے لیکن جب ہم ایران کا محل

وقوع دیکھتے ہیں تو معلوم یوں ہوتا ہے کہ جنوب کی طرف تو سفر نہیں ہوسکتا کیونکہ ایران سے جنوب کی جانب سمندر قریب آ جاتا ہے اور سمندر میں اس کا سفر ثابت ہی نہیں۔ قرآن کریم یہ کہتا ہے کہ وہ سفر کرتے کرتے دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا۔ **حتی اذا بلغ بین السدین**" تو وہاں ایک قوم آباد تھی اور وہ اجڈ قوم تھی عام متمدن دنیا سے دور تھی گفتگو سمجھنا تو کیا سمجھنے کے قریب بھی نہیں جاتی تھی "**لایکادون یفقھون قولاً**" انہوں نے کسی ترجمان کے ذریعہ ذوالقرنین سے کہا "**ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض**" کہ یاجوج ماجوج یہاں پر زمین میں فساد مچاتے ہیں اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو کچھ خرچ جمع کر دیتے ہیں آپ مہربانی کر کے ہمارے اور ان کے درمیان رکاوٹ پیدا کر دیں تو ذوالقرنین نے کہا مجھے جو کچھ اللہ نے دے رکھا ہے وہ بہت ہے تم صرف بدنی قوت کے ساتھ میری مدد کرو یعنی مزدوری کرو خرچ ہم برداشت کرلیں گے۔

ذوالقرنین کی دیوار

چنانچہ لوہے کی تختیاں منگوائی گئیں اور پہاڑوں کا وہ درہ جس سے یاجوج ماجوج آتے تھے اس کو پہاڑوں کی چوٹی تک بند کر دیا اور پھر ان لوہے کی تختیوں کے اوپر تانبا پگھلا کر ڈالا جو اس کی درزوں میں اس طرح داخل ہوگیا جس طرح آپ لوہے کے دو ٹکڑوں کو ویلڈ کر دیتے ہیں تو دیوار چکنی ہوگئی اور اونچی ہوگئی جس کے بعد یاجوج ماجوج کا اس علاقے میں آنا اور آ کر فساد کرنا بند ہوگیا قرآن کریم نے اس دیوار کے بارے میں صرف اتنا ہی ذکر کیا ہے۔ تو دیوار چکنی اور اونچی بن گئی تو جس کے بعد یاجوج ماجوج کا پرلے علاقے سے اس علاقے میں آنا اور آ کر فساد کرنا رک گیا قرآن کریم نے اتنا ہی اس دیوار کا ذکر کیا ہے۔

یاجوج ماجوج کون ہیں؟

اب یہ سوال کہ یاجوج ماجوج کون ہیں اس بارے میں اسرائیلی روایات میں

بہت کچھ ذکر کیا گیا ہے لیکن وہ ایسا قابل اعتماد نہیں بنی اسرائیل کا مزاج اصل میں ویسا تھا جس طرح سے ہمارے یہ ناول نویس ہیں قصے کو دلچسپ انداز میں بیان کرنا۔ مبالغہ آمیزی کے ساتھ بیان کرنا۔ بڑھا چڑھا کے بیان کرنا اور اس کو عجیب سا بنا دینا تا کہ سننے والے اس میں دلچسپی لیں یہ بنی اسرائیل کا مزاج معلوم ہوتا ہے اس لئے ہمارے ہاں اسرائیلی روایات کا اعتبار نہیں کیا جاتا جب تک کہ اس کو اپنے قرآن و حدیث کے معیار پر پرکھ نہ لیا جائے اگر بات ان کے مطابق معلوم ہو یا اس کے خلاف نہ ہو تو قابل قبول ہے بہر حال ایک تاریخی چیز ہے اور اگر وہ بات قرآن اور حدیث کے خلاف معلوم ہو تو پھر اس کو رد کر دیا جاتا ہے۔

پہلا قول

اسرائیلی روایات میں آتا ہے کہ یاجوج ماجوج ایک ایسی مخلوق ہے جو آدمؑ کی اولاد سے تو ہے لیکن حواء کی اولاد سے نہیں ہے۔ یعنی اس کی نسبت آدم کی طرف تو ہے حواء کی طرف ان کی نسبت نہیں۔

لیکن پھر سوال یہ پیدا ہوا کہ جب یہ آدم کی اولاد ہے حوا کی اولاد نہیں تو آدم کی تو ایک ہی بیوی تھی حوا تو یہ اور اولاد کہاں سے ہوگئی اگر حوا کے بطن سے نہیں ہیں تو اس بارے میں اسرائیلی روایات کے اندر دو باتیں ہیں۔ ہمارے بعض اکابر نے بھی اپنی کتابوں میں اس بات کو نقل کیا ہے فوائد عثمانی میں بھی اس بات کی طرف علامہ شبیر احمد عثمانی نے اشارہ کیا ہے اور دوسری کتابوں میں بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام ایک دفعہ سوئے تھے تو سونے کی حالت میں ان کو احتلام ہوگیا تو وہ ان کا نطفہ جو زمین پر گرا اس سے یہ مخلوق بنی تو جس کی وجہ سے نسبت آدم کی طرف تو ہے لیکن حوا کی طرف نسبت نہیں ایک تو اس کا ماخذ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ نطفہ آدم کا ہے لیکن ان کی پرورش حوا کے بطن میں نہیں ہوئی جس طرح سے آدم کے بدن کا ایک حصہ لے کر اس کو بنیاد بنا کر حوا کو بنایا گیا تو حوا آدم سے ہی ایک جزء لے کر بنی، اور آدم علیہ السلام کو تو براہ راست اللہ نے مٹی

سے بنایا جیسے روایات کے اندر آتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی ٹیڑھی پسلی سے تھوڑا سا مادہ لے کر حوا کی باقی بنیاد اٹھائی اور حوا کو پیدا کیا تو حوا بھی آدم کے ہی ایک حصہ سے بنی ہے لیکن اس کی پرورش کسی ماں کے بطن میں نہیں ہوئی مادہ لیا گیا آدم کے بدن سے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے ساتھ اس کو عورت کی شکل دے دی تو حوا بن گئی اس کے بعد جو اولاد چلی وہ آدم و حوا کی وساطت سے چلی اسی طرح سے یہ دوسری مخلوق جو آئی اسرائیلی روایات کے مطابق ان کا مادہ جو تھا وہ آدم سے ہی لیا گیا لیکن ان کو جس طرح سے حوا کو بغیر ماں کے بطن کے بنا دیا گیا اور وہ عورت کی شکل اختیار کر گئی اس طرح سے آدم کے اس نطفہ کو اللہ نے ایک نئی مخلوق کی شکل دے دی وہاں سے جو نسل چلی وہ یاجوج ماجوج ہے۔ اس لئے ان کی نسبت آدم علیہ السلام کی طرف تو ہے لیکن حوا کی طرف نہیں ہے تو بعض اسرائیلی روایات کے اندر یہ ذکر کیا گیا اور مقابلہ ان کا آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اور عیسیٰ کی نسبت آدم علیہ السلام کی طرف عورت کی وساطت سے ہے مرد کی وساطت سے نہیں ہے دیکھو! ہم سب آدم کی اولاد ہیں؟ ماں کی جانب سے بھی آپ آدم کی اولاد ہیں باپ کی جانب سے بھی آدم کی اولاد ہیں آپ کی ماں بھی آدم کی اولاد میں سے ہے۔ اور باپ بھی آدم کی اولاد میں سے ہے تو ہم آدم کی نسل سے ہیں مرد کی وساطت سے بھی اور عورت کی وساطت سے بھی۔ یاجوج ماجوج آدم کی نسل ہیں لیکن درمیان میں عورت کا واسطہ نہیں جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں لیکن درمیان میں مرد کا واسطہ نہیں۔ یہ اللہ کی قدرت کے عجائبات میں سے ہے یاجوج ماجوج کے متعلق یہ روایت کتابوں میں مذکور ہے اور فوائد عثمانی میں مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ نے بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ معلوم ایسے ہوتا ہے کہ یہ قوم آدم کی اولاد میں سے تو ہے لیکن حوا کی نسل میں سے نہیں ہے۔

یاجوج ماجوج کے متعلق مناظر احسن گیلانی کی تحقیق

ہمارے مولانا مناظر احسن گیلانیؒ جن کا ذکر اکثر میں آپ کے سامنے کرتا رہتا

ہوں وہ بھی کچھ عجائبات تلاش کیا کرتے ہیں انہوں نے اس مسئلہ کو یوں ذکر کیا کہ یاجوج ماجوج قابیل کی اولاد میں سے ہیں۔

سوال

لیکن سوال یہ ہے کہ قابیل تو آدم علیہ السلام کا نافرمان ہوگیا تھا جس وقت اس نے آدم کی بات نہیں مانی تھی اور پھر اپنے بھائی کو قتل کرکے آدم سے فرار اختیار کرگیا تھا تو اس نے کہاں شادی کی؟ اور کہاں سے اس کی اولاد چلی؟ کیونکہ آدم کی اولاد کے بغیر تو روئے زمین پر کوئی بھی انسان نہیں تھا اور یہ باغی ہوکر آدم سے فرار ہوگیا تھا تو پھر قابیل کی اولاد کیسے چلی؟

جواب

یہ مولانا مناظر احسن گیلانی کی نکتہ آفرینی ہے مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت دو جلدوں میں کتاب ہے اس میں ایک جگہ انہوں نے ذکر کیا کہ معلوم یوں ہوتا ہے کہ (یہ قیاسات ہوتے ہیں ان کی قرآن وحدیث کی طرح ٹھوس بنیاد نہیں ہوتی) اس نے آدم سے بھاگ کر جب علیحدگی اختیار کرلی تو اس نے جنگلی مخلوق میں سے کسی کے ساتھ رابطہ کیا اور رابطہ کرنے کے بعد اس سے بچہ پیدا ہوا اور آہستہ آہستہ وہ انسانی صفات کا حامل بن گیا۔

بندر انسان کے قریب تر ہے

دیکھو جنگلی مخلوق میں سے ایک جانور بندر ہے یہ انسان کے بہت قریب ہے اور بندروں کی اعلیٰ قسم کو بن مانس کہتے ہیں بن مانس کا معنی ہے جنگلی انسان' اس کی شکل بالکل انسانوں جیسی ہوتی ہے ہاتھ پاؤں انگلیاں سب انسانوں جیسی ہوتی ہیں بات کو سمجھتا بھی ہے لیکن بول نہیں سکتا اور انسان کے بہت قریب ہے۔

ڈارون کا نظریہ

اسی سے بد بخت ڈارون نے دھوکہ کھایا جو کہتا ہے کہ انسان ترقی یافتہ بندر ہے۔ یعنی بندر ہی ترقی کر کے انسان بن گیا یہ ڈارون کا نظریہ ہے ڈارون ایک انگریز شخص تھا اور بہت محقق سائنس دان تھا اس کی تحقیق یہ ہے کہ انسان بندر ہی سے ترقی کر کے انسان بنا ہے۔ جس طرح سے بندر کی مختلف قسمیں ہیں تو یہ تھوڑا سا اور ترقی کر گیا تو یہ انسان بن گیا۔

لطیفہ

ایک دفعہ ایک مجلس میں کچھ پڑھے لکھے دوستوں کی میرے ساتھ اس موضوع پر گفتگو ہوئی تو انہوں نے یہی ڈارون کا نظریہ پیش کیا کہ ڈارون کہتا ہے کہ انسان بندر کی ترقی یافتہ شکل ہے تو میں نے ان سے کہا کہ بھئی ہر کوئی اپنے خاندانی حالات جانتا ہے ڈارون نے اپنے خاندان کی بات کی ہے اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ہمارے خاندان کے متعلق بات کرے۔ وہ اپنی اصل کو جانتا ہے اور اس نے اپنے متعلق ٹھیک کہا ہے کیونکہ ان کی خصلتیں بندروں جیسی ہیں باقی رہے ہم تو ہم بندر کی نسل نہیں ہمارا باپ وہ ہے جس کو اللہ نے اپنے ہاتھوں سے بنایا **خلقته بیدی** تو ہم اس آدم کی اولاد ہیں جس کے متعلق اللہ کہتا ہے کہ میں نے اس کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہم تو اللہ کے ہاتھوں سے بنے ہوئے ہیں ہم بندر سے ترقی کر کے انسان نہیں بنے۔ اس لئے ڈارون اپنے خاندان کی بات کرے ہمارے خاندان کا تذکرہ کرنے کا اس کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔ تو مولانا مناظر احسن گیلانی کہتے ہیں کہ اس کا جنگلی مادہ چیز سے رابطہ ہوا اور اس میں سے اولاد ہوئی اور وہ اولاد آہستہ آہستہ انسانی صفات کی حامل ہوگئی تو مناظر احسن گیلانیؒ کے خیال کے مطابق یاجوج ماجوج آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں بواسطہ قابیل۔ بہر حال یہ قیاسات ہیں قرآن و حدیث میں اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا۔ یاجوج ماجوج کی اصلیت کے متعلق دونوں باتیں کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔

یاجوج ماجوج کا علاقہ

یاجوج ماجوج کا علاقہ کون سا ہے؟ اس پر تو اتفاق ہے کہ اس بارے میں سید انور شاہ صاحبؒ کی تحقیق سب سے زیادہ اچھی ہے اور مولانا ابوالکلام آزاد کی تحقیق سید انور شاہ صاحب کی تحقیق کے قریب قریب ہے قابل اعتماد ہے ان دونوں حضرات کی تحقیق سے استفادہ کر کے مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے اپنا مضمون قصص القرآن میں بیان کیا ہے جو سب سے زیادہ اطمینان بخش اور سب سے زیادہ معلومات افزا ہے یہ کتاب اردو میں ہے اور فیض الباری کے اندر یہ مضمون عربی میں ہے اور مولانا آزادؒ نے اپنی تفسیر میں اسکے اوپر تاریخی حقائق کے طور پر جو بات کی ہے وہ سید انور شاہ صاحبؒ کی تحقیق کے قریب ہے اور یہ دونوں تحقیقیں تقریباً ایک ہیں۔ مولانا حفظ الرحمٰن نے اس بات کو سب سے زیادہ اصح قرار دیا ہے کہ یہ انسان ہیں کوئی نئ مخلوق نہیں ہیں اور ان کی آبادی کوہ قاف' کا کیشیا کے پہاڑی علاقے اور اس کے پیچھے پیچھے منگولیا تک کا علاقہ جس میں روس اور چین کے کچھ حصے آتے ہیں۔ کا کیشیا یہ پہاڑی علاقہ ہے اور یہ روس کی ریاست چیچنیا میں ہے کوہ قاف اور کا کیشیا کے علاقے میں دشوار گزار بڑے بڑے پہاڑ ہیں اور ان پہاڑوں کے ساتھ ساتھ سارا علاقہ ان انسانوں کی آبادی ہے۔

یاجوج ماجوج کا ذکر تورات میں

ان پہاڑی قبائل کا ذکر تورات میں بھی ہے تورات میں ان کو ''گاگ مگاگ'' کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے گاگ کا معرب کرلیا یاجوج اور مگاگ کا معرب ہوگیا ماجوج۔ یاجوج ماجوج اصل کے اعتبار سے دو قبیلے ہیں جن کو تورات میں گاگ مگاگ کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے یہ عام انسان ہیں لیکن بہت جفاکش خونخوار قسم کے پرانے زمانے کے اندر بھی یہ آبادیاں خونخوار قسم کی رہی ہیں اور چنگیز خان' مغل اور تاتاری یہ سارے اسی علاقے کے ہیں۔ اور سید انور شاہ صاحب نے ان سب کو یاجوج ماجوج میں سے قرار دیا ہے۔ یہ یاجوج ماجوج کے قبائل ہیں۔ پہلے بھی بہت خونخوار تھے

اور ہوسکتا ہے کہ قیامت کے قریب جا کر ان کے اندر پھر جہالت زیادہ آجائے اور پھر یہ خونخوار بن جائیں۔تو یہ قبائل اس علاقے میں آباد ہیں اور پہاڑی درے سے گزر کر ادھر لوٹ مار کرنے آتے تھے اور لوٹ مار کر کے واپس چلے جاتے تھے تو وہ درہ جو تھا اس کو ذوالقرنین نے بند کیا جس کی وجہ سے ان کا آنا جانا اس طرف بند ہوگیا اب وہ ذوالقرنین کی دیوار کہاں ہے اگر اس کی تعیین ہوجاتی ہے تو یاجوج ماجوج کا علاقہ خودبخود متعین ہوجاتا ہے قرآن کریم میں صرف اتنا ذکر ہے کہ یہ ایک صالح بادشاہ کی بنائی ہوئی دیوار ہے اور اس میں لوہے کی سلیں استعمال ہوئی ہیں اور ان کو جوڑنے کے لئے پگھلا ہوا تانبا استعمال ہوا اور وہ دو پہاڑوں کے درمیان ہے اور اس کا یہ کنارہ بھی پہاڑ کے ساتھ لگتا ہے اور یہ کنارہ بھی پہاڑ کے ساتھ لگتا ہے قرآن کریم میں تو اس کی اتنی صفات معلوم ہوتی ہیں کہ چکنی دیوار تیار ہوگئی جس کے اوپر چڑھنا ان کے لئے ممکن نہیں تھا باقی آگے بعض باتیں حدیث شریف میں ذکر کی گئی ہیں لیکن وہ روایات اس درجہ کی نہیں کہ جیسے قرآن کریم سے ایک حقیقت سامنے آجانے سے انسان یقین کرلیتا ہے اور وہ یقین کی بنیاد بن جاتی ہے وہ روایات اس درجہ کی نہیں ہیں۔

یاجوج ماجوج کی خلقت وخوراک

ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ وہ مخلوق جو پہاڑوں کے پیچھے تھی جس کو اسرائیلیوں نے بڑی عجیب الخلقت مخلوق بنا کے ذکر کیا کہ کان اتنے لمبے لمبے ہیں کہ جب وہ سوتے ہیں ایک کان نیچے بچھا لیتے ہیں اور ایک کان اوپر ڈال لیتے ہیں یہ بھی روایات کے اندر آتا ہے اتنے بڑے بڑے کان ہیں ان کے کہ ایک کان کو نیچے بچھا لیتے ہیں اور دوسرے کو بطور لحاف کے اوپر ڈال لیتے ہیں اور یہ بھی روایات میں ذکر کیا گیا ہے کہ وہ لوگ جو ہیں ان کی خوراک یہ ہے کہ آسمان سے ایک بہت بڑا سانپ گرتا ہے اور وہ سارا دن مل کے اس کو کھا لیتے ہیں اگلے دن پھر سانپ گرتا ہے یہ بھی روایات میں ذکر کیا گیا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ یہ افسانے ہیں اور اسرائیلیوں کی عادت ہے افسانہ نگاری کی وہ بات کو عجیب وغریب کر کے بیان کرتے ہیں اور پھر وہ جب بند کر دیئے گئے تو وہ آتے ہیں ہر روز اور اس دیوار کو چاٹنا شروع کرتے ہیں چاٹتے چاٹتے جب وہ دیوار پتلی سی رہ جاتی ہے تو پھر کہتے ہیں کہ اب یہ تھوڑی سی رہ گئی کل اس کو چاٹ کر ختم کر دیں گے۔ اگلے دن جب آتے ہیں تو دیوار اسی طرح پھر موٹی ہوئی ہوتی ہے پھر اس کو چاٹنا شروع کرتے ہیں پھر شام کو اسی طرح اسے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں آخر جب اللہ کو منظور ہوگا کہ وہ دیوار ختم ہو جائے گی اور وہ لوگ ادھر سے نکلیں پھر وہ چاٹتے چاٹتے شام کو جس وقت وہ بس کریں گے تو کہیں گے ان شاء اللہ کل یہ دیوار ختم ہو جائے گی تو بس وہ ان شاء اللہ کہیں گے تو اگلے دن جب آئیں گے تو دیوار اتنی ہی ہوگی جتنی وہ چھوڑ کر گئے تھے۔ اور پھر اس کو چاٹیں گے چاٹ کر دیوار ختم کر دیں گے جب دیوار کو ختم کریں گے تو وہاں سے سیلاب کی صورت میں نکلیں گے جیسے کہ قرآن میں آیا **من کل حدب ینسلون** ایسے ہوگا کہ وہ پہاڑوں سے پھسلتے آرہے ہیں' اونچی جگہ سے جیسے ڈھلان سے پھسلتے آرہے ہیں اور یہ قیامت کے بالکل قریب جا کر ہوگا" **واقترب الوعد الحق** حق کا وعدہ اس دن بالکل قریب آیا ہوا ہوگا جس دن یہ واقعہ پیش آئے گا جب وہ آئیں گے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ اس دیوار کے بارے میں اطلاع کر دیں گے۔

سد ذوالقرنین کے بارے میں علماء کی آراء

یہ بات جو میں آپ کے سامنے عرض کر رہا ہوں یہ روایات میں موجود ہے اور مولانا شبیر احمد عثمانی نے بھی فوائد کے اندر سورۃ الکھف میں اسی روایت کو نقل کیا ہے کہ یہ جو صفات ذکر کی گئی ہیں حدیث میں یہ آج تک کسی دیوار میں معلوم نہیں ہوئیں اس لئے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ دیوار کہاں ہے گویا کہ اس روایت کو مولانا نے قبول کرلیا ہے اور بعینہ اس بات کو بیان القرآن میں بھی نقل کیا ہے حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ جو صفات ذکر کی گئی ہیں کہ ہر روز چاٹتے ہیں۔ اتنی رہ جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ جیسی وہ

روایت ہے ویسی کی ویسی اٹھا کر بیان القرآن میں رکھ دی اور کہا جب روایات کے اندر یہ چیزیں آئی ہوئی ہیں تو ہمیں یہ ابھی تک کسی دیوار کے متعلق پتہ نہیں چلا کہ وہ کون سی دیوار ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ اللہ کے علم میں ہے کہ وہ دیوار کہاں ہے کہاں نہیں اور ہوسکتا ہے اس وقت تک اس علاقے تک انسانوں کی رسائی نہ ہوئی ہو یوں کہہ کے حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اجمال کے ساتھ اس کو ختم کر دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ دیوار جس کی صفات یہ ذکر کی گئی ہیں یہ ہمیں کسی جگہ معلوم نہیں ہوئی جس کی بناء پر ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کہاں ہے کہاں نہیں۔ تو فوائد میں بھی اس روایت کو لیا گیا ان کے چاٹنے کو اور پھر ان شاء اللہ کہہ کر اس کے ختم کرنے کو اور ان کے باہر نکلنے کو اور بیان القرآن میں بھی اس روایت کو لیا گیا۔

یاجوج ماجوج کے حالات سید انور شاہ صاحب کی نظر میں

اسی روایت پر اعتماد کرتے ہوئے سید انور شاہ صاحب کی نظر چونکہ حدیث پر بہت وسیع ہے انہوں نے اس روایت کے بارے میں کہا ہے کہ نہیں یہ روایت بھی اسرائیلی ہے اور کسی راوی کی غلطی کے ساتھ حضور ﷺ کی طرف منسوب ہوگئی ورنہ حضور ﷺ کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں ہے اسی روایت میں یہ بات بھی ذکر کی گئی کہ جب یاجوج ماجوج نکلیں گے تو اس کثرت سے نکلیں گے جس طرح سے ٹڈی دل آتا ہے اور جو سامنے آئے گا اس کا وہ خاتمہ کرتے چلے جائیں گے حتیٰ کہ ایک چھوٹا سا سمندر ہے بحیرہ طبریہ یہ مشرق وسطیٰ میں ہے آج کل غالباً اسرائیل کی حدود میں ہے یا کچھ شام کی حدود میں ہے۔ یہاں سے گزریں گے تو اس کا سارا پانی پی جائیں گے اور ان کے پچھلے لوگ جو آئیں گے پانی تلاش کریں گے وہاں پانی کا ایک قطرہ موجود نہیں ہوگا سارا سمندر پی جائیں گے اور جب وہ بیت المقدس کے قریب پہنچے گیں تو پھر وہاں کہیں گے ہم نے زمین والے تو سارے کے سارے قتل کر دیئے آؤ اب ہم آسمان والوں کو بھی قتل کریں تو پھر وہ آسمان کی طرف تیر چلائیں گے اللہ تعالیٰ ان کا جو تیر اوپر

جائے گا اس کو خون آلود کر کے واپس کرے گا یہ ان کے لئے ایک امتحان ہوگا تھوڑی دیر کے بعد جب خون آلود تیر واپس آئیں گے تو وہ کہیں گے لو اب ہم نے زمین والے بھی ختم کردیئے آسمان والے بھی ختم کردیئے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے ماننے والوں کو کوہ طور پر لے جائیں گے ان کو محفوظ کیا ہوا ہوگا وہاں قحط پھیل جائے گا بہت تنگی ہوگی۔ بہت مصیبت میں ہوں گے۔ اور ادھر یاجوج ماجوج مشرق وسطیٰ میں دندناتے پھریں گے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام دعا کریں گے تو ان کی دعا کی برکت سے کوئی وباء آئے گی تو اس طرح سے سارے یاجوج ماجوج مرجائیں گے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بکریوں میں جب وبا آتی ہے تو سارے کے سارے ریوڑ صبح کو اپنے باڑوں میں مرے پڑے ہوتے ہیں یا آپ کے علاقے میں مثال کے طور پر مرغیوں میں جب کوکڑہ آتا ہے تو وہ ٹوکروں کے ٹوکرے مرغیاں بھری ہوئی اٹھالی جاتی ہیں وہ اس طرح سے جیسے مرغی خانے صاف ہوجاتے ہیں راتوں رات ساری مرغیاں مرجاتی ہیں اس طرح سے یاجوج ماجوج سارے کے سارے مرجائیں گے جب مرجائیں گے تو تمام زمین آلودہ ہوجائے گی بدبودار ہوجائے گی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کوئی جانور بھیجیں گے جو ان کی لاشیں اٹھا کے لے جائیں گے اور زمین دھونے کے لئے اللہ تعالیٰ بارش کثرت سے برسائے گا' زمین صاف ستھری ہوجائے گی پھر عیسیٰ علیہ السلام اپنے رفقاء کو لے کر نیچے اتریں گے اور ان کی کمانیں اور ان کے تیر اکٹھے کریں گے اور ان کی کمانیں اور تیر مسلمانوں کے لئے کئی سال ایندھن کا کام دیں گے مسلمان ان کو ایندھن کی جگہ جلائیں گے یہ اس روایت کا مضمون ہے جو میں نے عرض کیا حدیث میں آئی ہے۔ لیکن سید انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خیال کے مطابق یہ روایت اسرائیلی ہے اور کسی راوی کے سہو کے ساتھ اس کے لفظ سے اس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کردی گئی ورنہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان نہیں ہے۔

پھر یہ فتنہ ختم ہوجائے گا عیسیٰ علیہ السلام امن کے ساتھ ساری حکومت قائم کریں گے پھر عدل و انصاف کے ساتھ دور چلے گا یہ آخری فتنہ ہوگا عیسیٰ علیہ السلام کے دور کا جو یاجوج

ماجوج کے نام سے آئے گا ان روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے اور حضرت سید انور شاہ صاحب کی تحقیق کے مطابق ایسا نہیں وہ فرماتے ہیں کہ دیکھو ذوالقرنین نے سفر زمین پر کیا ہے اور چلتا چلتا وہ پہاڑوں میں گیا یہ اسی زمین پر چلتا ہوا گیا ہے تو آج بھی اگر ایران سے شمالی جانب سفر کیا جائے تو سفر کرتے کرتے آگے پہاڑی علاقہ آتا ہے جو دشوار گزار ہے جس میں مختلف قسم کے درے ہیں وہ یہی ہے۔

روئے زمین پر سب سے زیادہ لمبی دیوار جو اس زمین کے اوپر انسانوں نے اپنے ملک کی حفاظت کے لئے بنائی تھی وہ دیوار چین ہے آپ حضرات جانتے ہیں نقشے میں بھی اسے دیا ہوا ہوتا ہے غالبًا

صحیح سالم دیوار موجود ہے دیوار چین کے نام سے لوگ اس علاقے میں جاتے ہیں اور سیر و سیاحت کر کے آتے ہیں ایسی اور بھی بہت ساری دیواریں ہیں تو حضرت فرماتے ہیں کہ یہ درے بند کئے گئے تھے اس مخلوق سے بچانے کے لئے اب وہ درے سارے کے سارے کھل چکے ہیں رستے بن چکے ہیں رستے نہ بھی بنے ہوں آج پہاڑوں کو عبور کرنے کے لئے دروں کی ضرورت ہی نہیں آج تو ہوائی جہاز بھی اونچے سے اونچے پہاڑوں کے اوپر سے گزر رہے ہیں دروں میں سے گزرنے کی ضرورت ہی نہیں رہی اب ان دروں کو بند کرنا بیکار شغل ہو گیا کسی مخلوق کو دوسری طرف روکنے کے لئے اب دیواریں کام نہیں دیتیں اب تو لوگ ہوائی جہازوں سے اڑ اڑ کر پہاڑوں کے اوپر سے آرہے ہیں تو دیواریں رکاوٹ کیسے پیدا کر سکتی ہیں وہ کہتے ہیں وہاں کی مخلوق انسانوں کی مخلوق ہے اور اب وہ کچھ متمدن ہو گئے متمدن ہونے کے بعد یہ تاتاریوں کے حملوں کو یاجوج ماجوج کا حملہ ہی قرار دیتے ہیں۔

یاجوج ماجوج کے متعلق حضور کی پیش گوئی

حضور ﷺ نے فرمایا تھا ایک دفعہ حضرت زینب کہتی ہیں کہ حضور ﷺ سوئے ہوئے تھے اٹھے تو گھبرائے ہوئے تھے اور فرمایا **ویل للعرب من شر قد اقترب**"

اب ایک شر قریب آ گیا ہے اور عرب کے لئے اس میں بڑی بربادی ہوگی "**فتح من روم یا جوج ماجوج مثل هذا**" اشارہ کر کے کہا کہ یاجوج ماجوج میں اتنا سوراخ ہوگیا ہے وہ ٹوٹنی شروع ہوگئی یہ حدیث شریف میں آتا ہے بخاری کی روایت ہے صحیح روایت ہے تو گویا کہ دیوار ٹوٹنی اسی وقت شروع ہوگئی اور حضور ﷺ نے ایک خطرناک حملہ جس میں عرب کی تباہی ہوگی اس کی نشاندہی اسی وقت فرمادی تھی اور یہ وہی حملہ ہے جس کے نتیجے میں بنو عباس کی خلافت ختم ہوئی اور قتل عام بہت ہوا تھا بغداد برباد ہوا بڑے بڑے شہر سارے برباد ہوئے تھے یہ چنگیز خان ہلاکو خان کے حملے جو عرب میں ہوئے تھے جس کے بعد پھر یہ ترک سارے کا سارا مسلمان ہوگیا۔ ان حملوں کو حضرت شاہ صاحب نے **من سر قد اقترب** کا مصداق قرار دیا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ اس طرح سے حملہ آور ہوں گے جس طرح سے پہلے یہ خونخوار تھے اس طرح سے پھر یہ خونخوار ہوجائیں گے اور یہ آخری آخری مقابلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوگا اور پھر یہ اپنی جگہ شکست خوردہ ہوجائیں گے اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکومت اچھی طرح سے قائم ہوجائے گی تو یاجوج ماجوج کے متعلق اتنی ہی معلومات کتابوں کے اندر ذکر کی گئیں اس سے زیادہ معلومات ہمیں نہیں ملیں۔

دابۃ الارض

دابۃ الارض کا قرآن میں ذکر آیا پوری تفصیل اللہ کے علم میں ہے جب وہ آئے گا تو پتہ چلے گا کہ اس کی صحیح کیفیت کیا ہے عقیدہ ہے کہ دابۃ الارض آئے گا کہ جس کی تفصیل میں نے آپ کے سامنے پچھلی دفعہ ذکر کی تھی اور اسی طرح سے سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا صحیح روایات کے اندر آیا ہے' قرآن کریم میں اشارہ موجود ہے اگرچہ یہ لفظ موجود نہیں ہے بعض آیات کے تحت اس کا ذکر آیا ہے اور صحیح روایت کے اندر اس کی تعیین **طلوع الشمس من المغرب** کے ساتھ آئی ہے۔

یاجوج ماجوج کا خروج قطعی عقیدہ ہے

عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قرآن کریم میں اشارۃً موجود ہے کہ اہل کتاب میں سے کوئی نہیں رہے گا مگر ان کے اوپر ایمان لائے گا تو ان کے ایمان لانے کا ذکر گویا ان کا نزول کے موقع پر ہے تو یہ بھی قرآن کریم میں موجود ہے اور پھر متواترات کے ساتھ ثابت ہے قطعی عقیدہ ہے اس طرح یاجوج ماجوج کا خروج قرب قیامت میں قرآن کریم میں قطعی طور پر مذکور ہے باقی اس کی تفصیلات جتنی سی ہمیں معلوم ہیں وہ ذکر کردی گئیں۔ باقی جس وقت یہ فتنہ آئے گا یقیناً آئے گا قیامت کے قریب آئے گا قرآن کریم میں اتنے لفظ صراحت کے ساتھ ثابت ہیں لیکن اب ان کی صحیح نوعیت کیا ہوگی؟ کتنے بڑے بڑے ان کے قد ہوں گے؟ کیا ان کی لڑائی کا طرز ہوگا؟ کیا سائنسی دنیا ختم ہوجائے گی؟ دوبارہ کمان کے ساتھ اور تیر کے ساتھ لڑائی شروع ہوجائے گی؟ نیزے بھالے دوبارہ استعمال میں آنے شروع ہوجائیں گے؟ یا کیا صورت حال ہوگی؟ جب واقعہ پیش آئے گا تو اس کو ہم قطعی طور پر جانیں گے ابھی اجمالی طور پر ہم اتنا سمجھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں شمال کی طرف سے یہ لوگ آئیں گے یہی روسی ریاستیں روس کا علاقہ' چیچنیا کا علاقہ' منگولیا کا علاقہ' چین کا علاقہ یہیں سے یہ فتنہ اٹھے گا اور اس کا انسداد عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگا پھر فتنے ختم ہوجائیں گے اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی حکومت مستحکم ہوجائے گی۔

عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں جہاد

جہاد عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ختم ہوجائے گا کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ جہاد مستقل مطلوب عبادت نہیں ہے یہ بوقت ضرورت کیا جاتا ہے اور جب اس کا موقع آجائے تو یہ افضل ترین عبادت ہے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے اور جنت حاصل کرنے کا قریب ترین راستہ ہے۔ یہ افضل العبادات ہے اور اس میں شرکت کرنے والے افضل لوگ ہیں' بہترین لوگ ہیں' لیکن جہاد مقاصد میں سے نہیں ہے ذرائع میں سے ہے' تبلیغ سے

دین پھیلتا ہے' جہاد رکاوٹیں دور کرنے کے لئے ہوتا ہے' جہاد دین پھیلانے کے لئے نہیں ہوتا اس وقت چونکہ کفر رہے گا نہیں اور کفر کی شوکت ختم ہو جائے گی اس لئے جہاد ختم ہو جائے گا جیسے حدیث میں آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جہاد ختم کر دیں گے پھر ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ دین کے پھیلانے میں جو رکاوٹیں پیش آتی ہیں وہ جہاد کے ساتھ دور کی جاتی ہیں جہاد دین پھیلانے کے لئے نہیں ہوتا یہ اپنے ذہن سے مغالطہ نکال دیجئے دین پھیلتا ہے تبلیغ سے اس لئے میں کہا کرتا ہوں اور اچھی اچھی مجلسوں میں گفتگو کا موقع ملا کہ دین بچتا ہے پڑھنے پڑھانے سے' اور مدارس دین کو بچانے کا ذریعہ ہیں تبلیغ دین کو پھیلانے کا ذریعہ ہے اور جہاد رکاوٹیں دور کرنے کا ذریعہ ہے۔ جہاد اسلام کے پھیلانے کے لئے نہیں ہے اگر جہاد اسلام کو پھیلانے کے لئے ہوتا تو کافر کو ذمی بن کے بھی اسلامی ملک میں رہنے کی اجازت نہ ہوتی۔ ایک ملک کافر ہے اگر وہ ہمارے سامنے ہتھیار ڈال دے' اپنی شان وشوکت ختم کر دے' اسلام کی شان وشوکت مان لے اسلام کا غلبہ مان لے تو۔

کافر رہتے ہوئے......

آتش پرست رہتے ہوئے......

بت پرست رہتے ہوئے......

عیسائی رہتے ہوئے......

یہودی رہتے ہوئے......

مجوسی رہتے ہوئے......

اسلامی ملک میں رہ سکتے ہیں اور مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ ان کو مجبور کریں کہ تم اپنا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرو۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کافر مسلمان ملکوں میں باقی رہ سکتا ہے لیکن اس طرح سے وہاں باقی رہ سکتا ہے کہ مسلمانوں کی شوکت کو مانے اور ان کے مقابلہ میں ہاتھ نہ اٹھائے مغلوب ہو جائے اسلام کا غلبہ تسلیم کرلے تو

غلبہ تسلیم کرنے کے بعد چونکہ مسلمانوں کے سامنے اب اپنے دین کی تبلیغ کرنے کی کوئی رکاوٹ پیش نہیں رہی تو ہم ان کافروں کے مقابلہ میں ہتھیار نہیں اٹھائیں گے وہ کافر کافر رہتے ہوئے اسلامی ملک میں ہماری حفاظت میں ہیں۔

ہم ان کی جان کی حفاظت کریں گے، ہم ان کے مال کی حفاظت کریں گے، ہم ان کی عزت کی حفاظت کریں گے، ہم ان کی آبرو کی حفاظت کریں گے، جس طرح سے ہم مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت کے لئے لڑتے ہیں ہم ان کافروں کی حفاظت کے لئے بھی لڑیں گے جو کافر ہمارے ملک میں جزیہ دے کے تابع رہے تو جہاد یہ کفر کی شوکت ختم کرنے کے لئے ہے اسلام کا دبدبہ قائم کرنے کے لئے ہے۔ اسلام پھیلانے کے لئے نہیں ہوتا اگر جہاد اسلام کے پھیلانے کے لئے ہوتا تو مجاہدین کے سامنے کوئی کافر ذمی بن کر بھی زندہ نہ رہ سکتا بلکہ ہر کافر کی گردن مارنی ضروری ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ جب اسلام پر اعتراض ہوتا ہے یہ کافر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے تو ان کو جواب یہی دیا جاتا ہے کہ اگر یہ تلوار کے زور سے پھیلا ہوتا تو مسلمان ملکوں کے اندر کسی کو ذمی نہ رہنے دیا جاتا اگر کوئی جزیہ دینا قبول کر لیتا ہے تو مسلمان اس کو کچھ نہیں کہتے تو تلوار کے زور سے کیسے پھیلا کافر رہے ساری زندگی کافر رہے۔ اپنے بت خانے آباد رکھے اور اپنی عبادتوں کے لئے گرجا گھر میں جا کر عبادتیں کرتا رہے مسلمان کب روکتے ہیں تو اگر تلوار کے زور سے پھیلانا ہوتا تو کوئی گرجا گھر نہ رہتا اسلامی ملک میں کوئی بت خانہ نہ رہتا۔ اور کسی کافر کو زندہ رہنے کا حق نہ ہوتا اس لئے یاد رکھئے جہاد کفر کی شوکت توڑنے کے لئے ہے اسلام کا دبدبہ قائم کرنے کے لئے ہے تاکہ کافر آگے سے مسلمان کے دین کے سامنے رکاوٹ نہ پیدا کر سکے **قاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ** تو جہاد فتنہ کو مٹانے کے لئے ہے اسلام کو پھیلانے کے لئے جہاد نہیں ہوتا اسلام اگر پھیلتا ہے تو تبلیغ سے پھیلتا ہے۔ بچتا ہے پڑھنے پڑھانے سے ..... مدارس یہ اسلام کے بچاؤ کا ذریعہ ہیں تبلیغ یہ

اسلام کے پھیلاؤ کا ذریعہ ہے اور جہاد اسلام کے لئے رکاوٹیں دور کرنے کے لئے' کفر کی شوکت توڑنے کا ذریعہ ہے تو جب کفر میں شوکت نہ رہے کفر زیر ہو جائے ماتحت ہو جائے۔ ایسے موقع میں پھر جہاد عملاً ختم ہو جایا کرتا ہے پھر باقی نہیں رہتا تو عیسیٰ علیہ السلام آگے جو جہاد کو موقوف کریں گے تو موقوف کرنے کی وجہ یہ ہوگی کہ عیسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں کوئی طاقت ذی شوکت رہے گی نہیں جب ذی شوکت رہے گی نہیں تو ایسی صورت میں جہاد کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ اس لئے اس جہاد کو حسن لغیرہ کی فہرست میں شمار کیا کرتے ہیں کہ اس کی مشروعیت کا دارومدار غیر کے وجود پر ہے اگر وہ غیر موجود ہوگا۔ کافر موجود ہوں گے اور ان کی شوکت موجود ہوگی تو جہاد عبادت ہے اور جب وہ شوکت ختم ہو جاتی ہے تو جہاد عملاً ختم ہو جاتا ہے اس لئے اس میں درجات ہیں تعلیم کی اپنی جگہ اہمیت پڑھنے پڑھانے کی اپنی اہمیت کہ دین کے بچاؤ کا ذریعہ ہے قرآن کریم کی حفاظت آپ لوگوں کے ذریعے سے ہے جو حفاظ ہیں جو قرآن کریم کو یاد کئے بیٹھے ہیں اور ان کے معانی اور احکام کی علماء کے ذریعے سے حفاظت ہے اور آگے پھیلاؤ جو ہوگا تبلیغ کے ساتھ ہوگا اور جہاد جو ہے یہ کافروں کا سر کوٹنے کے لئے ہے یہی وجہ ہے کہ جب کسی ملک کے ساتھ جہاد شروع کیا جاتا ہے تو مسئلہ یہ ہے کہ پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ اسلام قبول کرلیں جہاد ختم اگر وہ اسلام قبول نہیں کرتے تو انہیں کہو کہ ہمارے ماتحت ہو جائیں۔ ماتحت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ چاہے تم کافر رہو لیکن ہتھیار ڈال دو اور اگر وہ ہتھیار ڈال دیتے ہیں تو بھی ان کے مقابلہ میں لڑائی نہیں اور اگر وہ ہتھیار بھی نہیں ڈالتے آگے سے گردن اٹھاتے ہیں تو پھر حکم ہے کہ تم بھی مقابلہ میں تلوار اٹھاؤ پھر ٹھیک ہے رستہ صاف کرو اس رکاوٹ کو دور کرو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جہاد ختم ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہاں کفر موجود ہی نہیں رہے گا اس لئے عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں جہاد کی ضرورت نہیں پیش آئے گی اس وقت پھر دین واحد ہو جائے گا اسلام ہی اسلام ہو جائے گا عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آہستہ آہستہ پھر فسق و فجور کفر ابھرے گا پھر

وہ وقت آئے گا جب سارے کے سارے مومن ختم ہوجائیں گے اور کفر ہی باقی رہ جائے گا قیامت تب آئے گی جب اسلام کلیۃ مٹ جائے گا تو یہ تھی یاجوج ماجوج کے فتنہ کے متعلق بات۔

نفخ صور

آگے پھر وہ نفخ صور ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وقت آئے گا اس دنیا کو برباد کرنے کا تو ہمارے عقیدہ کے تحت قیامت برپا ہوگی پہاڑ جو ہیں یہ روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گے اور سمندر جو ہیں یہ دھواں بن کے اڑ جائیں گے سمندروں کو بھی آگ لگ جائے گی اور زمین یہ ریزہ ریزہ ہوجائے گی آسمان ٹوٹ پھوٹ جائے گا ستارے بکھر جائیں گے قرآن کریم کی آیات کے تحت جیسے یہ بات ذکر کی گئی ہے۔

دونفخوں کے درمیان فاصلہ

پھر کتنی مدت تک یہ باقی رہے گی اس کے بارے کچھ نہیں کہہ سکتے یہ اللہ کے علم میں ہے ایک روایت میں ہے کہ دونفخوں کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہوگا ابو ہریرہؓ نے روایت نقل کی پوچھنے والے نے پوچھا ابو ہریرہؓ چالیس سال؟ وہ کہتے ہیں کہ میں کچھ نہیں کہتا کہ یہ یادنہیں رہا چالیس کا عدد یاد رہ گیا یہ نہیں یاد رہا سال کہا تھا حضور ﷺ نے انہوں نے کہا چالیس مہینے؟ کہا کہ مجھے کچھ یادنہیں کہا کہ چالیس دن تو کہا کہ مجھے کچھ یادنہیں **اربعون** یاد رہ گیا کہ **مابینہما اربعون** کہ دونوں نفخوں کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہوگا لیکن یہ یادنہیں رہا مجھے کہ چالیس سال کہا تھا حضور ﷺ نے یا چالیس مہینے کہا تھا یا چالیس دن کہا تھا یہ نہیں معلوم اور پھر یہ دن ہوں یا سال ہوں یا مہینے ہوں اس سے خاص وقت مراد ہے یہ حقیقی دن مہینے مرادنہیں کیونکہ حقیقی دن مہینے تب ہوتے ہیں جب سورج چڑھے اور غروب ہو جب یہ طلوع وغروب کا سلسلہ ختم ہوجائے گا تو حقیقی دن وہاں موجودنہیں ہوں گے بہرحال کچھ وقت ہوگا جس وقت کے بعد پھر اسرافیل صور پھونکیں گے۔ اور دوبارہ اسی طرح سے آبادی ہوجائے گی اور آدم

علیہ السلام سے قیامت تک جتنے بھی انسان ہوں گے سارے کے سارے زمین سے دوبارہ نکل کھڑے ہوں گے میدان حشر قائم ہوجائے گا اور پھر یہ حساب کتاب کا سلسلہ شروع ہوگا تو اس میں ہمارے عقیدے کے اندر واضح طور پر جو جاننے کی بات ہے وہ اگلے بیان میں ان شاء اللہ نقل کریں گے ایک وزن اعمال اور ایک اس کے بعد شفاعت کا عقیدہ ان شاء اللہ العزیز اگلے بیان میں اس کی وضاحت کریں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

سوالات و جوابات

سوال: جب عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں جہاد ختم ہوجائے گا تو **الجہاد ماض الی یوم القیامۃ** کیا مطلب ہے؟

جواب: الی یوم القیامۃ سے مراد ہے **الی قرب یوم القیامۃ** روایات کی روشنی میں۔

سوال: جہاد موقع پر افضل ترین عبادت ہے اب موقع ہے یا نہیں۔

جواب: اس کا فیصلہ حالات پر ہے جب روس قابض تھا اور روس کے مقابلہ میں لڑائی لڑی جارہی تھی یقیناً جہاد تھا اس میں کوئی شک وشبہ کی بات نہیں ہے اب چونکہ میرے سامنے صورت حال واضح نہیں کہ یہ خانہ جنگی کی صورت ہے یا کفر واسلام کا مقابلہ ہے اس لئے میں اس بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔

سوال: یہ جو مشہور ہے کہ یاجوج ماجوج حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث کی اولاد ہیں اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: یہ تو خیر جب آدم علیہ السلام کی اولاد میں ہیں تو نوح علیہ السلام کی اولاد بھی ہوں گے نوح کے بیٹے یافث سام اور تیسرے کا کیا نام ہے؟ (حام)۔ حام سام یافث تین بیٹے ہیں جن کی اولاد پھیلی ہے تو یہ یافث کی اولاد ہو یا قابیل کی اولاد ہو... بہرحال آدم علیہ السلام کی اولاد کے منافی نہیں ہے کیونکہ آدم بہت پہلے ہوئے ہیں ان کی نسل چلتی چلتی نوح

علیہ السلام تک آئی نوح علیہ السلام سے آگے پھر نسل چلی تاریخی باتیں ہیں قرآن وحدیث میں اس بارے کچھ نہیں آیا۔

سوال: کیا یہ افغانستان میں جہاد ہو رہا ہے یا جہاد نہیں خانہ جنگی ہے؟

جواب: اس کے متعلق وہ شخص بات کرسکتا ہے جس کے سامنے جانبین کے حالات اچھی طرح سے واضح ہوں میرے سامنے چونکہ اچھی طرح سے حالات واضح نہیں ہیں اس لئے میں اس بارے میں گفتگو کرنا احتیاط کے خلاف سمجھتا ہوں نہ میں یہ کہتا ہوں جہاد نہیں ہے نہ میں یہ کہتا ہوں جہاد ہے میں نے اپنے آپ کو حالات سے ناواقف قرار دے کر تبصرہ کرنے سے عذر واضح کیا ہے۔اور جن کے سامنے حالات واضح ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ کفر واسلام کی جنگ ہے ان کے نزدیک یقیناً جہاد ہے یہ اپنے علم پر مدار ہے اور اگر کسی کے نزدیک یہ خانہ جنگی کی صورت ہو تو وہ جانے۔ میں اپنے آپ کو اس بارے میں تبصرے کے مقام پر نہیں پاتا کیونکہ میرے سامنے ایسے حالات نہیں ہیں کہ جس پر میں کھل کر تبصرہ کرسکوں جب تک جانبین کے حالات اچھی طرح سے معلوم نہ ہوں تو صحیح طور پر تبصرہ نہیں کیا جاسکتا یہ مسجد وہ نہیں ہے کہ جس میں جذبات کے طور پر ایک بات کہہ دوں بغیر کسی صحیح معلومات کے۔ میں نے کوئی جہاد ہونے کا انکار کیا ہے؟ کیا سمجھے اسکا نہ اقرار کیا ہے اور نہ انکار کیا ہے بلکہ اپنے آپ کو حالات سے ناوقف قرار دے کر تبصرہ کرنے سے اپنے آپ کو معذور قرار دیا ہے اور یہ ایک میری احتیاط ہے۔ بات سمجھے کہ نہیں؟ باقی جن کے سامنے حالات واضح ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ کفر واسلام کی جنگ ہے ان کے نزدیک یہ یقیناً جہاد ہے لیکن میں ابھی اس منصب پر نہیں ہوں میرے سامنے صحیح معلومات نہیں ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

❀❀❀❀